انبیائے کرام علیہم السلام کی 55 صفات جلیلہ کا سید الانبیاء کے لیے جمع ہونے کا مدلل اور عام فہم تذکرہ بنام

جامِعُ الصِّفات



تحقیق و تخریج

مولانا ابو جواد محمد جاوید عطاری مدنی

(فاضل جامعۃ المدینہ، فیضانِ مدینہ، کراچی)

مصنف:

شارحِ بخاری، حضرت علامہ مولانا

سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:

جواد اسلامک انسٹیٹیوٹ

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جامع الصّفات

مؤلف

شارحِ بخاری، شیخ الحدیث

حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی

تحقیق و تخریج

مولانا ابو جواد محمد جاوید عطاری مدنی

پیشکش: جواد اسلامک انسٹیٹیوٹ

نام کتاب : جامع الصفات
مؤلف : حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی
تحقیق و تخریج : مولانا ابو جواد محمد جاوید عطاری مدنی
زیرِ نگرانی : استاذ التحقیق والتصنیف علامہ اراشد علی عطاری مدنی
صفحات : 273
اشاعت اوّل : اگست 2024ء (تخریج شدہ)
ناشر : جواد اسلامک انسٹیٹیوٹ

اس کتاب میں سید المرسلین خاتم النبیین محبوبِ رب العالمین حضور سرورِ عالم نورِ مجسم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفی علیہ التحیۃ والسلام کے جامع جمیع کمالاتِ انبیاء ہونے کے متعلق مفصل و مدلّل گفتگو کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور جامع الصفات ہیں، اور آپ کے معجزات و کمالات سب سے برتر وافضل ہیں۔

انتسابِ کاوش

تحقیق و تخریج کی صورت میں اپنی زندگی
کی اس پہلی کاوش کا انتساب اپنی والدہ
مرحومہ کے نام کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور
شفقتوں کے سبب آج میں یہاں تک پہنچا۔
اللہ کریم میری والدہ مرحومہ کو غریق
رحمت فرمائے، اُن کی تُربت پر کروڑہا
رحمتوں کا نزول فرمائے۔

امین

محمد جاوید عطاری مدنی

07 ستمبر 2023

ایصالِ ثواب

اس کتاب مستطاب کی اشاعت میں محترم

ارسلان صاحب

نے خصوصی مالی تعاون فرمایا۔

اللہ کریم اس کا اجر و ثواب ان کے والد

محترم جناب

عبدالسبحان مرحوم

کو عطا فرمائے۔

اللہ کریم انہیں غریقِ رحمت فرمائے اور

قبر و حشر میں سرورِ کائنات ﷺ کی شفاعت

و رفاقت عطا فرمائے۔ اٰمین

فہرست

کچھ تحقیق و تخریجِ کتاب ھٰذا کے بارے میں

کائنات کی سب سے بہترین ہستی، اللہ پاک کے آخری نبی، حضرت محمد عربی ﷺ کی مبارک سیرت کے کئی پہلو ہیں۔ آپ کی مبارک حیات کے شب و روز کے معمولات ہوں یا رحمت و شفقت کے بہتے دریا ہر ہر دور کے خوش نصیب مصنفین، محررین، مؤلفین اور محققین نے کسی نہ کسی پہلو پر لکھ کر اپنا نام حضور کے سیرت نگاروں میں لکھوانے کا شرف پایا۔ انہی میں سے ایک صاحب کتاب علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جنہوں نے زیر نظر کتاب "جامع الصفات" نبیِ کریم ﷺ کے معجزات و کمالات اور اوصافِ کاملہ کے متعلق لکھی۔ مؤلف موصوف نے واضح، آسان اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ حضور علیہ السلام جامع الصفات ہیں یعنی دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو جو جو معجزات و فضائل ملے وہ سب نبی آخر الزماں ﷺ میں جمع فرما دیئے گئے، دیگر انبیائے کرام کے معجزات کا حضور علیہ السلام کے معجزات کے ساتھ بیان بڑے نفیس انداز میں کیا گیا۔

میرے دوست، استاذ التحقیق والتصنیف علامہ راشد علی عطاری مدنی صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ فیضان مدینہ، دعوت اسلامی و ڈائریکٹر ھادی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، انٹرنیشنل) نے اس کی کتاب کی جامعیت و اہمیت کے پیشِ نظر بندہ ناچیز کو اس کتاب کی تحقیق و تخریج کا مشورہ دیا جسے بندہ ناچیز نے بخوشی قبول کیا۔ تحقیق و تخریج کے مراحل میں سے اولین مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس متعلقہ کتاب کے مختلف نسخے ہوں، چنانچہ پہلا قدم یہی اٹھایا گیا اور اس کے نسخے جمع کرنے کی کوشش کی لیکن تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا ایک ہی نسخہ ہے جو 2003 میں فرید بک ڈپو، انڈیا سے شائع ہوا تھا۔ کئی علما سے رابطے کے بعد بالآخر ہمارے درسِ نظامی کے کلاس فیلو مولانا ضیاء السلام مدنی صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب ان کے والد محترم مفتی محمد عبد السلام صاحب دام ظلہ کی لائبریری میں موجود ہے۔ موصوف نے بخوشی نسخہ فراہم کیا جسے ہم نے کاپی کروا کے واپس کر دیا۔ تحقیق و تخریج کے کام کا آغاز تو 2020 کے آخر میں ہوا

تھا، لیکن کچھ اہم مصروفیات کے باعث کئی مرتبہ التوا کا شکار رہا، بہر کیف میرے نصیب میں یہ سعادت تھی تو اللہ کریم نے مکمل کروایا۔ اس کام کے دوران ہمارے دوست مولانا محمد اویس یامین عطاری مدنی صاحب نے بھی کچھ تخاریج کے سلسلے میں معاونت فرمائی۔ اس نسخے میں کتابت کی کافی غلطیاں تھیں، ہم نے اس کتاب کو قارئین کے لئے مزید دلچسپ بنانے کے لئے درج ذیل چند اہم کام کئے ہیں:

- قرآنی آیات عربی رسم الخط میں شامل کیں۔
- جن آیت کا ترجمہ نہیں کیا گیا تھا ہم نے ترجمہ کنز الایمان شامل کیا۔
- آیات کے مکمل حوالے بھی لکھے۔
- مصنف کے دیے ہوئے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ دیگر امہات کتب کی طرف مراجعت کی کوشش کی گئی۔
- جو ہیڈنگ ہلالین () میں ہیں وہ ہم نے لگائیں، باقی مصنف کی ہیں۔

اللہ پاک میری اس ادنی سے کاوش کو اپنی پاک بارگاہ میں قبول فرمائے اور میرے اور والدین کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ نیت یہی ہے کہ جب مدینہ شریف حاضری ہو گی تو سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کتاب کی جتنی ہو سکا قراءت کروں اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تحفہ پیش کروں۔

کیا پیش کریں جاناں کیا چیز ہماری ہے　　یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جاں بھی تمہاری ہے

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

محمد جاوید عطاری مدنی

19 صفر المظفر 1445ھ / 6 ستمبر 2023ء

تعارفِ مصنف

ولادت و سلسلہ نسب:

سیّد محمود احمد رضوی بن مفتی اعظم پاکستان ابو البرکات سیّد احمد بن امام المحدّثین علامہ ابو محمد سیّد دیدار علی شاہ بن سیّد نجف علی، 1343ھ / 1924ء میں آگرہ (ہند) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب امام موسیٰ کاظم رضا تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آبا و اجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور اَلور میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ کا خاندان علم و حکمت اور روحانیّت کا سرچشمہ ہے۔(عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہل سنّت، ص140)

تعلیم و تربیت:

آپ کے جدِّامجد نے دار العلوم حزب الاحناف قائم فرمایا تھا۔اس دار العلوم سے بڑی بڑی نابغۂ روز گار شخصیتیں فراغت حاصل کر کے میدانِ عمل میں آئیں۔ علاّمہ رضوی نے بھی تمام علوم کی تکمیل اور دورۂ حدیث اسی دار العلوم سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں استاذ العلماء علاّمہ مولانا عطا محمد بندیالوی، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مہر الدین جماعتی اور رئیس المناطقہ حضرت مولانا محمد دین بدھوی جیسے اکابر کے نام آتے ہیں۔علامہ سیّد محمود احمد رضوی نہ صرف قابل مدرس اور فاضل مقرر ہیں، بلکہ میدانِ تحریر کے بھی شہسوار ہیں سیاسی اور دیگر ملکی و ملی مسائل پر نہ صرف گہری نظر رکھتے ہیں، بلکہ آپ کی صواب رائے قابلِ تحسین و داد ہوتی ہے۔ دار العلوم حزب الاحناف میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دار العلوم کے جملہ انتظامی امور کی نگرانی اور مختلف مساجد اہل سنّت میں خطبۂ جمعہ کے علاوہ ملک کے اطراف و اکناف میں تبلیغی و اصلاحی اجلاسوں سے بھی خطاب فرماتے ہیں۔ ملکی و ملّی مسائل پر آپ کے علمی و تحقیقی مضامین رسائل و جرائد میں چھپتے ہیں جو قوم کے لیے خضر راہ ثابت

ہوتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت:

تحریکِ ختم نبوّت 1953ء میں آپ کے عمِ مکرم مولانا سیّد ابوالحسنات قادری تحریک کے قائد تھے۔ علامہ رضوی نے علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کے تعاون سے اپنی ذاتی مشین پر پمفلٹ چھاپ کر فوج اور پولیس کے نوجوانوں کو تحریک کی افادیّت اور اہمیت سے آگاہ کیا۔ تحریکِ ختم نبوت 1974ء میں آپ کو تمام مکاتبِ فکر کے اتحاد سے وجود میں آنے والی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت کا مرکزی ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں ملک بھر میں ملّتِ اسلامیہ پاکستان نے تحفظِ ختم نبوت کے لیے جدوجہد کی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالآخر 7/ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی پاکستان نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

سیاسی وابستگی:

آپ سیاسی طور پر جمعیت علماء پاکستان سے متعلق رہے ہیں۔ اگرچہ عملی طور پر میدانِ سیاست میں کم رہے، لیکن آپ کی تمام تر ہمدردیاں اور تعاون جمعیت کے ساتھ ہے۔ آپ جمعیّت کے مرکزی ناظم بھی رہ چکے ہیں۔ 1971ء کے انتخابات میں آپ نے جمعیت کے ٹکٹ پر حلقہ نمبر 1 لاہور سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑا۔ 28/جنوری 1979ء کو آپ مختلف مکاتب فکر کی مشترکہ تنظیم "مجلس تحفظ حقوقِ عالم اسلامی" کے صدر منتخب ہوئے۔

چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی:

رمضان المبارک 1398ھ میں آپ کو رویتِ ہلال کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ اس سے قبل اہل سنّت کے ممتاز عالمِ دین مولانا شاہ عارف اللہ قادری یہ فرائض سرانجام دیتے تھے۔

تصنیفات:

آپ کو میدانِ تحریر میں یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ مختلف رسائل و جرائد میں علمی و تحقیقی مضامین کے علاوہ آپ کی زیرِ ادارت ماہنامہ ''رضوان'' کے نام سے ایک رسالہ جاری ہے جس میں مختلف عنوانات کے تحت علمی و تحقیقی مضامین کے علاوہ فقہی مسائل بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں، جو یہ ہیں۔

فیوض الباری (شرح صحیح بخاری) 7 جلدیں۔ ذکرِ اخیار۔ برکاتِ شریعت۔ جواہر پارے حصہ اول، دوم۔ جامع الصّفات (کتابِ ھٰذا)۔ روحِ ایمان۔ رزقِ حلال۔ مسائلِ نماز۔ المباح و المحظور۔ مذاکرہ علمی حصّہ اوّل، دوم، سوم۔ دینِ مصطفےٰ۔ شانِ مصطفےٰ۔ خصائصِ مصطفےٰ۔ معراج النبی۔ بصیرت۔ اسلامی تقریبات۔ شانِ صحابہ۔ حدیثِ قرطاس۔ مکالمہ رضوی و گوجروی

وفات:

علوم و فنون کے ماہر اور عشقِ ماہِ رسالت کے یہ عظیم مبلغ 14 اکتوبر 1999ء کو لاہور میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، مزارِ پر انوار دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں ہے۔ (1)

(1)۔۔: یہ تذکرہ ویکی پیڈیا سے لیا گیا ہے۔

اظہارِ خیال

اللہ ربّ العزّت نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو وہ رفیع و عظیم مرتبہ عطا فرمایا کہ کسی اور کے حصے میں نہ آیا، وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا سہرا اپنے حبیب ﷺ کے سرِ انور پر سجایا اور رہتی دنیا تک کے لئے آپ کے مبارک ذکر کو بلند و بالا فرما دیا، ہر مقبولِ بارگاہ کو وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ سے اپنے حبیب کی محبوبیت کا پیغام دے دیا۔ قرآنِ کریم میں رسولِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی تعریف و توصیف جگہ جگہ مذکور ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی ایک ایک آیت رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی شان و عظمت کو بیان کرتی ہے۔

علمائے امت نے حضور نبی رحمت ﷺ کی مبارک سیرت اور اوصاف و کمالات پر ہزاروں نہیں لاکھوں کتابیں لکھی ہیں۔ کسی نے قرآنی آیات سے شانِ رسالت کو بیان کیا تو کسی نے احادیث سرورِ کائنات کو دلائل کی لڑی میں پرویا، کسی نے عشق و مستی کی کہانیاں لکھیں تو کسی نے اس حبیب کے نام پر سر کٹاتے مردانِ عرب کے واقعاتِ حقہ کو بیان کیا۔ کوئی منظوم انداز میں اپنی حاضری لگواتا ہے تو کوئی نثر کو ذریعہ اظہارِ محبت بناتا ہے۔ الغرض جسے جو توفیق ملی اس نے وہی انداز اپنایا۔

عشق و محبتِ مصطفیٰ میں لوٹنے والوں میں ایک طبقہ ان محققین کا بھی ہے جو اسلافِ کرام کی نگارشاتِ محبت کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق منصہ شہود پر لانے کی سعی کرتے ہیں، انہی خوش نصیبوں میں ایک تازہ نام "مولانا محمد جاوید عطاری مدنی" کا بھی ہے جنہوں نے فنِ تحقیق و تخریج کی ابتداء سرورِ کائنات ﷺ کے مبارک تذکرہ پر لکھی گئی کتاب سے کی۔ اللہ کریم کتابِ ھذا کے مصنف اور مخرّج و محقق دونوں کو ہی برکاتِ کثیرہ سے نوازے۔ اٰمین

راشد علی مدنی (13 اگست 2024ء)

(مقدمۃ المؤلف)

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم طیب وطاہر اور معصوم رسول ہیں، جن کا نام نامی اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جن کی زبان مرضی الہی کی ترجمان جن کا نطق نطقِ خدا، جن کا حکم، حکمِ خدا ہے:﴿ وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) ﴾[2] جن کی شان جو مرکزِ دین، محورِ شریعت، آمر وناہی ومعصوم رسول ہیں جن کا قول بھی معصوم فعل بھی معصوم اور وہ خود بھی معصوم ہیں۔ آپ پوری کائنات کے لئے روشنی کا مینار ہیں، دین بھی وہی، ایمان بھی وہی، قرآں بھی وہی۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی ایمان وہی یسین وہی طہٰ

قرآن کیا ہے؟:

﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۴۰) وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ﴾ بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور کسی شاعر کی بات نہیں۔[3] ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ﴾ ہم نے آپ پر یہ ذکر قرآن نازل کیا تاکہ آپ واضح طور بیان کر دیں جو ان کی طرف اترا۔[4] پس حضور نے قرآن کے اجمال کی جو توضیح اور اس کے اصولوں کی جو تبیین فرمائی اس کا نام سنت ہے۔

ایمان	ہے	قالِ	مصطفائی
قرآن	ہے	حالِ	مصطفائی

(2)۔۔:ترجمہ کنزالایمان:اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔(پارہ27،النجم، آیت:3)

(3)۔۔:پارہ29،الحاقہ، آیت:40، 41

(4)۔۔:پارہ14، النحل، آیت:44

حضور کی تعظیم و توقیر روحِ ایمان ہے

اور آپ کی ادنی توہین کفر و ارتداد ہے:

وَلَو قَالَ لِشَعرِ مُحَمَّدٍ شُعِيرًا يَكْفُرْ إِنْ قَالَ بِطَرِيقِ اِهَانَةٍ

حضور علیہ السلام کے موئے مبارک (شَعر) کو بنیتِ توہین (شُعیر)[5] کہنے والا کافر ہے۔[6]

امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک میں اپنا ایک بال لئے ہوئے فرمایا: من آذى شعرة من شعري فالجنة عليه حرام جس نے میرے ایک بال کی بے ادبی کی اُس پر جنت حرام ہے۔[7]

جس شخص نے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توہین کی، گالی دی، آپ کی ذاتِ ستودہ صفات[8] و اوصافِ حمیدہ میں عیب نکالا، تنقیصِ شان کی، یہ فعل قصداً عمداً سہواً ہو یا بھول چوک سہو ونسیان، ہنسی و مذاق کے طور پر ہو، (توہین کرنے والا ذمی ہو یا حربی کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو) بہر حال بہر صورت ایسا شخص کافر و مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ فقد كفر خارداً بحيث ان تاب لم يقبل توبته لاعند الله و لاعند الناس۔ ابدی ازلی جہنمی ہے توبہ کرے تو اس کی توبہ (عندالله و عند الناس) نامقبول ہے۔[9]

---

(5)۔۔: یعنی تصغیر کرنا، کیونکہ شعر کا معنٰی ہے بال اور تصغیر میں چھوٹا ہونے کا معنٰی پایا جاتا ہے۔

(6)۔۔: خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، الجنس الثالث، ج4، ص386

(7)۔۔: کنز العمال، معجزاتہ واخبارہ بالغیب، ج12، ص349، حدیث: 35351

(8)۔۔: عالی شان اوصاف والی ذات

(9)۔۔: الصارم المسلول علی شاتم الرسول، لا فرق بین السب بالقذف۔۔ الخ، ص311 ماخوذاً

یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اسی کی تخریج کی گئی ہے: الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی، القسم الرابع فی تصرف وجہ الاحکام، الباب الاول: فی بیان ماھو حقہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب۔۔ الخ، ج2، ص216 ماخوذاً

متقدمین و متاخرین فقہاء و آئمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے: **و حکمه فی الشریعة المطهر القتل قطعاً** کہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔[10] **ومن سب رسولَ الله صلی الله علیه وسلم او ینقصه کان فیه ردة**۔ جس نے حضور کو گالی دی یا آپ کی تنقیص شان کی وہ کافر و مرتد ہے۔[11] بادشاہ اسلام اور اس کے نائب کو یہ جائز نہیں ہے کہ ایسے شخص کے قتل میں مداہنت[12] سے کام لے۔ **ولا یداهن السلطانُ و نائبُه فی حکمِ قتلِه**[13]

---

(10)۔۔: خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی فی الفاظ الکفر۔۔۔ج4، ص386

(11)۔۔: شرح طحاوی، کتاب المرتد، حکم من سب الرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ج6، ص141

(12)۔۔: مُداہنت کے لغوی معنی نرمی کے ہیں۔ دینی معاملے کی مدد و نصرت میں کمزوری و کم ہمتی کا مظاہرہ کرنا مداہنت کہلاتا ہے یا کسی بھی دنیوی مفاد کی خاطر دینی معاملے میں نرمی یا خاموشی اختیار کرنا مداہنت ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ، ج2، ص154، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، پ12، ھود، تحت الآیۃ: 113، ص936)

(13)۔۔: سلطان اسلام اور اس کے نائب کے لئے جائز نہیں کہ گستاخ رسول کے حکم قتل کے متعلق مداہنت اختیار کرے۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، الفصل الثانی فی الفاظ الکفر۔۔ج4، ص386)

نظر اولین

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی ایک لیڈر یا پیغمبر یا زیادہ سے زیادہ ایک استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی کو عام انسانوں پر کوئی بلندی و برتری حاصل نہیں ہے الاّ یہ کہ نبی پر وحی آتی ہے اور عام انسان اس سے محروم ہیں۔ لیکن یہ نظریہ عقلاً و نقلاً ہر طرح باطل ہے اور آج اسی ناپاک نظریہ نے سینکڑوں گمراہیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ بشریت رسول سے متعلق جس قدر آیات قرآن میں ہیں اور ان میں جس قسم کی مماثلت و بشریت کا ذکر ہے اس کا تعلق صرف ظاہری جسمانیت و اعضاء و جوارح سے ہے ورنہ اخلاقی دماغی قلبی عملی حیثیت سے نبی کا مقام عام انسانوں سے بہر صورت بلند و بالا ہے کیونکہ وحی کے امرِ فارق ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی القاءِ ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ تمام اوصاف و کمالات اور جملہ صلاحیتوں میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔

یہ کہنا تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عالم و جاہل میں علم کا فرق ہے ورنہ فکری اور ذہنی صلاحیتوں میں دونوں یکساں ہیں۔ حالانکہ علم کی صفت سے کسی کا متصف ہونا خود اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ جاہل کے مقابلہ میں ہر حیثیت سے اخلاق و تہذیب میں حکمت و اصابت میں تہذیب و شائستگی میں دیانت و امانت میں ممتاز ہو۔

نبی اگرچہ اللہ کا بندہ اور انسان ہوتا ہے مگر نبوت و رسالت ایک ایسا بلند و بالا منصب ہے اور اس کے لوازم و خصائص کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ نبی کو لیڈروں، قائدوں، دقیقہ رس مُقَنِّنوں (14) نکتہ دان حکیموں اور کشور کشا فاتحوں (15) کی صفوں سے نکال کر اللہ عزوجل کا

---

(14)۔۔: قانون ساز، اصول و قوانین بنانے والے

(15)۔۔: کسی ملک یا علاقے بلکہ دنیا کو فتح کرنے والوں

خلیفہ، اس کا نائب، اس کی ذات وصفات کا مظہر اور اس کی مرضی کا بندہ بنا دیتا ہے۔

نبی اور غیر نبی میں وحی کے فرق کے معنی یہ ہیں کہ وحی نبوت سے سرفراز ہو جانے کے بعد نبی وحی کے خصائص ولوازم سے بھی موصوف ہو جائے اور یہ خصائص ولوازم نبوت ایسے ہوتے ہیں جو نبی کو غیر نبی سے اخلاق و دانش حکمت و اصابت [16]، امانت و دیانت غرضیکہ ہر کمال وخوبی اور ہر شرف وبزرگی میں ممتاز کر دیتے ہیں۔ مثلاً انبیاء کے ادراک و احساس کی قوتیں اس قدر بلند ہوتی ہیں کہ جو چیزیں عام انسانوں کو محسوس نہ ہوں انہیں محسوس اور نظر آتی ہیں۔ جن آوازوں کو عامۃ الناس نہ سن سکیں وہ انہیں سنائی دیتی ہیں۔ ملائکہ، الٰہی قاصد بن کر ان کے پاس آتے ہیں، ربانی فیوض وبرکات اور صمدی [17] انوار و تجلیات کا ان کا سینہ مخزن بنتا ہے، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ان کی بیعت خدا کی بیعت۔ ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی۔ ان سے محبت خدا سے محبت قرار پاتی ہے۔ نبی کا جسم ظلمت کدۂ [18] عالم کا چراغ وعلم وہدایت کا مطلع النور ہوتا ہے۔ جیسے ان کا صحیفہ اور وحی ربانی نور ہوتی ہے وہ خود بھی سراپا نور ہوتا ہے جس سے اندھے دیکھتے ہیں، گمراہ راہ پاتے اور حق کے طالب روشنی حاصل کرتے ہیں ﴿وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا (۴۶)﴾ اس کی ذات مجسم ہدایت ورہنمائی اور امامت وپیشوائی کے لئے خاص ہوتی ہے۔ [19]

یعنی انبیاء کرام ظاہری جسمانیت و اعضاء وجوارح میں عام انسانوں کے مشابہ ہونے کے باوجود وحی اور اس کے لوازم وخصائص میں عام انسانوں سے صریحاً الگ اور بلند واعلی ہوتے ہیں۔ حتی کہ بہت سے جسمانی خصائص میں بھی عام انسانوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ (حدیث میں ہے:) صحابہ نے حضور کو متصل ومقترن روزے رکھتے دیکھ کر روزے رکھے تو آپ نے

---

(16): درست نتیجے پر پہنچنے کی صلاحیت

(17): الٰہی، ربانی

(18): اندھیروں کا گھر

(19)۔۔: اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (پارہ، 22، الاحزاب، آیت: 46)

انہیں یہ کہ کر منع فرمادیا:ایکم مثلی ---الخ تم میں میرا مثل کون ہے۔میں اپنے رب کے پاس شب باشی کرتا ہوں۔وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔[20]

کیاعام انسانوں کو بھی حریمِ حق [21] میں شب باشی اور روحانی غذا اور روحانی سیر الٰی میسر ہے؟نیند کے متعلق فرمایا:تنام عینی میری آنکھیں سوتی ہیں،دل بیدار رہتا ہے۔[22] کیا عام انسانوں کی یہی کیفیت ہے ؟ خوابوں کے متعلق فرمایا: یہ وحی ہیں ۔ قرآن نے کہا : ﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى(۱۲) وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى(۱۳)﴾ نبی کے مشاہدہ میں اس سے جھگڑتے ہو؟[23]

کیاعام انسانوں کی رؤیت و مشاہدہ کا یہی عالم ہے ؟ حضور سے انتساب کی وجہ سے امہات المؤمنین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ قرآن نے کہا: ﴿لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ اے نبی کی بی بیو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔[24] جب حضور کی ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں تو نبی تو بدرجہا اس کا سزاوار ہے کہ وہ کاحد من الرجال نہ ہو اور اپنے خصائص میں عام انسانوں سے ہر طرح بلند وبالا ہے۔

الغرض نبی و غیر نبی میں وحی و نبوت کا جو فرق ہے اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ نبوت کے تمام لوازمات و خصوصیات اور ضروری اوصاف میں بھی فرق و امتیاز ہو اور کسی کو نبی تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اس کو نبوت کے تمام اوصاف و لوازمات و خصوصیات کا حامل ماننا بھی

---

(20)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب التنکیل لمن اکثر الوصال، ج1، ص646، حدیث:1965 ماخوذاً

(21): قرب الٰہی، بارگاہ الٰہی

(22)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام۔۔الخ ج2، ص491، حدیث:3569

(23)۔۔:ترجمہ کنز الایمان: تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ (پ27، سورۃ النجم، آیت:12، 13)

(24)۔۔: پارہ22، الاحزاب، آیت:32

ضروری ہے۔الشیءُ اذا ثبت بلوازمہ ۔(25)

یہ کتاب جس میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام کو جو کمالات اور معجزات پیشِ گاہِ الٰہی سے مرحمت ہوئے ہیں حضور سید المرسلین علیہ السلام ان کے جامع ہیں یا نہیں ؟ صرف اس عنوان پر مشاہیر انبیاء کرام کے کمالات پر شرح و بسط کے ساتھ گفتگو کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اولین و آخرین کے کمالات کے جامع ہیں۔

معجزات یعنی مافوق الاسباب امور جو انبیاءِ کرام سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ بھی خصائص نبوت سے ہی ہیں اور انبیائے کرام سے ان کے ظہور میں متعدد حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ معجزات نبی کی نبوت کی دلیل بھی ہوتے ہیں۔ کفر کی شکست اور ایمان کی فتح کا سبب بھی بنتے ہیں اور کافروں معاندوں (26) کی ہدایت اور مؤمنین مخلصین کے لئے اطمینانِ قلب اور اثبات علی الحق کا ذریعہ بھی ہو جاتے ہیں۔

موضوع بہت پُر عظمت ہے اور مجھے اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے۔ قلم اللہ کے محبوب کی عظمت و رفعت کے بیان کے لئے گامزن ہے مگر یہ نازک اتنا ہے کہ ایک ذراسی لغزش سے عمر بھی کی عبادت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار (27)

تاہم ارباب علم و بصیرت کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ میری کم علمی کو مد نظر رکھتے ہوئے میری غلطیوں سے مجھے مطلع کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی ہو سکے۔

---

(25)۔۔: یہاں لفظ "ثبت" دوبار ہونا چاہئے، کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ فتاوی رضوی میں مکمل قاعدہ یوں ہے: اِنّ الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنی جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام احکام کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔
(فتاوی رضویہ، بیانات متعلق سوال، ج18، ص398)
فتاوٰی قاضی خاں، کتاب البیع باب فی قبض المبیع، ج2، ص394

(26): عناد رکھنے والے، مخالفین

(27)۔۔: یعنی اللہ کے معاملے میں بے شک دیوانے رہو لیکن رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں انتہائی ہوشیار رہو کہ اللہ رب العزّت حضور ﷺ کی مبارک بارگاہ کی ذرہ بھر بے ادبی بھی معاف نہیں فرماتا۔

حقیقت یہ ہے:

کہ رسولوں میں رسولِ مکرم، نورِ مجسم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا وہ بلند وبالا مقام ہے جو فہم انسانی سے بالاتر ہے اور زبان و قلم میں محبوب خدا کی عظمت و بزرگی کے اظہار کی کہاں طاقت ہے۔

بیاں ہو کس سے کمالِ محمد عربی
ہے بے مثال جمالِ محمد عربی

مگر "مَا لَا یُدرَكُ كُلُّهُ لَا یُترَكُ كُلُّه "[28] کے مطابق زمانہ کے اُدَباء، اہل قلم حضرات نے اس سرورِ کون و مکاں کے فضائل و کمال محامد و محاسن کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے مگر العظمۃ اللہ عظمت رسول کے دریائے بے پایاں کا کنارہ کسی کو ہاتھ نہ آیا اور سب نے عالم حیرت و استعجاب میں یہی کہا اور سنایا

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر [29]

یہ کتاب جس میں ایک خادم درگاہِ نبوت نے اپنی کج مج [30] بیانی کے دانوں کو آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ بھی مقامِ نبوت کی بلندی کے بیان سے قاصر ہے تاہم اسی اصول مذکورہ کے تحت اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح کلمۃ اللہ تک جتنے انبیاء کرام تشریف لائے اور ان کو جو بھی فضل و کمال پیش گاہِ الٰہی سے عطا ہوئے ہمارے رسول ان سب کے جامع ہیں۔ گویا اس کتاب میں اس امر پر بحث نہیں ہے کہ حضور سید المرسلین کے وہ کون سے فضائل و محاسن، معجزات و کمالات ہیں جو انبیاءِ سابقین کو نہیں ملے۔ بلکہ اس کتاب میں صرف اور صرف اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ انبیاء سابقین کو جو بھی معجزات ملے تھے وہ سب حضور کو عطا ہوئے ہیں اور آپ جامع الصفات ہیں۔

---

(28)۔۔: یعنی جو کام پورا پورا نہ کیا جا سکتا ہو اسے بالکل چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔
(29)۔۔: ترجمہ: قصہ مختصر یہ کہ خدا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بزرگ ہستی ہیں۔
(30)۔۔: ٹیڑھا میڑھا، پیچیدہ، الجھا ہوا، غیر واضح

انتباہ:

اس تفصیل سے ہمارا مقصد انبیاء سابقین کی معاذ اللہ تذلیل یا ان کے فضل و کمال میں کسی قسم کا نقص ثابت کرنا یا ان کی نبوت کو حضور کی نبوت کا ظل قرار دینا نہیں ہے کیونکہ عقائد کا مسئلہ ہے کہ نفسِ نبوت میں ہر نبی مساوی درجہ رکھتا ہے جس طرح کہ نفسِ ایمان کے لحاظ سے جبرئیل کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر نبی ایک مستقل نبی ہے۔ اس کو نبوت خدا نے عطا کی ہے۔ ایک نبی کی نبوت دوسرے نبی کی نبوت کی فرع یا ظل یا پرتو نہیں ہے، اور نہ نبوت کلی مشکک ہے کہ کسی پر زیادتی اور کسی پر کمی کے ساتھ صادق آئے۔ غرضیکہ اس تفصیل سے مقصود صرف یہ ہے کہ ہمارے حضور افضل المرسلین امام النبیین ہیں اور تمام انبیاء کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ حضور علیہ السلام کے فضائل و کمال کے بیان کرنے سے انبیاءِ سابقین کی شان میں کمی نہیں آتی بلکہ حضور کی شان بیان کرنے سے انبیاء علیہم السلام کی شانوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ دیکھئے دنیا میں ہزاروں نبی اور سینکڑوں صحیفے آئے مگر انہیں پیغمبروں اور کتابوں کے نام ہوئے جن کو ہمارے رسول نے روشن فرمایا۔

حضرت مریم کو یہود نے تہمت لگائی مگر ہمارے رسول نے ان کی پاکدامنی بیان فرمائی۔ حضرت موسیٰ کو ان کی قوم نے عیب لگایا لیکن ہمارے اماموں نے اس کو عیب سے بری قرار دیا۔ کعبہ جو حضرت شیخ الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی آرزوؤں کا مخزن تھا قریش نے بت خانہ بنا دیا۔ مگر ہمارے رسول نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ مدینہ کا شہر عام شہروں کی مانند تھا اس میں کوئی خصوصیت نہ تھی مگر یہ چونکہ ہمارے رسول کے پامال قدم ہونے کا شرف رکھتا ہے اس لئے خلاّقِ عالم (31) نے اس مقدس سرزمین کی اپنے آخری کلام میں قسم یاد فرمائی اور اسی سے سرزمین بطحا دو عالم سے بہتر ہو گئی۔ مولانا فرماتے ہیں:

---

(31)۔۔:عالَم کو پیدا کرنے والے۔

خاک طیبہ از دوعالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ دروے دلبر است (32)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

حرم کی زَمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے اَو جانے والے

انبیاء تو انبیاء ہیں خود رب العزت جل مجدہ فرماتا ہے: **کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف خلقتُ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم** میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو پیدا فرمایا۔(33)

جب رب العزت جل مجدہ کی پہچان و معرفت کا ذریعہ بھی حضور ہی ہیں تو انبیاء کرام کو مشہور اور ان کی عظمت و رفعت اور ان کے فضائل و کمال کو دنیا پر ظاہر کرنے والے حضور نہیں تو اور کون ہیں؟۔

ہاں ہاں یہ ہمارے حضور کا صدقہ ہے کہ آج دنیائے اسلام کے ہر بچہ کی زبان پر آدم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے نام ہیں اور ساری کائنات میں انبیاءِ سابقین کے معجزات و کرامات مشہور ہیں۔

اسی حدیث قدسی سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ اللہ تعالی کی حقیقی اور سچی معرفت و پہچان کا ذریعہ و وسیلہ حضور ہی ہیں۔ آپ نہ ہوتے تو کنزِ مخفی کیسے ظاہر ہوتا۔ دنیا خدا کے وجود اور اس کی ذات و صفات کو کیسے جانتی۔ قومِ مسلم کے سر رب الارباب کی بارگاہ میں کیسے جھکتے۔ گویا

---

(32)۔۔: یعنی طیبہ کی خاک دونوں جہانوں سے بہتر ہے، اے (دل) کی ٹھنڈک شہر کہ وہاں محبوب اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رہتے ہیں۔

(33)۔۔: مصنف علیہ الرحمہ نے یہ روایت زرقانی کے حوالے سے لکھی تھی، تلاش بسیار کے باوجود بندہ ناچیز کو زرقانی میں نہ مل سکی البتہ مرقاۃ میں کچھ فرق کے ساتھ ملی ہے اسی کی تخریج کر دی گئی ہے۔ جاوید قادری
مرقاۃ کے الفاظ یہ ہیں: كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَرَدْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأَنْ أُعْرَفَ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول، تحت الحدیث: 82، ج 1، ص 268)

خلاّق عالم نے اپنی پہچان کا ذریعہ محمد مصطفی علیہ التحیۃ و الثنا کو بنایا۔ اور اس سے کامل و اکمل افضل و اعلی ذریعہ علم الٰہی میں اور کوئی نہ تھا۔ اس لئے ہمارے نبی سب کی عظمت و رفعت کے اظہار کا ذریعہ بن گئے اور جس کو آپ نے ظاہر کیا وہ روشن ہو گیا اور جو زبانِ مصطفیٰ پر نہ آیا وہ ایسا مخفی کہ کسی کی زبان پر اس کا تذکرہ ناممکن ہو گیا۔ اس لئے حضور نبی کریم کے ذکر اور آپ کے فضل و شرف کے اظہار سے کسی کی تذلیل کیسے ہو سکتی ہے؟

میرے والدِ محترم و استاذِ معظم حضرت مولانا الحاج علامہ ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی ناظم و مفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور نے ایک مرتبہ اپنے درس میں فرمایا: اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں کسی نے یہ مصرعہ پڑھا کہ۔

شان یوسف بھی گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی

اعلی حضرت ناراض ہوئے فرمایا: یہ غلط ہے، یہ کہو کہ

شان یوسف بھی بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی

اور واقعی سچی بات ہے ہمارے نبی کسی کو گھٹانے نہیں آئے بلکہ بڑھانے آئے ہیں۔ حضور کو کسی سے عزت نہ ملی، ان کو معزز فرمانے والا ان کا رب ہے، لیکن حضور سے سب کو عزت ملی۔

غرضیکہ اگر اس قسم کی مثالیں دی جائیں تو ایک الگ کتاب بن جائے۔ تاہم یہ ظاہر بلکہ بدیہی امر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کے بیان سے کسی کی شان میں کمی نہیں آتی۔

محمود رضوی

جَامعُ الصّفات

حسنِ یوسف دم عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (34)

سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات ہیں، کوئی کمال ایسا نہیں جو آپ میں نہ پایا جاتا ہو، اور کوئی خوبی ایسی نہیں جو آپ میں موجود نہ ہو۔یعنی میرے آقا ہر فضل وشرف کے مالک اور آپ کے اوصاف عیبِ تناہی سے پاک ومنزہ ہیں۔

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور فضل وشرف کے سورج اور حسن وخوبی کے چاند ہیں، اسی فضل کے سورج سے نور لے کر تمام انبیاء کرام چمکے ہیں، یعنی حضور اصل ہیں اور سارے انبیاء فرع ہیں آپ سورج ہیں اور سارے رسل تارے ہیں۔

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا
نیّرِ نور ہو تم سارے رسل تارے ہیں

جس طرح ستارے آفتاب سے نور لے کر دمکتے ہیں، لیکن کب چمکتے ہیں جب کہ آفتاب چھپا ہو، اسی طرح تمام انبیاء کرام اسی آفتاب فضل سے نور لے کر چمکے اور اس وقت تک چمکتے رہے جب تک کہ آفتابِ نبوت کے نیّرِ اعظم نے صحنِ عالم میں قدم نہ رکھا۔

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

یعنی انبیاء میں جو فضائل وکمال تھے وہ حضور کے نور کا ایک قطرہ تھا، اور جن معجزات کا ان

---

(34)۔۔: آپ یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسی علیہ السلام کی پھونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔

سے ظہور ہوا وہ سب نورِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے فیضان کا ظہور تھا، اگرچہ ہر نبی ایک مستقل نبی تھا، ان کی نبوتیں حضور کا ظل یا پرتو[35] نہ تھیں۔ مگر نبیوں کو نبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ میں ملی تھی۔

لَا وَ ربِّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وَكُلُّهم مِن رَسُولِ الله مُلتمسٌ   غَرفاً مِنَ البحراورشفاً مِنَ الدَّيِمِ

تمام انبیاء حضور کے دریائے اخلاق کا ایک چلو اور آپ کے ابرِ کرم کا ایک جرعہ[36] لینے کے طالب ہیں۔[37]

یعنی محبوبِ خدا سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ایسا بے مثال دربار ہے اور آپ ایسے سخی ہیں کہ آپ کے ابرِ کرم سے تمام انبیاء سیر اب ہوئے اور آپ ہی کے جود وسخا و بحرِ علم سے علم و معرفت کے خزینے حاصل ہوتے ہیں۔

امام بیہقی حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں: إِنَّ أَكرَمَ خَلِيفَةِ الله عَلَي اللهِ أَبُو القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ رب کے سب میں بڑے بزرگ خلیفہ حضورعلیہ السلام ہی ہیں۔[38]

خلیفہ خدا کا نائب اور اس کی قدرت کا نمونہ ہوتا ہے، شہنشاہ، نعم واکرام کی تقسیم نائبوں سے کراتے ہیں کیونکہ حضور اللہ عزوجل کے نائب اکبر ہیں' اسی لیے نعم و اکرام کی تقسیم حضور کے دربار سے ہوتی ہے۔

---

(35)۔۔:عکس، سایہ

(36)۔۔:گھونٹ۔ مرادی معنی: ایک قطرہ

(37)۔۔:عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، البیت:39، ص130

(38)۔۔:شعب الایمان، الایمان بالملائکۃ، فصل فی معرفۃ الملائکۃ، ج1، ص308

مسند الحارث، کتاب علامات النبوۃ، باب فی فضلہ، ج2، ص872، حدیث:935

بخدا خدا کا یہ ہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو وہاں نہیں تو یہاں نہیں

حضور علیہ السلام قاسم کائنات میں فتح و نصرت علم و معرفت ، رحمت و مغفرت نعمت و برکت غرض یہ کہ کارخانہ الہیہ کی باگ دوڑ حضور ہی کے مقدس ہاتھ میں ہے۔

دونوں جہاں میں بانٹتے ہیں صدقہ صبح و شام
ایسے بڑھے ہوئے ہیں رسولِ خدا کے ہاتھ

بھکاری آتے ہیں اپنی جھولیاں گوہر مراد سے بھر کر جاتے ہیں، سائلین کا ہجوم ہے جو مانگتا ہے پاتا ہے، جو آتا ہے لے کر جاتا ہے، اُس دربار کے دروازے ہر وقت ہر ان ہر شخص کے لیے مفتوح ہیں، کیونکہ ”نا“ کہنا اس رحمتِ عالم کی عادت نہیں ہے یہاں سائل کو کبھی نفی میں جواب نہیں ملا ہے۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فُزوں
اور ” نا“ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

قاسمِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعطِي خدا دیتا ہے تقسیم میں فرماتا ہوں۔(39)

یہ حدیث کتنی مختصر ہے لیکن معانی کے لحاظ سے نہایت جامع ہے، کیوں نہ ہو زبان رسول کے الفاظ ہیں، اس حدیث کے معانی و مفہوم کے بیان کے لیے دفتر درکار ہیں، یہاں آپ صرف اس حدیث کے ایک پہلو پر غور کیجئے، حضور فرماتے ہیں: واللہ یعطی(40) کا قاسم ہوں یعنی تقسیم کسی قید سے مقید نہیں ہے، نہ اس میں زمانہ کی قید ہے نہ وقت کی نہ ساعت کی قید ہے نہ مانگنے والے کی نہ عطیہ کی قید ہے، نہ لینے والے کی، گویا مقصودِ حدیث یہ ہے کہ ہر چیز کا معطی خدا ہے اور میں ہر چیز کا قاسم ہوں۔

---

(39)۔۔: صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً۔۔الخ، ج1، ص43 حدیث: 71

(40)۔۔: ترجمہ: اللہ عطا فرماتا ہے

کلمہ اِنّما

حدیث مذکورہ میں کلمہ ''اِنّما'' بھی قابلِ غور ہے۔ اِس کلمہ نے حصر کا فائدہ دیا ہے، اب یہ معنی ہوئے کہ حضور ہی قاسم ہیں، ان کے سوا اور کوئی قاسم نہیں ہے۔ ہر نعمت کی تقسیم انہیں کے سپرد ہے جس کو جو ملے گا انہیں کے در سے انہیں کے وسیلے اور واسطے سے ملے گا، ان کے وسیلہ کے بغیر اگر خدا سے طلب کیا جائے تو ہرگز نہ ملے گا۔

بے اُن کے واسطہ کہ خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السلام قاسم علی الاطلاق ہیں، ازل سے ابد تک جس کو جو ملا یا ملے گا سب انہیں کی بارگاہ سے بٹا اور بٹتا ہے، اسی لیے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وكلُّ آيٍ اَتَي الرُّسُلُ الكِرامُ بِها   فاِنّمَا اتّصلَت من نورهِ بِهِمِ

انبیائے کرام جو معجزات اُمم سابقہ پر لائے وہ سب حضور پاک کی لمعانیت اور تابانیت سے انہیں حاصل ہوئے تھے۔[41]

اور یہ عقل بھی مانتی ہے کہ جب انبیاء کرام حضور کے خلفاء و نائبین ہیں اور حضور سید المرسلین نبی الانبیاء ہیں جس پر قرآن حکیم شاہد ہے تو انبیائے سابقین کے تمام معجزات و کرامات، فضائل و محاسن ہمارے حضور کا عطیہ نہیں تو اور کیا تھے۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں: فجميع ما ظهر على ايدى الرسل عليهم السلام سواه من الأنوار فإنما هو من نوره الفائض انبیاء کرام و رسل عظام سے جو معجزات ظاہر ہوئے وہ سب حضور کے فیض کا ظہور تھا۔[42]

اب رہا یہ سوال کہ تمام انبیاء حضور کے نور سے کیسے مستفیض ہوئے، اس کے متعلق علامہ

(41)۔۔۔:عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، البیت:52، ص151

(42)۔۔۔:مواہب لدنیہ، المقصد الرابع، الفصل الثانی: فیما خصہ اللہ تعالی بہ۔۔۔الخ ج2، ص243

مرزوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سب سے اول جو فیضانِ نورِ محمدی ظاہر ہوا وہ پیشانیٔ آدم علیہ السلام میں ہوا جب کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر تعلیمِ اسماء فرمائی، اور مقام جوامع الکلم محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے نوازا اور حضرت آدم نے ملائکہ پر وہ علم الٰہی ظاہر کیا حتی کہ مخلوق الٰہی کا ظہور ہوا اور اصلاب و انساب بدلتے بدلتے زمانہ سید المرسلین آیا۔

اندرج فی نورہ کل نور، وانطوی تحت منشور آیاتہ کل آیۃ لغیرہ من الانبیاء، ودخلت الرسالات کلھا فی صلب نبوتہ، والنبوات کلھا تحت لواء رسالتہ

تو نورِ محمدی میں تمام انوار مندرج ہوگئے اور تمام انبیاء کے معجزات و آیات حضور کے دفترِ آیات میں لپٹ گئے اور تمام رسالتیں سلب نبوت مصطفویہ میں آگئیں، اور تمام نبوتیں لوائے رسالتِ محمدیہ میں داخل ہوگئیں۔ (43)

تو ہے خورشید رسالت پیارے چھُپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیا اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نُور لیا کرتے ہیں

ناظرین کرام! اس مختصر سی تقریر سے روشن ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام میں جو بھی فضائل و کمال تھے وہ سب ہمارے نبی کریم کا صدقہ اور آپ ہی کا فیض تھا، لیکن اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مضمون کو اور مدلّل کر دیا جائے تاکہ شبہات کے دروازے مضبوطی سے بند ہو جائیں، اور کسی باغی کو مجالِ اعتراض نہ رہے۔ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ﴾ یہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی، اے رسول آپ بھی ان کی موافقت کیجئے۔ (44)

لغت میں اقتدا کے معنی شخصِ ثانی کا شخص اول کے موافقت کرنے کے ہیں۔ آیت بالا پر

---

(43)۔۔:حوالہ سابق

(44)۔۔:پارہ 7، الانعام، آیت:90

سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو انبیاء کرام کی اقتداء (پیرو) ہونے کا حکم ہورہاہے۔ حالانکہ یہ معنیٰ کافہ اہل اسلام کے اس عقیدہ مسلّمہ کے خلاف ہے کہ حضور امام الانبیاء ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الاولین و آخرین، افضل النبیین ہونا قطعی ایمانی، اذعانی، ایقانی، یقینی، اجماعی مسئلہ ہے، اور کتاب مجید واحادیث حمید سے ثابت ہے، اس مسئلہ کی پوری تحقیق تو اعلیٰ حضرت کے رسالہ "تجلی الیقین بانّ نبیّنا سید المرسلین" میں موجود ہے یہاں ہم مختصراً عرض کرتے ہیں:

(1) قرآن حکیم میں ارشاد ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ﴾ یہ رسول ہیں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ان میں وہ بھی ہیں جنھوں نے خدا سے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جن کو ہم نے درجوں بلندی عطا فرمائی۔[45]

اس آیت میں ارشاد ہورہاہے کہ خلق کی ہدایت کے لیے انبیاء تشریف لائے مگر تمام انبیاء ایک درجہ اور ایک مرتبہ کے نہ تھے، بعض کو بعض پر فضیلت ہے، کوئی "کلیم اللہ" ہے کوئی "خلیل اللہ" ہے کوئی "ذبیح اللہ" ہے اور بعض پیغمبر ایسے ہیں جو بہت بلند مرتبہ ہیں۔ جمہور مفسرین فرماتے ہیں "رَفَعَ بَعْضَهُمْ" سے مراد ذاتِ ستودہ صفات سرورِ انبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[46]

گویا آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ درجہ اور وہ مرتبہ ہے جو کسی کے وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتا اور آپ کے مقام کا ادراک عقلِ انسانی نہیں کرسکتی۔

(2) ابن عساکر وبزار بسندِ صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بہترین اولاد آدم پانچ ہیں، آدم و موسیٰ و عیسیٰ و نوح و محمد علیہم السلام وخیرهم مُحَمَّد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وصلى عليهم أجمعين اور ان سب میں افضل

(45)۔۔: پارہ3، البقرۃ، آیت: 253

(46)۔۔: تفسیر خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: 253، ج1ص193

واعلیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔[47]

(3) امام بخاری تاریخ میں طبرانی اوسط میں بیہقی وابونعیم حضرت جابر سے راوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:أَنَا قَائِدُ المُرسَلِينَ وَلَا فَخرَ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخرَ میں تمام انبیاء ومرسلین کا پیشوا ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں۔[48]

(4) امام ترمذی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:أَنَا خَيرُهُم نَفسًا، وَخَيرُهُم بَيتًا میں تمام مخلوق الٰہی سے افضل واعلیٰ ہوں، میرا خاندان تمام خاندانوں سے بہتر ہے۔[49]

(5) حاکم و بیہقی حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی، حضور نے فرمایا:أَنَا سَيِّدُ العَالَمِين میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔[50]

(6) حکیم ترمذی و بیہقی و ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اور مجھے اپنا حبیب بنایا پھر خدا نے مجھ سے فرمایا: وعِزَّتِي وجَلالِي لأُوثِرَنَّ حَبِيبي على خَلِيلِي ونَجِيِّي کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اپنے حبیب کو خلیل و نجی پر فضیلت دوں گا۔[51] الغرض آیات واحادیث سے روشن ہے کہ ہمارے حضور امام الاولین و آخرین و پیشوائے مرسلین ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل و اعلیٰ ہیں یعنی

ملکِ کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

---

(47)۔۔:مسند البزار، عدی بن ثابت، ج17، ص141، حدیث:9737

(48)۔۔:سنن دارمی، باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل، ص197، حدیث:50

(49)۔۔:سنن ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج5، ص350، حدیث:3627

(50)۔۔:مواہب لدنیہ، المقصد السادس، النوع الاول: فی آیات تضمن تعظیم قدرتہ۔۔الخ، ج2، ص402

(51)۔۔:شعب الایمان، فصل فی مراتب نبینا۔۔الخ، ج3، ص81، حدیث:1413

" بَعۡضَهُم " سے مراد انبیاء کے ذاتی کمالات ہیں اور " اِقۡتَدِہۡ "[52] کے معنی یہ ہیں کہ اے محبوب آپ کمالاتِ انبیاء کے جامع ہو جایئے، اسی لیے جمہور مفسرین اسی آیت سے حضور علیہ السلام کا افضل المرسلین وجامع الصفات ہونا ثابت کرتے ہیں کہ تمام خصائل، کمال وصفات وشرف جو انبیاء ومرسلین میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں، مثلاً شکر نوح علیہ السلام، خلیفہ ابراہیم، معجزات و آیات موسیٰ و عیسیٰ، صبر ایوب ویعقوب، ملک سلیمان و داوٗد علیہم السلام، یہ سب انبیاء کے ذاتی کمالات ہیں، اور حضور ان کے جامع ہیں، اس لیے افضل المرسلین ہیں۔ چنانچہ تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت مسطور ہے:

ثم إن الله تعالى أمر نبيه صلى الله عليه وسلم أن يقتدي بهم وجمع له جميع الخصال المحمودة المتفرقة فيهم فثبت بهذا البيان أنه صلى الله عليه وسلم كان أفضل الأنبياء لما اجتمع فيه من هذه الخصال التي كانت متفرقة في جميعهم

پھر اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انبیاء کی موافقت کریں تو اللہ نے نبی علیہ السلام میں تمام انبیاء کرام کے خصالِ حمیدہ کو جمع کر دیا پس یہاں سے ثابت ہوا کہ آپ افضل المرسلین ہیں کیونکہ آپ میں وہ تمام کمالات مجتمع ہیں جو انبیاء میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔[53]

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے حضور علیہ السلام کا انبیاء کے تمام کمالات کا جامع ہونا ثابت ہو گیا اور یہ روشن ہو گیا کہ ہمارے حضور جمیع انبیاء کے خصائل و کمال کے مجتمع ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اسی آیت کی ذرا اور تفصیل کریں۔ لہذا قارئین کرام آیۂ کریمہ ﴿كَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبۡرٰهِیمَ﴾ سے غور کریں، سورہ انعام کے اس رکوع میں اللہ عزوجل نے

---

(52)۔۔:اس سے پہلے یہ آیت گزری ہے جس کی طرف مصنف اشارہ فرما رہے ہیں: اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقۡتَدِهۡ ؕ

(53)۔۔: تفسیر خازن، الانعام، تحت الآیۃ:90، ج2، ص34

اٹھارہ انبیاء کا ذکر فرمایا ہے[54] اور ترتیب زمانی و ترتیب مراتب کو چھوڑ کر ایک اور ترتیب بدیع اختیار فرمائی ہے۔وھو ھذا

(1)اول ترتیب اصول نسب

اس صنف میں حضرت نوح و ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے، کیونکہ جملہ انبیاء عالم کے انساب انہیں پر منتہیٰ ہوتے ہیں اور اکثر اقوام کا انتسابِ نسلی انہیں کی جانب ہے۔

اصولِ نسب کی اس بنیاد پر ہمارے نبی کریم کو یہ فضل و شرف حاصل ہے کہ قیامت کے دن سب کے حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے، صرف حضور ہی کا انتساب باقی رہے گا۔ چنانچہ ابن عساکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنقَطِعٌ يومَ القِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي قیامت کے دن سب کے حسب و نسب منقطع ہو جائیں گے صرف میرا حسب و نسب باقی رہے گا۔[55]

---

(54)۔۔:وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ(۸۴) وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ(۸۵) وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(۸۶) ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو اور زکریا اور یحیی اور عیسٰی اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔(پارہ7،الانعام:84تا86)

ان تین آیات میں 17 انبیا کا ذکر ہے جبکہ اسی رکوع کے شروع میں حضرت ابراہیم کا تذکرہ ہے تو یوں یہاں 18 انبیائے کرام کا ذکر مکمل ہوا۔

(55)۔۔:تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر،زید بن عمر بن الخطاب،ج19،ص485

مصنف عبد الرزاق،باب نکاح الصغیرین،ج6،ص164،حدیث:10354

جواہر البحار،الجزء الثانی فی فضائل النبی المختار،ج1،ص384

(2) دوم ترتیب بلحاظ ملک و قدرت

اس صنف میں حضرت داؤد علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا، کیونکہ آپ کی عظیم الشان اور جہاں گیر حکومت و سلطنت و ملک و قدرت و عزت و شوکت و جاہ و جلال کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

اصولِ حکومت کے لحاظ سے دیکھئے کہ حضور ہی وہ مقدس ہستی ہیں جس نے عرب کو پنجہ اغیار سے چھڑایا اور بادیہ نشینوں کے سروں پر فرماں روائی کا تاج رکھا، عرب کی وحشی اور جاہل قوم کو حکمت و موعظت والا بنادیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ملک عرب کو سرسبز و شاداب اور ظلم و استبداد (56) کو مٹا کر عدل و انصاف قائم کیا اور اگر حکومت و سطوت کے لحاظ سے دیکھنا ہے تو عنقریب اس کی تفصیل آجائے گی۔

(3) سوم ترتیب بلحاظ معجزات و ظہور آیات

اس صنف میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں، معجزات و آیات کے لحاظ سے ہمارے نبی کریم کو یہ شرف وبزرگی حاصل ہے کہ انبیاء کو گنتی کے معجزے ملے، اور آپ کو اتنے معجزات عطا ہوئے جن کا شمار ناممکن ہے، ہمارے نبی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہینِ صادقہ و آیاتِ باہرہ سے فرعون سرشت لوگوں پر حجت الہیہ کا اتمام کیا اور ماہر فن پر راہِ نجات کھول دیں۔

حضور نے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح منبر کو اپنے فصیح و بلیغ خطبہ سے اور محراب کو امامتِ کبریٰ سے سربلند فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے جان چیزوں میں جان ڈال دی، اور سوکھی ہوئی لکڑی کو دردِ محبت کا شناسا بنادیا، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(4) چہارم ترتیب بلحاظ مراتب صبر و شکر

اس صفت میں حضرت ایوب و یوسف علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے، صبر و شکر کے لحاظ سے

---

(56): ظلم و ستم سے حکومت کرنا

دیکھا جائے تو حضور صبر و شکر کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی سرکشی و تابانی دیکھ کر اپنی نگاہ قہر سے زمین وآسمان میں تہلکہ مچادیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دربارِ ایزدی میں عرض گزاری: ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ میں اپنی پریشانی و حزن قلبی کی شکایت خدا سے کرتا ہوں۔[57] حضرت ایوب علیہ السلام نے بے قرار ہو کر دربارِ احدیت میں عرض کی: ﴿رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (۸۳)﴾ اے رب مجھے نقصان پہنچاہے اور توارحم الراحمین ہے۔[58]

اگرچہ نوح و ایوب و یعقوب علیہم السلام کا دربارِ خداوندی میں عرض و معروض کرنا بے صبری نہیں ہے، مگر محمد مصطفیٰ حبیب کبریا علیہ التحیۃ و الثناء کا نرالا، انوکھا صبر ہے، امت نے پتھر برسائے، کانٹے بچھائے، مصیبت و آلام کے پہاڑ توڑے مگر رحمت اللعالمین نے صبر و شکر کی وہ مثال قائم کی ہے جو اس سے قبل چشمِ فلک نے نہ دیکھی اور آپ نے ساری ساری رات امت کے لیے دعامیں گزار دی۔

ہیں دُعائیں سنگِ دشمن کے عوض
اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

(5) پنجم ترتیب بلحاظ زہد و اعراض عن الدنیا

اس صفت میں حضرت زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے زہد کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ دو جہاں کے مالک ہیں کونین کے شہنشاہ ہیں لیکن زہد یعنی دنیا کے مال و منال سے ایسی بے رغبتی ہے کہ ایک معمولی سی چٹائی آپ کا بستر اور جو کی روٹی آپ کی غذا ہے۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(57)۔۔:پارہ12،یوسف، آیت:86

(58)۔۔:پارہ17،الانبیآء، آیت:83

کشورِ ثقلین[59] ہیں مگر دربارِ نبوت نقیبِ چاوش[60] اور خیل و حشم[61] نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود شوکتِ الہیہ ایسی ہے کہ نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکر تصویر نظر آتا ہے۔

اعراض عن الدنیا کے متعلق یہ کہہ دینا کافی ہے کہ شب وصال شہنشاہِ عرب و عجم کے دولت کدہ میں چراغ کے لیے تیل بھی نہیں تھا، حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلا دِرهَمًا وَلا بَعِيرًا وَلا شَاةً کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وصال نہ درہم و دینار چھوڑے اور نہ اونٹ اور بکریاں۔[62]

یہ تھی حضور سید المرسلین خاتم النبیین حاکمِ کائنات متصرفِ موجودات کی دنیا سے بے رغبتی مگر افسوس باغیوں نے یہ دیکھ کر غلط نتیجہ نکالا اور آپ کو مجبور ولاچار جیسے بے ہودہ الفاظ سے یاد کیا جو ان کے خبثِ باطنی پر دلالت کرتا ہے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(6) ششم ترتیب بلحاظ تبلیغ امم مختلف

اس صنف میں حضرت اسمٰعیل و یونس و لوط و الیسع علیہم السلام کے نام مذکور ہوئے ہیں، تبلیغ کے اس اصول پر دیکھئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض نبوت کو جس خوش اسلوبی سے سر انجام دیا اور تکمیلِ شریعت و تزکیہ نفوس تاسیسِ اسلام کے عظیم الشان کام کو جس حسن و خوبی کے ساتھ ادا کیا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ یہاں یہ کہنا ہی کافی ہے کہ عین اس موقع پر جب کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کا خطبہ دے رہے تھے، وہ خطبہ جو فرائض

---

(59)۔۔:دوجہاں کے بادشاہ

(60)۔۔:سلاطین وامرا کی سواری کے آگے آگے مقررہ نعرے لگاتا ہوا چلنے والا

(61)۔۔:نوکر چاکر، خادموں اور ملازموں کا ایک گروہ

(62)۔۔:سنن ابی داوٗد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی مایومر بہ من الوصیۃ، ج3، ص153، حدیث:2863

نبوت کا آخری خطبہ تھا یہ آیت اتری:

﴿اَلیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم وَاَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلاَمَ دِینًا﴾ آج ہم نے تمہارے دین کو کامل و مکمل کر دیا اور تمام نعمتوں کا اتمام کر دیا اور دینِ اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا۔ (63)

جو اس طرف اشارہ ایزدی تھا کہ میرے محبوب نے فرائض و نبوت کو تمام و کمال پورا فرمادیا ہے، اور میرے احکام کو باحسن وجوہ تم تک پہنچایا ہے اس لیے اب روحِ قدس کو عالمِ جسمانی میں رہنے کی حاجت نہیں ہے، اسی آیت کو سن کر صدیق اکبر نے گریہ فرمایا تھا، لوگوں نے سبب گریہ دریافت کیا تو صدیق نے فرمایا: اس آیت سے وصال نبوی کی خوشبو آرہی ہے۔

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لحاظ سے دیکھئے اور موازنہ و تقابل کیجئے، آپ میں تمام انبیاء و مرسلین کے فضائل و کمال پائے جاتے ہیں، اور آپ جامع الصفات ہیں۔

ناظرین! سورہ انعام کے اس رکوع جس میں اللہ عزوجل نے انبیاء کے ذکر فرمائے ہیں اور جو ترتیب بدیع (64) اختیار فرمائی ہے اور جس ترتیب کو ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اس کو ذہن میں رکھ کر اسی رکوع کی آخری آیت جو ہمارا موضوع ہے تلاوت کیجئے۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ ھَدَی اللّٰهُ فَبِھُدٰھُمُ اقتَدِہ ؕ﴾ یہ نبی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی، آپ بھی انہیں کی راہ چلیے۔ (65)

اس کی تلاوت کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آیت مذکور نبی علیہ السلام کو ان جملہ صفات انبیاء کا جامع بتارہی ہے، تو آپ وثوق تام اعتراف کریں گے یہ مقام جامع بھی سرکار کے خصائصِ عظمیٰ میں سے ہے، فالحمدُلِلّٰہِ علیٰ ذالک

اس تمہیدی نوٹ کے بعد ہم سید الانبیاء و دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کے فضائل ایمان کا

---

(63)۔۔: پارہ 6، المائدۃ، آیت: 03

(64): انوکھی ترتیب

(65)۔۔: پارہ 7، الانعام، آیت: 90

بالتفصیل موازانہ وتقابل پیش کرتے ہیں۔

(1) مسجُودِ ملائک

نہ ہو آقا کو سجدہ آدم و یوسف کو سجدہ ہو   مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا

حضرتِ آدم علیہ السلام مسجودِ ملائک ہوئے، تمام ملائک نے آپ کو سجدہ کیا، حضور علیہ السلام نے سجدہ کو حرام قرار دیا، لہذا آپ کو سر سے نہیں دل سے سجدہ ہوا، یعنی حضرت آدم کے لیے صرف ملکوتیوں کی پیشانیاں جھک گئیں اور محبوب خدا کے لیے بنی نوانسان کے قلوب جھک گئے وہ مسجود ملائک بنے یہ محبوب خلائق ہوئے، اُنہیں سروں نے سجدہ کیا، اِنہیں دلوں نے سجدہ کیا، ظاہر ہے کہ دل کا سجدہ سر کے سجدہ سے افضل ہے۔

امام ابو نعیم ثعلبہ بن مالک سے راوی کہ ایک اونٹ نے جب بارگاہِ نبوی میں سجدہ کیا تو صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی: نَحن أَحَق أَن نسجد للنَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم حضور جب جانور سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔[66]

اس حدیث سے روشن ہے کہ صحابہ کرام حکم نبوی کی تعمیل میں پیشانیاں تو نہ جھکاتے تھے مگر قلوبِ صحابہ حضور کے لیے جھکے ہوئے تھے۔

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا   دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

بلکہ جس طرح تمام مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں، کعبہ جہت سجدہ ہوتا ہے اور سجدہ خدا کو ہوتا ہے اسی طرح عرفائے کرام[67] حقیقتِ محمدیہ کو سجدہ کرتے ہیں، جہت سجدہ آپ ہوتے ہیں اور سجدہ خدا کو ہوتا ہے، یعنی

---

(66)۔۔: دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثامن عشر، باب فی ذکر اخبار من شکوی البہائم۔۔الخ، ص228 خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج2، ص96 بتغیرٍ

(67)۔۔: معرفت، پہنچان والے افراد

پوجا ہے ہم نے تجھ کو محرابِ بیخودی میں سو حُسن آ گئے ہیں آدابِ بندگی میں

سجدہ کیسے ہوا؟

سیدنا آدم علیہ السلام کی یہ تعظیم و تکریم کیوں ہوئی؟ اور آپ کو یہ فضل و شرف کیوں حاصل ہوا؟، تمام فرشتوں حتی کہ ملکوتیوں کے شہنشاہ جبریل امین نے بھی اپنی جبینِ نیاز جھکا دی ،اس کے متعلق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:**ان الملئکۃ امرو بالسجود لادم لاجل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جبھتہ** سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے ملائکہ کو سجدہ کا حکم اس لیے ہوا کہ ان کی پیشانی میں نورِ محمدی جلوہ گر تھا۔(68)

حضرت امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

کان صلی اللہ علیہ وسلم ھو المقصود من خلق آدم علیہ السلام ومن ثم لم یکن سجود الملائکۃ الا لنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خلق آدم سے مقصود حضور علیہ السلام ہی تھے اس لئے یہ سجدہ حقیقت میں نور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔(69)

مقصودِ ذاتِ اُوست دگر جملگی طفیل مقصود نور اوست وگر جملگی ظلام(70)

یعنی جب نور نبوی کو زمین و آسمان و پہاڑ امانت رکھنے کے متحمل نہ ہوئے تو انسانِ کامل نے اس امانت کے بار کو اٹھایا جس کی طرف یہ آیہ کریمہ مشیر ہے کہ ﴿اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا﴾ ہم نے نورِ نبوی کو زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا، وہ اس امانت کے بار کے متحمل نہ ہوئے۔(71)

---

(68)۔۔:مواہب لدنیہ، المقصد الرابع، الفصل ثانی فی ماخصہ اللہ تعالی بہ۔۔الخ، ج2، 244/2

(69)۔۔:المنح المکیۃ بشرح الھمزیۃ، ص97 ملخصًا

(70)۔۔:ترجمہ: مقصود ان کی ذات ہے باقی تمام طفیلی ہے، فقط انہی کا نور دکھائی دیتا ہے باقی سب تاریکیاں ہیں

(71)۔۔:پارہ22، الاحزاب، آیت:72

تو یہ نور موفور السرور ابوالبرکات سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا، اس وقت رب العزت نے اس نور کی تعظیم و توقیر کے لیے قدسیوں کو سجدہ کا حکم دیا، نوری سجدے کے لیے جھک گئے اور یہ سجدہ حقیقتاً نور مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کو اور ظاہراً آدم علیہ السلام کو ہوا جہت سجدہ آدم بنے اور سجدہ نورِ نبوی کو ہوا، لہذا حقیقت میں مسجود ملائک حضور ہی ہیں۔

سجدہ کیوں ہوا؟

سجودِ ملائکہ سے سیدنا آدم علیہ السلام کی تشریف (72) مقصود تھی، خدا نے تمام ملائکہ سے سجدہ کرا کر آپ کے فضل و شرف کا اظہار فرمایا، مگر یہ شرف مستمر نہ ہوا، ایک ساعت کے لیے تھا، ایک وقت معین میں ہوا، لیکن سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو وہ اعزاز بخشا جس سے تمام مقبولانِ بار گاہِ ایزدی محروم رہے اور آپ کے فضل و شرف کو ایسی چیز کے ساتھ ظاہر فرمایا، جو ہمیشہ رہے گا، اور قیامت تک تشریف نبوی کے خطبے پڑھے جائیں گے۔

اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا﴾ ہم نے ملائک سے فرمایا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ کیا۔(73)

اس آیت میں آدم علیہ السلام کی فضیلت کا نمایاں بیان ہے کہ آپ مسجودِ ملائکہ ہوئے ہیں لیکن "اُسْجُدُوْا" امر کا صیغہ ہے، تکرار کا مقتضی نہیں ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجود ملائکہ سے جو شرف حاصل ہوا تھا، وہ مستمر نہ تھا ایک وقت اور ایک آن واحد کے لیے تھا۔ مگر اس کے برعکس حضور سید المرسلین کی شان میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِنَّ

---

(72): شرف و منزلت، عزت

(73)۔۔: پارہ 1، البقرۃ، آیت: 34

اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ﴾ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔[74]

اس آیت میں ہمارے حضور کی شان رفیع اور منصب عالی کا بیان ہے کہ آپ پر اللہ اس کے ملائک اور مؤمنین درود بھیجتے ہیں، لفظ "یُصَلُّوْنَ" دوام واستمرار چاہتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کا ہر فضل مستمر ہے، اور صلوۃ بر نبی ملائکہ کا اشغال دائمی ہے، نیز رب العالمین نے صلوات کو اپنی ذاتِ قدسی سے نسبت دی ہے اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار میں رب العالمین نے اپنی ہستی کو شریک فرمالیا، اس لیے حضور کی شان بلند کی رفعت اور بھی برتر ہو جاتی ہے اور یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو فضیلت ہمارے حضور کو "صلوٰۃ" سے حاصل ہو رہی ہے وہ اس فضیلت سے بہت افضل و اکرم ہے جو آدم علیہ السلام کو سجود ملائک سے حاصل ہوئی تھی اور صلوٰۃ کا مرتبہ سجود سے بہت تفوق اور برتری رکھتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اسی مضمون کو خصائص کبریٰ میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

اَن ذَاك وَقع وَانقطع وتشريفه صلى الله عَلَيهِ وَسلم بِالصَّلَاةِ مُستَمر أبدا وَالثَّانِي أَن ذَاك حصل من المَلَائِكَة لَا غير وتشريفه صلى الله عَلَيهِ وَسلم بِالصَّلَاةِ حصل من الله وَالمَلَائِكَة وَالمُؤمنِينَ

حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ ہوا وہ منقطع ہو گیا اور حضور کی تشریف بالصلواۃ دائمی ہے، حضرت آدم کو سجدہ صرف ملائکہ نے کیا اور حضور کے فضل و شرف کے اظہار میں خود خالق کائنات شریک ہے۔[75]

کس سے ممکن ہے صفت حضرت رَسول اللہ کی
جب کہ خالق خود کرے مدحت رسولُ اللہ کی

---

(74)۔۔:پارہ22،الاحزاب، آیت:56

(75)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر موازنۃ الانبیاء فی فضائلھم۔۔الخ، باب ما اوتی آدم علیہ السلام۔۔الخ، ج2، ص305

(2) تعلیم آدم

حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا﴾ ہم نے آدم کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔[76] اسی آیت میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر بطورِ شاگرد ربانی کے فرمایا گیا ہے جس سے آپ کی یہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جس نفسِ قدسی کی تعلیم خود علام الغیب نے فرمائی ہو، ان کا علم و فضل کیسا کامل و مکمل ہو گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی شان میں بھی لفظ علم وارد ہوا ہے، اور آپ کو بھی تلمیذ رب العالمین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (۱۱۳)﴾ محبوب جو تم نہ جانتے تھے، ہم نے تم کو سکھایا اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔[77]

قرآن حکیم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا، لیکن لفظ "عَلَّمَكَ" یہ بتارہا ہے کہ آدم علیہ السلام کو صرف اسماء کی تعلیم ہوئی تھی اور حضور کو اسم و مسمیٰ دونوں کی تعلیم دی گئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کو اُمی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعلیم خطیرہ قدس میں تکمیل کو پہنچی ہے اور آپ نے کسی کے آگے زانوئے ادب تہ نہیں فرمایا ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ جب رب العالمین نے حضور کو اپنے تلمیذ میں لے لیا تو آپ نے جملہ علوم و معارف کے دفتر کھول دیئے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے
وہ راز اک امی لقبی نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

حضور استادِ عالم ہیں

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت یہ کہہ کر ظاہر فرمائی

---

(76)۔۔:پارہ 1، البقرۃ، آیت: 31

(77)۔۔:پارہ 5، النسآء، آیت: 113

گئی ہے کہ آپ شاگرد ربانی ہیں، مگر حضور کا یہ اعزاز و اکرام ہے اور آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جہاں آپ کے فضل و شرف کو شاگر دِرب العالمین کہہ کر ظاہر فرمایا ہے وہاں یہ بھی اعلان موجود ہے کہ آپ استادِ عالم ہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ(۱۵۱) ﴾ یہ نبی تمہیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور ان علوم کی تعلیم دیتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ (78)

اس آیت میں حضور علیہ السلام کا ذکر بطور استادِ عالم کے فرمایا گیا ہے یعنی ہمارے نبی شاگر دِرب العالمین اور استاد عالَم ہیں، کتاب سے مراد شرائع الٰہیہ ہیں اور لفظ حکمت میں تمام علوم و فنون داخل ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استاد ہر علم و فن ہیں۔

اُمی دقیقہ دان عالم — بے سایہ سائبان عالم

عہد آدم

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ﴾ ہم نے آدم سے پہلے عہد لیا تھا مگر وہ بھول گئے۔ (79)

اس آیت میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے علم میں نسیان کا ثبوت ہوتا ہے، وہاں ان کی براءت اور آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے سے بھی روکا جارہا ہے، اور فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے جو عہد آدم علیہ السلام سے لیا تھا اس کا خلاف ثمر و سرکشی اور بغاوت پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ اس فعل کا صدور بوجہ نسیان ہوا تھا، لہذا اب کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کی شان میں کوئی غیر مناسب جملہ کہے۔

حضور کا علم نسیان سے پاک ہے:

(78)۔۔: پارہ 2، البقرۃ، آیت: 151

(79)۔۔: پارہ 16، طٰہٰ، آیت: 115

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓی﴾ محبوب ہم تم کو پڑھاتے رہیں گے اور تم کو نسیان نہ ہو گا۔[80]

آیتِ مذکورہ سے ظاہر ہوا تھا کہ آدم علیہ السلام کے علم میں نسیان موجود تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نسیان عوارض بشریت سے ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعلان ہو رہا ہے کہ میرے محبوب کا علم نسیان سے پاک ہے اور عوارضِ بشریت کو رسالتِ نبویہ سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

بشر ضرور ہیں پر داخل انعام نہیں — شمار دانہ تسبیح میں امام نہیں

ایک شبہ کا ازالہ:

آیت بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے پاک ہے مگر احادیث صحیحہ سے آپ کے فعل میں سہو کا ذکر آیا ہے، چنانچہ حدیث ذوالیدین سے حضور کا دو رکعت پر سلام پھیرنا[81] اور حدیث ابن مسعود سے آپ کا ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھانا مذکور ہے۔[82]

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت و حدیث متعارض نہیں ہیں، کیونکہ نسیان کا تعلق علم سے ہے۔ اور سہو کا تعلق فعل سے ہے، لہٰذا احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ فعل نبوی میں سہو واقع ہوا، علم میں نہیں بلکہ حضور کے افعال بھی سہو سے پاک ہیں اور نماز میں جو سہو ہوا اس کے متعلق شُرّاح احادیث فرماتے ہیں، یہ تعلیم امت کے لیے تھا۔

علمِ آدم کی وسعت:

جمہور مفسرین آیہ ﴿عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **فعلمه جميع اسماء المسميات بكل اللغات** اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام مسمیات کے اسماء ہر لغت

---

(80)۔۔:پارہ30،الاعلیٰ، آیت:6

(81)۔۔:سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب السہو فی سجدتین، ج1 ص377، حدیث:1008 ماخوذاً

(82)۔۔: صحیح بخاری، کتاب السہو، باب اذا صلی خمساً، ج1، ص413

اور ہر زبان میں سکھائے۔[83]

اور ہر قسم کی صنعت و حرفت، ماکولات و مشروبات، حیوانات و جمادات، نباتات، و معدنیات، فلکیات و عنصریات اور آپ کی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد، شہر و قری، بستیاں نعیم جنت غرضیکہ دنیا کی ہر چیز کے نام سکھائے اور نہ صرف اسماء کی تعلیم ہوئی بلکہ ان اشیاء کے بنانے کا طریقہ ان کی صفتیں خاصیتیں، ان کا دینی و دنیوی نفع و نقصان ان کی حقیقت اور ماہیت اور ان کا طریق استعمال بھی تعلیم فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ سات لاکھ زبانیں اور ایک سو پیشوں میں ماہر تھے۔[84]

ناظرین! اس تشریح سے سیدنا آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت معلوم ہو جاتی ہے کہ اللہ نے آپ کو وسیع و کثیر علم عطا فرمایا۔ لیکن حضور سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے علم پاک کی وسعت و کثرت کون بیان کر سکتا ہے؟، خود رب العزت فرماتا ہے: ﴿عَلَّمَكَ مَا لَم تَكُن تَعلَمُ﴾ محبوب جو تم نہ جانتے تھے ہم نے تم کو سکھا دیا۔[85]

اس آیت میں ہمارے حضور کے اس علم و فضل کا اعلان ہے جس کی وسعت و کثرت کا بیان ناممکن ہے ہاں یوں سمجھ لیجئے کہ آیتِ بالا میں لفظ "مَا" عام ہے جس کے عموم و اطلاق میں علم آدم بھی داخل ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کا یہ وسیع و کثیر علم حضور کے بحرِ علم کا ایک قطرہ اور آپ کے دفترِ معلومات کی ایک سطر ہے اور کیوں نہ ہو حضور کا علم تو اتنا وسیع ہے کہ لوح و قلم کا علم حضور کے علم کا ایک ٹکڑا بن گیا ہے اور عالمِ غیب و شہادت حضور کے سینہ بے کینہ کی وسعت میں سما گئے ہیں۔ علامہ بوصیری فرماتے ہیں:

فاِنّ مِن جُودِک الدُنیا وضرّتَها
وَمِن عُلومِک علمَ اللوحِ وَالقَلِمِ

---

(83)۔۔: تفسیر روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ: 31، ج 1، ص 100

(84)۔۔: حوالہ سابق

(85)۔۔: پارہ 5، النسآء، آیت: 113

حضور دنیا و آخرت آپ کے جودو کرم سے ہے اور علم لوح و قلم آپ کی معلومات کا ایک جزو ہے۔[86]

خیر یہاں ہمیں آپ کے علم پاک کی وسعت کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ وہ بیان ہی ہو سکتا ہے، اس وقت ہم آپ کی توجہ مندرجہ حدیث کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور علیہ السلام نے فرمایا: میری امت میرے لیے پانی اور مٹی کے درمیان پیش کی گئی و علمت الاسماء کلھا کما علم ادم الاسماء کلھا اور میں نے بھی حضرتِ آدم کی طرح جمیع اشیاء کی نام جان لئے۔[87]

ناظرین!

آیت و حدیث بالا سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم ہوئی تھی تو ہمارے حضور کو بھی ہر شئے کے نام ہر لغت اور ہر زبان میں تعلیم ہوئے اور آپ آدم علیہ السلام کی اس صفت علم کے بھی جامع ہیں۔

غور طلب:

سیدنا آدم علیہ السلام کو اتنا وسیع و کثیر علم کیوں عطا ہوا؟ یہ کس کا فیض اور کس کا صدقہ تھا کہ آپ نے جمیع اشیاء کے نام جان لیے، اس کے متعلق شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: و تعلیم کرد حق تعالیٰ برکت ایں نور آدم را اسمائے جمیع مخلوقات و امر کرد ملائکہ را سجود دے۔ چونکہ نورِ نبوی پیشانی آدم میں جلوہ گر تھا اللہ تعالیٰ نے اسی نور

(86)۔۔:عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، ص293

(87)۔۔:مسند الفردوس، ذکر فصول فی الامثال، فصل، ج4، ص166، حدیث:6519

کے سبب آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے نام بتائے، اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا۔[88]

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نورِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء ہی تھا، جس کے سبب آدم علیہ السلام عالمِ اسماء ہوئے ہیں غور کیجئے، جس کے نور کے سبب آدم علیہ السلام عالم اسماء ہوئے اس کے علم کے مقابل آدم علیہ السلام کا علم قطرہ نہ ہوگا، تو کیا ہوگا؟ سچ ہے

نسبت آدم باوچوں نسبت مصدر بفعل
گفتم اینک مجمل از نحوی بپرس ایں نکتہ را

(3) شجرہ جنت

اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِينَ(۳۵) فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ﴾

اور اس درخت کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے، شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن۔[89]

اس آیت میں اس شجر کا ذکر ہے جو بطورِ آزمائش گاہ ہے، اور جس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اس کے قریب نہ جانا اور صورت خلاف پائے جانے پر ظلم، اخراج، ہبوط، عداوت کا ذکر بطور نتیجہ فرمایا گیا ہے، حضور علیہ السلام کے احوال میں بھی ایک شجرہ مبارکہ کا ذکر ہے، جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

---

(88)۔۔۔:مدارج النبوۃ، قسم دوم، باب اول ج2، ص4

(89)۔۔۔:پارہ1، البقرۃ، آیت:35، 36

شجرِ رضوان:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا(۱۸)﴾

اللہ ان سے راضی ہو گیا، جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اور اللہ کی بات جان لی اور سکینہ ان پر اتارا، اور ان کو فتح و مغانم کثیرہ عطا فرمائیں۔[90]

دیکھئے یہاں بھی ایک شجرہ کا ذکر ہے جو آزمائش گاہ عالم ہے اور اس آزمائش کا نتیجہ رضوان الٰہی، سکینہ کا نزول، اخلاصِ قلب، حال و استقبال کی فتوحات اور مغانم کثیرہ کا حصول ہے۔ سبحان اللہ

کلمات بر آدم:

حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے: ﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾ آدم نے رب کی طرف سے چند کلمات پائے تو ان کی توبہ قبول ہو گئی۔[91]

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو وحی سے مشرف فرمایا اور فعلِ ناخوش آئندہ کے اثر سے آپ کو پاک ٹھہرایا۔ اور ان کلمات کو نازل فرمایا جن کے سبب آپ کی توبہ قبول ہوئی۔ حضور علیہ السلام کے احوال میں بھی کلمات کا ذکر موجود ہے، اللہ عزوجل زمانہ رسالت کے برکات و حسنات کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ﴾ اللہ ان کلمات کے ذریعے باطل کو مٹائے گا اور حق کو روشن فرمائے گا[92]

اس آیت میں ان کلمات کا ذکر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت ہوئے ہیں اور ان کلمات کی تاثیر و فیوض کا بھی ذکر ہے جو امت نبویہ کو ان سے حاصل ہونے والے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ ان کلمات سے حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا فرمائے گا۔ اور امتِ

---

(90)۔۔: پارہ 26، الفتح، آیت: 18

(91)۔۔: پارہ 1، البقرۃ، آیت: 37

(92)۔۔: پارہ 25، الشوریٰ، آیت: 24

محمد یہ علیہ التحیہ والثناء کی توبہ قبول کی جائے گی۔

اگر نام محمد رانیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا[93]

(4) سکونت بہشت

اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے احوال میں فرماتا ہے: ﴿ یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ ﴾ اے آدم تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو۔[94]

آیتِ بالا سے ظاہر ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سکونت بہشت کا منصب عطا ہوا اور آپ نے جنت میں رہائش اختیار فرمائی، مگر سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا رفیع منصب ملا جس سے تمام مقبولانِ بارگاہ محروم رہے اور آپ کی وہاں تک رسائی ہوئی، جہاں تک اس سے قبل کسی فرزند آدم کا تو کیا خود حضرت آدم کا قدم نہ پہنچا۔ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء محبوب ہیں، آپ کو خلوت گاہ قدس میں جگہ ملتی ہے اور یہ مقام ہے اور ایسا اعزاز و اکرام ہے جو ہمارے نبی کی خصوصیات سے ہے۔

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

جنت مقامِ عام:

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ جنت وہ مقام ہے جہاں پر اعلیٰ اور ادنیٰ ہر سنی مسلمان جائے گا، اور ہر مسلمان کو جنت میں جگہ ملے گی، مگر سید المرسلین کا وہ مقام ہے جہاں نبی مرسل اور ملک مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے، گویا ابو البشر کا مقام عام ہے، اور سید الانبیاء کا خاص ہے اور یہ

---

(93)۔۔: اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو حضرت آدم علیہ السلام شفیع نہ بناتے تو نہ حضرت آدم علیہ السلام توبہ کو پاتے نہ حضرت نوح علیہ السلام غرقابی سے نجات پاتے۔

(94)۔۔: پارہ 1، البقرۃ، آیت: 35

خاص اس عام سے مہا سنکھوں[95] درجہ افضل واعلیٰ بہتر و بالا ہے، اور نہایت ہی تفوّق و برتری کا حامل ہے، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: مَعَ اللّٰهِ وَقتٌ لا يَسَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلا نَبِيٌّ مُرسَلٌ میرے لیے خدا کے حضور ایک ایسی ساعت ہے جہاں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہے[96]

عرش کیا اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں
شبِ معراج جہاں پہنچے ہیں رفعت والے

حضور مالکِ جنت ہیں:

نیز یہ بھی یاد رکھئے کہ آدم علیہ السلام کو سکونت بہشت کی اجازت ملتی ہے، اور سید المرسلین کو جنت کا مالک بنادیا جاتا ہے، وہ صرف جنت میں رہتے تھے، اور حضور جنت عطا فرماتے ہیں، وہ ساکن بہشت تھے اور یہ مالکِ بہشت ہیں، وہ ساکن جنت تھے اور یہ معطی جنت ہیں، فردوس لٹاتے ہیں اور مقام اعلیٰ علیین پہنچاتے ہیں۔

تجھ سے بڑھ کر نہیں کونین میں ہمت والے
تو نے فردوس لٹایا ہے سخاوت والے

امام مسلم ربیعہ بن کعب سے راوی وہ فرماتے ہیں: ایک شب جب کہ میری قسمت کا ستارہ چمکا میں نے حضور کے لیے وضو کا پانی حاضر کیا، آپ نے خوش ہو کر فرمایا: فَقَالَ لِي: سَل فَقُلتُ: أَسأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الجَنَّةِ قَالَ: أَو غير ذَلِكَ؟ قُلتُ هُوَ ذَاكَ ربیعہ کچھ مانگو میں نے عرض کی حضور یہ مانگتا ہوں، جنت میں آپ کے ہمراہ رہوں، فرمایا کچھ اور؟ میں نے عرض کی بس یہ ہی۔[97]

---

(95): گنتی کا سب سے بڑا شماریاتی عدد، سوپدم

(96)۔۔: مرقاۃ المفاتیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبہ، الفصل الاول، ج 05 ص 152، تحت الحدیث: 2324

(97)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص 199، حدیث: 1094

سائل ہوں ترا ،مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے مجھ کو تری اقرار کی عادت

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور معطی جنت ہیں، ربیعہ کو جنت عطا فرمارہے ہیں اور مالکِ جنت بھی ہیں، کیونکہ جنت وہی دے سکتا ہے جو مالک ہو یا مالک کی طرف سے مامون و مختار، اسی لیے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: وكنيتُه أبو القاسمِ لِأَنّه يُقسمُ الجنةَ۔ حضور کی کنیت ابو القاسم اس لیے ہے کہ آپ قاسمِ جنت ہیں۔[98]

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

لفظ ''سَل'' کی تفسیر:

ذرا لفظ ''سل'' کی عظمت و رفعت اور عموم و اطلاق پر غور کیجئے شہنشاہِ کونین کس بے نیازی سے فرمارہے ہیں کہ ''ربیعہ مانگو'' یہ نہیں فرماتے کہ فلاں چیز مانگو بلکہ ارشاد ہوتا ہے، جو جی میں آئے مانگو۔ کیونکہ لفظ سل میں عموم و اطلاق ہے اور اتنا بڑا عظیم دعویٰ وہی کر سکتا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں ساری خدائی ہو۔'' پھر ربیعہ کے مانگ لینے پر حضور فرماتے ہیں کہ ربیعہ کچھ اور بھی مانگ لو، جو اس امر پر دال ہے کہ جنت ہی کیا ہم ہر چیز عطا فرماتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز وہی دے سکتا ہے جو ہر چیز کا مالک ہو۔

منگتا تو ہے منگتا کوئی شاہوں میں دکھادے
جس کو مِرے سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کرد کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نکرد و مطلوبی خاص معلوم مے شود کہ کارہمہ بدست ہمت و کرامت اواست صلی اللہ علیہ

(98)۔۔:مواہب لدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الاول فی ذکر اسمائہ الشریفۃ المنبئۃ عن کمال۔۔الخ ج 1، ص 389

وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد

کہ حضور نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ کارخانہ الٰہیہ کی باگ دوڑ حضور کے دستِ تقدس میں ہے آپ جسے چاہتے ہیں، جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔[99]

بلکہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ

آتا فقیروں پہ اُنہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

(5) طعامِ جنّت

سکونتِ بہشت کے دوران میں اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو نعیمِ جنت سے اشباع کی اجازت بھی دے دی تھی، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ فَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا ۠ ﴾[100] اور کھاؤ اس میں بے روک ٹوک۔[101]

اس آیت سے آدم علیہ السلام کی یہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جنت میں آپ کی غذا جنتی طعام تھا، لیکن سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے، آدم علیہ السلام جنت میں جنتی طعام تناول فرماتے ہیں اور حضور کو رب العزت جل مجدہ اپنے یدِ قدرت سے کھلاتا پلاتا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: أَبِيتُ عِندَ رَبِّي يُطعِمُنِي وَيَسقِينِي مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے اور میں خلوت گاہ قدس میں شب گزارتا ہوں۔[102]

ظاہر ہے کہ جنتی طعام سے وہ طعام بہت برتری اور تفوق رکھتا ہے جو رب العزت جل

---

(99)۔۔: اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب السجود وفضلہ، الفصل الاول، ج 1، ص 425

(100)۔۔: یعنی بغیر روک ٹوک کے پیٹ بھر کے کھانے۔ یہاں لفظ اشفاع لکھا تو جو کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ہم نے متن میں درستی کر دی ہے۔ جاوید قادری

(101)۔۔: پارہ 1، البقرۃ، آیت: 35

(102)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن الوصال فی الصوم، ص 429، حدیث: 2566

مجدہ کی مہمانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے ہیں۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

جنتی طعام:

پھر اس اعزاز و اکرام کو دیکھئے کہ آدم علیہ السلام جنت میں رہ کر جنتی طعام تناول فرماتے ہیں اور حضور کی یہ شان ہے کہ خود رب العزت جل مجدہ زمین پر بذریعہ جبرائیل خدمتِ نبوی میں جنتی طعام ارسال فرماتا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل امین خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے عرض کی: آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے: وأرسلني اليك بِهَذَا القطف لتأكله فَأَخذه رَسُول الله ، اور مجھے اس ٹکڑے کے ساتھ بھیجا ہے، حضور نے اس کو قبول فرمالیا۔ (103)

ظاہر ہے کہ جنتی طعام سے وہ طعام بہت ہی فوقیت رکھتا ہے جو اللہ عزوجل نے خاص طور پر جبرائیل امین کے ذریعے حضور کی خدمت میں ارسال فرمایا۔ امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور نے فرمایا: ابھی میں نے جنت کو ملاحظہ فرمایا: فَتَنَاوَلتُ عُنقُودًا، وَلَو أَخَذتُه لاكلتُم مِنهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنيَا اور جنت کے ایک خوشہ کو پکڑا اگر میں وہ توڑ لیتا تو تم اس کو قیامت تک کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔ (104)

اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1۔ یہ کہ حضور کی ایسی مقدس آنکھیں ہیں جو زمین سے جنت کو دیکھ لیتی ہیں۔

2۔ اور آپ کے ایسے نورانی ہاتھ ہیں جو زمین سے جنت تک پہنچ جاتے ہیں۔

3۔ قُرب و بعد، زمان و مسافت کے قوانین سے حضور علیہ السلام مستثنیٰ ہیں۔

4۔ آپ کو یہ اختیار ہے کہ مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے جنت میں تصرف فرمائیں۔

---

(103)۔۔: معجم الاوسط للطبرانی، ج6، ص257، باب المیم، من اسمہ محمد، حدیث: 6341

(104)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام فی الصلاۃ، ج1، ص265، حدیث: 748

5۔ اور جنت کے میوہ جات صحابہ کو عطا فرمائیں۔
6۔ جنت کی اشیاء کو فنا نہیں ہے۔

امام طبرانی حضرت صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور علیہ السلام نے فرمایا: شبِ معراج میں جنت میں داخل ہوا جنت کے ایک درخت کو دیکھا، اس درخت سے زیادہ خوبصورت اس کے پتوں سے زیادہ سپید اس کے پھلوں سے زیادہ خوش ذائقہ کسی چیز کو نہ پایا: فتناولتُ ثَمَرَةً من ثَمَرَتها فَأَكَلتُهَا، میں نے ثمراتِ جنت سے ایک پھل توڑا اور تناول فرمایا۔(105)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں نعیم جنت سے انتفاع کی اجازت تھی، تو حضور علیہ السلام کو بھی اختیارِ تام ہے اور جس طرح آدم علیہ السلام نے جنت میں جنتی طعام تناول فرمایا اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی شبِ معراج جنت کے پھل تناول فرمائے ہیں۔

(6) خلافت و انابت

سیدنا آدم علیہ السلام کو انابت کا منصب ملا، نیابت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔ روئے زمین کی خلافت ان کو عطا ہوئی، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿اِنِّي جَاعِلٌ فِي الاَرضِ خَلِيفَةً ؕ﴾ ہم زمین میں خلیفہ بنانے والے ہیں۔(106)

خلافت و نیابت کے لحاظ سے حضور سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو یہ شرف و بزرگی اور یہ فضل و برتری حاصل ہے کہ سیدنا آدم نائب فی الارض ہیں، اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نائب فی العالمین ہیں۔ اُنہیں زمین کی خلافت ملی ہے، اور اِنہیں کائنات کی خلافت بخشی گئی ہے اور عالم علوی میں تصرف کی طاقت دی گئی ہے وہ فرش کے خلیفہ ہیں اور حضور عرش و

---

(105)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، ومن مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہاج22، ص401، حدیث:1000

(106)۔۔: پارہ1، البقرۃ، آیت:30

فرش دونوں کے خلیفہ ہیں، وہ صرف خلیفہ ہیں، اور حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں۔

امام بیہقی حضرتِ عبداللہ بن سلام سے راوی ہیں کہ: وَإِنَّ أَكْرَمَ خَلِيقَةِ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اللہ عزوجل کے سب میں بڑے بزرگ خلیفہ حضور علیہ السلام ہی ہیں۔[107]

خلیفہ کی تعریف:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ﴿اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

بتحقیق من گردانیدہ ام درزمین خلیفہ راکہ خلافت من نماید ودراشیای زمین تصرف کند و چون در اشیای زمین بدون تصرف در اسباب آں اشیاء کہ مربوط بآسماں است متصور نیست پس ہر چند کہ آں خلیفہ از عناصر زمین پیدامے شود و در محل کون و فساد ساکن و مستقر گردد اما دروی روحی آسمانی نیز خواہم دمید کہ بسبب آں روح بر سکان آسماں وموکلان کواکب و نیز حکمرانی نمایدہ آنہارابکار خود مصروف سازو باز اور اقدرے واوند کہ نمونہ قدرت اور خوداست بآں معنی ۔چنانچہ قدرت کاملہ الہیٰ سبب وجود حقائق متاصلہ ثابت الاثار است ہم چناں قدرت ای خلیفہ پس ور جمیع آثار آنہاحکایت وانموذج صفات علیائے الہیٰ گشت ومعنیٰ خلافت متحقق شد۔

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو ہمارا نائب ہو اوراشیائے زمین میں تصرف کرے، اور زمین کی اشیاء میں تصرف جب ہو سکتا ہے جب کہ ان کے اسباب میں جو آسمان سے مربوط ہیں، تصرف کیا جائے اس لیے اگرچہ وہ خلیفہ عناصر زمین سے پیدا ہوا اور محل کون وفساد میں سکونت رکھے مگر میں اس میں آسمانی روح کو پھونکوں گا،

---

107)۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔الخ، ج5، ص485

جس کے سبب وہ ساکنانِ افلاک اور موکلان کواکب پر حکومت اور اس کو اپنے کام میں مصروف رکھے گا، پھر خدا نے خلیفہ کو ایسی قدرت عطا فرمائی جو اس کی قدرت کا نمونہ ہے، بایں معنی کہ جس طرح اللہ کی قدرت کاملہ حقائق متاصلہ کے وجود کا سبب ہوتی ہے اس طرح اس خلیفہ کی قدرت کا حال ہے پس خلیفہ تمام صفات اور ان کے آثار میں خدا کی صفات عالیہ کا نمونہ ہو گیا، اور خلافت کے معنی متحقق ہو گئے۔(108)

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر سے خلیفہ کے معنٰی و مفہوم بوضاحت معلوم ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ خدا کی قدرتوں اور صفتوں کا مظہر ہوتا ہے، خلیفہ کی صفات خدا کی صفاتِ علیا کی مظہر و نمونہ ہوتی ہیں۔ اللہ عزوجل خلیفہ میں آسمانی روح پھونکتا ہے جس کے سبب خلیفہ زمین و آسمان کی چیزوں، افلاک کے رہنے والوں، چاند، سورج اور کواکب کے موکلوں پر حکومت کرتا ہے اور تمام اشیاء کے اسباب و علل اس کے تحت تصرف ہوتے ہیں۔

رب العزت جل مجدہ، شہنشاہِ حقیقی ہے، انبیائے کرام اس کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اس کی نیابت و خلافت کے فرائض کی انجام دہی میں ان سے ایسے عجیب و غریب خارق و عادت افعال کا ظہور ہوتا ہے جن کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے، اور سلیم طبیعتیں ان کے رسول برحق اور نبی اللہ ہونے کا یقین کر لیتی ہیں، اور انبیاء کے ان خارق و عادت افعال کو معجزہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کے نائبوں کے تصرفات و معجزات کی کثیر مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے اژدھا اور دریا سے سڑک کا کام لیا۔ سلیمان علیہ السلام نے بے مثال حکومت کی، آپ کی حکومت انسانوں سے متجاوز ہو کر جنات و وحوش و طیور پر بھی تھی، ہوا آپ کے تابع اور طیور و حوش اور جن پہرہ کا کام دیتے تھے۔ داؤد علیہ السلام نے لوہے کو نرم اور پرندوں کو اپنی شیریں زبانی سے مسخر کر لیا تھا۔

الغرض انبیاء کرام سے ایسے خارق عادت افعال کے صدور کا سبب یہ تھا کہ وہ خدا کے نائب

---

(108)۔۔: تفسیر عزیزی، البقرۃ، تحت الآیۃ:30، ص197

اور اس کی قدرتوں کے مظہر تھے، اور اللہ نے ان میں آسمانی روح پھونک کر ان کو اپنی قدرتوں کا نمونہ بنا دیا تھا، اور یہ حضرات اسی آسمانی روح کے سبب کائنات میں تصرف فرماتے تھے۔

بات دور جا پڑی، ہمیں یہاں یہ بیان کرنا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام خدا کی صفات کے مظہر اس کی قدرتوں کے نمونہ اور اس کے نائب و خلیفہ ضرور تھے۔ مگر جس عظمت کی خلافت اور جس شان کی نیابت ہمارے حضور ﷺ کو حاصل ہے، وہ کسی میں نہ تھی، اور نبی صفات الٰہی کے مظہر تھے مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم خدا کی ذات اور صفات دونوں کے مظہرِ اتم ہیں۔ اسی لیے ارشاد ہے: مَن رَآنِي فَقَد رَأَى الحَقَّ ، جس نے مجھے دیکھ لیا، اس نے خدا کو دیکھ لیا[109]

کشفِ رازِ مَن رَّآنی یوں ہوا　　　تم ملے تو حق تعالیٰ مل گیا

اور نبی صرف خلیفہ اور نائب تھے اور حضور علیہ السلام نائب اکبر و خلیفہ اعظم ہیں، ساکنانِ افلاک و مؤکلان کواکب پر آپ کی حکومت ہے اور ساری کائنات آپ کے زیرِ فرمان ہے، بلکہ یوں کہیے کہ موکلانِ کواکب اور اشیاء زمین و آسمان میں تو تصرف صرف خلیفہ کے اختیارات بتائے گئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو خلیفہ اعظم ہیں، لہذا سرکار کی عزت و عظمت آپ کی حکومت و سلطنت آپ کے تصرفات و اختیارات کا کیا کہنا ہے۔

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیا میں کوئی آیا نہیں ہے

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: هو صلى الله عليه خليفة الله الا عظم الذى جعل خزائن كرمه وموائد نعمه طوع يديد تحت ارادته يعطى من يشاء نبی کریم خدا کے ایسے بزرگ خلیفہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان آپ کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے ہیں، حضور جسے چاہیں عطا

(109)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی فی المنام، ج4، ص407، حدیث: 6996

فرمائیں۔[110]

اصالتِ کل امامتِ کل سیادَتِ کل اِمارتِ کل
حکومتِ کل وِلایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

خداوند قدوس حضور علیہ السلام کی خلافت کبریٰ کے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی﴾ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔[111]

آیتِ بالا میں نبی علیہ السلام کی خلافت کبریٰ و نیابتِ عظمیٰ کا مفہوم ایک عجیب انداز سے بیان کیا گیا ہے، یعنی جس طرح ایک استاد کامل یہ کہتا ہے کہ میری علمی لیاقت قابلیت معلوم کرنا چاہتے ہو تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھ لو، وہ میرے علم و فضل کا نمونہ ہے، یا فلاں کتاب کا مطالعہ کرلو وہ کتاب میرے علم کا خزانہ ہے، اسے پڑھ کر تمہیں میری قابلیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

بلا تمثیل اسی طرح اس آیت میں رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے انسان! تو میری ذات و صفات کو کیا جان سکتا ہے، اور میری حقیقت اور میری کنہ تک کیا پہنچ سکتا ہے، اگر میری ذات، میری صفات، میری ہیبت، میری سلطنت، میرا جبروت، میری سطوت[112]، میری کریمی، میری رحیمی، میری سخاوت، میرا علم غرضیکہ میری تمام صفاتِ علیا کا نظارہ کرنا چاہتا ہے تو میرے محبوب محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو دیکھ لے وہ میری ذات و صفات کے مظہرِ اتم اور میری تمام قدرتوں کے نمونہ اور نائب اکبر و خلیفہ اعظم ہیں۔

پَرتَوِ اسمِ ذاتِ اَحد پر درود
نسخۂ جامِعِیَّت پہ لاکھوں سلام

(110)۔۔:جواہر المنظم، الفصل السادس، و من فضائل ھذا المسجد النبوی، العاشر، ص80
(111)۔۔:پارہ10، التوبۃ، آیت:33
(112):حکومت

مَصدرِ مظہَرِیَّت پہ اَظہر درود
مَظہَرِ مصدَرِیَّت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینۂ حق نُما
اس خدا ساز طَلعَت پہ لاکھوں سلام

ابن تیمیہ کا استدلال:

علامہ ابن تیمیہ جن کے فضل کو منکرانِ عظمت رسول بھی تسلیم کرتے ہیں وہ اپنی کتاب "الصارم المسلول" میں لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو حضور کی طاعت اور اپنی نافرمانی کو حضور کی نافرمانی قرار دیا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول کا حق ایک دوسرے کو متلازم ہیں اور رسول کی عزت اور خدا کی عزت کی جہت ایک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے:أقامه الله مقام نفسه في أمره ونهيه وإخباره وبيانه فلا يجوز أن يفرق بين الله ورسوله في شيء من هذه الأمور اللہ عزوجل نے امر و نہی اخبار و بیان میں حضور کو اپنا قائم مقام کیا، لہذا مذکورہ بالا امور کی کسی چیز میں یہ جائز نہیں ہے کہ خدا اور رسول میں فرق کیا جائے[113]

ناظرین! ان آیات و احادیث اور تفاسیر سے آپ پر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم خدا کی ذات وصفات دونوں کے مظہر اتم ہیں اور اللہ کے نائبِ اکبر و خلیفہ اعظم ہیں۔ اور وصف خلافت و نیابت جس شان سے حضور میں نظر آتا ہے کسی میں نظر نہیں آتا۔

اللہ کی سَر تابَقَدم شان ہیں یہ اِن سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

(7) مکانِ رفعت

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے پر دادا ہیں۔ آپ کا نام اخنوخ ہے،

---

(113)۔۔: الصارم المسلول، لا تصل الامۃ ما بینہما وبین اللہ الا بواسطۃ۔۔الخ، حق اللہ تعالی وحق رسولہ متلازمان، ص41 ملخصًا

چونکہ آپ صحفِ آسمانی کا کثرت سے درس دیتے تھے، اس لیے آپ کا نام ادریس ہو گیا۔[114] آپ کی شان میں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔﴿وَ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ہم نے ادریس کو مکان علیا پر اٹھایا۔[115]

اس آیت میں سیدنا ادریس علیہ السلام کی بلندی شان کا بیان ہے، مکانِ علیا کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں: اول: یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر بلا کر جنت میں داخل فرمایا۔

دوم: یہ کہ اس سے مراد مرتبہ کی بلندی ہے،[116] یعنی اللہ نے آپ کے مرتبہ کو اسطرح بلند فرمایا کہ آپ پر تین صحیفے نازل فرمائے، اور بہت سے علوم وفنون آپ کے ہاتھ سے ایجاد ہوئے۔

حضور کی رفعت:

اگر مکان علیا سے مراد آسمان پر بلانا ہے تو اس بنا پر سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو شرف وبلندی اور تقرب حاصل ہے وہ نہایت ہی اہم وافضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر بلایا، اور حضور علیہ السلام کو مقام قاب قوسین سے مشرف فرمایا۔

نہ حجاب چرخ مسیح پر نہ کلیم طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

اور اگر مکان علیا سے مراد مرتبہ کی بلندی ہے تو حضور علیہ السلام کو جس شان کی بلندی حاصل ہے اس کی نظیر ناممکن ہے، اور یہ کہنا محتاج دلیل نہیں ہے کہ حضور امام الانبیاء اور امام المرسلین ہیں، حضور کی شان میں ارشاد ہے:﴿وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ﴾ محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا۔[117]

---

(114)۔۔: تفسیر خازن، مریم، تحت الایۃ: 56، ج3، ص238 مطبوعہ دارالکتب العربیۃ الکبریٰ

(115)۔۔: پارہ16، مریم، آیت: 57

(116)۔۔: تفسیر خازن، مریم، تحت الآیۃ: 57، ج3، ص238 ملخصًا

(117)۔۔: پارہ30، الشرح، آیت: 4

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذِکر ہے اُونچا تیرا

امام ابو نعیم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین سے اس آیت کے متعلق استفسار فرمایا: یعنی یہ فرمایا کہ اللہ نے میرا ذکر کیسے بلند فرمایا؟ جبریل امین نے عرض کی: إِذَا ذُکِرتُ ذُکِرتَ مَعِي اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر ہو گا۔(118)

ثابت ہوا کہ جہاں ذکر خدا ہے وہاں ذکر مصطفیٰ بھی ہے، ذکر خدا ذکر مصطفیٰ کے بغیر بیکار ہے۔ حضور کا ذکر عین ذکر الٰہی ہے اگر کوئی ذکر الوہیت کے ساتھ اقرار رسالت نہ کرے تو کافر ہے۔

ذِکر خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو!
وَاللہ ذِکرِ حق نہیں کُنجی سَقَر کی ہے

حضور کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند ہے:

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رفع اللہ ذکرہ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَة فَلَيسَ خطيب وَلَا متشهد وَلَا صَاحب صَلَاة إِلَّا يُنَادي أشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأشهد أَن مُحَمَّدًا رَسُول الله، اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے، کوئی خطیب کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادت الوہیت کے ساتھ شہادت رسالت ادا نہ کرے۔(119)

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نام محمد

غور کیجئے رفعت ذکر کی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے، کیا کسی شہنشاہ کو اپنی مملکت میں اور کسی ہادی کو اپنے حلقۂ اثر میں یہ بات حاصل ہے کہ کائنات کے گوشے گوشے اور دنیا

---

(118)۔۔۔:مسند ابی یعلی، من مسند ابی سعید الخدری ج2، ص522، حدیث:1380

(119)۔۔۔:شرف المصطفیٰ، شرف آخر، ص58

کے ہر خطہ میں اس کا چرچا ہو، زمین و آسمان میں اس کا غُلغُلہ[120] ہو۔ اذان و اقامت، عبادت و اطاعت واعظ و خطبات میں اس کا تذکرہ ہو۔

اَذاں کیا جہاں دیکھو ایمان والو پسِ ذِکر حق ذِکر ہے مصطفی کا

اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کا ذکر کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے ﴿وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴾ کا وہ اعلان عام ہے جو پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا قصرِ قلب میں پہنچ کر رہتا ہے، اور صبح کے روح افزا جھونکوں میں اذان کی آواز اور رات کی خاموشی میں "اشهدان محمد رسول الله" کے سریلے نغمات سنائی دیتے ہیں۔

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ طرفہ دُھوم دَھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

(8)مالکِ جنت کون؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت:

ابن عساکر حضرت کعب اخبار سے راوی ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند کو یہ وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو لہٰذا ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ بھی کرنا، کیونکہ جب میں نے سموات کا طواف کیا تو آسمان کے ہر گوشہ پر حضور کا نام منقوش فرمایا ہے:

وَأَن رَبِّي اسكنني الجنَّة فَلم ار فِي الجنَّة قصرا وَلَا غرفَة إِلَّا اسم مُحَمَّد مَكتُوبًا عَلَيهِ وَلَقَد رَأَيت اسم مُحَمَّد مَكتُوبًا على نحور الحور العين وعَلى ورق آجام الجنَّة وعَلى ورق شَجَرَة طُوبَى وعَلى ورق سِدرَة الْمُنتَهى وعَلى أَطرَاف الحجب وَبَين اعين المَلَائِكَة فَأكثر ذكره فان المَلَائِكَة تذكره فِي كل ساعاتها

جب میرے رب نے مجھے جنت میں سکونت عطا فرمائی تو جنت کے ہر قصر ہر محل ہر غرفہ

---

(120): شہرہ، شہرت

حورِ عین کی پیشانی شجر ہائے جنات و اوراق سدرہ وطوبیٰ حجب کے اطراف اور ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان حضور علیہ السلام کا نام نامی مکتوب پایا ہے، لہذا ان کے ذکر سے غافل نہ رہنا کیونکہ ملائکہ بھی اس نبی معظم کے ذکر سے رطب اللسان رہتے ہیں۔(121)

فرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ عرش پہ طرفہ دُھوم دَھام
کان جِدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

جنت کے دروازہ پر حضور کا نام:

ابن عساکر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور علیہ السلام نے فرمایا: مَكتُوب على بَاب الجنَّة لَا اله إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُول الله، جنت کے دروازہ پر لَا اله إِلَّا الله مُحَمَّد رَسُول الله مسطور ہے۔(122)

جنت کی ہر چیز پر حضور کا نام:

ابو نعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مَافِي الجَنَّةِ شَجَرَةٌ وَلَا وَرَقَةٌ إِلَّا مَكتُوبٌ عَلَيهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ جنت کا کوئی درخت کوئی پتہ ایسا نہیں ہے جس پر " لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ" لکھا نہ ہو۔(123)

عرش اور سموات پر حضور کا نام:

ابن عساکر حضرت علی سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شبِ معراج: ما مررت بسماء إلا وجدت فيها اسمي و رايت على العرش مكتوبا لا اله الا الله

(121)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ذکر من اسمہ شیث، ج23، ص281
(122)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، حرف الطاء: فی آباء من اسمہ علی، علی بن ابی طالب، ج42، ص59
(123)۔۔: حلیۃ الاولیاء، مجاہد بن جبر، ج3، ص304
خصائص کبریٰ، لطیفۃ اخری فی ان اخذ المیثاق۔۔الخ، باب خصوصیتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بکتابہ اسمہ الشریف۔۔الخ، ج1، ص13
حلیۃ الاولیاء، ج3، ص347

محمد رسول اللہ میں جس آسمان سے گزرا، اس پر میں نے اپنا نام مسطور پایا اور میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔ (124)

حضرت سلیمان کی انگوٹھی:

امام طبرانی حضرت عبادہ بن صامت سے راوی حضور علیہ السلام نے فرمایا: کان نقش خاتم سلیمان "لَا اِلٰہ الّا اللّٰہُ محمدُ رّسولُ اللّٰہ" حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے نگینہ پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" منقوش تھا۔ (125)

حضرت آدم علیہ السلام کے کندھوں پر:

امام طبرانی حضرت جابر سے راوی: بَین کَتِفِي آدم مَکتُوب مُحَمَّد رَسُول الله خَاتم النَّبِيين یعنی آدم علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان محمد رسول اللہ خاتم النبیین مسطور تھا۔ (126)

سبحان اللہ ! اللہ رب العزت جل مجدہ نے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام بھی مسطور فرمایا ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ ان اشیاء کے بنانے والا خالق حقیقی خدا ہے اور اسی خالق و مالک حقیقی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مالک و مختار بنایا ہے اور تمام اشیائے زمین و زمان آپ کی ملکیت میں دے دی ہیں۔

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش — لگائے خدا اور بجھائے محمد
تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ — بنائے خدا اور بسائے محمد

(9) کشتیِ نوح

سیدنا نوح علیہ السلام کی نگاہِ قہر سے زمین میں تہلکہ مچ گیا، طوفان آیا، چالیس شب و روز

(124)۔۔:تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، عبداللہ ویقال عتیق بن عثمان. ج30، ص203
(125)۔۔:مسند الشامین للطبرانی، ارطاۃ عن خالد بن معدان ج1، ص405، حدیث:703 ماخوذاً
(126)۔۔:خصائص الکبری، باب خصوصیتہ ﷺ بکتابۃ اسمہ الشریف مع اسم اللہ۔۔۔ ج1، ص14. بتغیر سندہ

تک زمین سے پانی اُبلا اور آسمان سے بارش ہوتی رہی، بلند و مضبوط پہاڑ اس طوفان میں ڈوب گئے، مستحکم عمارتیں خس و خاشاک [127] کی طرح بہنے لگیں، ایسے خوفناک طوفان میں آپ کی کشتی کا صحیح و سلامت رہنا اور چھ ماہ کامل زمین کا طواف کر کہ کوہِ جودی پر پہنچنا یقیناً معجزہ تھا او رخدا کی زبردست نشانی، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ(۱۵)﴾ ہم نے اس کشتی کو سارے جہان کے لیے نشانی کیا۔ [128]

بہر حال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے زبردست طوفان کو عبور کیا، لیکن سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ آپ نے پتھر کو پانی پر ٹھہرادیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ سمندر کے کنارے تشریف فرماتھے، عکرمہ کہنے لگے، اگر آپ نبی صادق ہیں تو سمندر کے اس پار جو پتھر ہے اسے بلایئے، وہ پتھر سمندر کو عبور کرے اور آپ کی تصدیق کرے، مگر پانی میں نہ ڈوبے فأشار النبی صلی اللہ علیه وسلم فانقلع الحجر من مكانه وسبح حتی صار بین یدی النبی صلی اللہ علیه وسلم وشهد له بالرسالة حضور نے پتھر کی جانب اشارہ کیا، وہ پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا اور سمندر کو عبور کر کے آپ کی خدمت میں آگیا اور اس نے آپ کی رسالت کی گواہی دی [129]

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ کشتی کا سمندر میں ٹھہر جانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ پتھر کا حضور کے حکم سے سمندر کو عبور کرنا اور رسالت کی گواہی دینا عجیب و غریب ہے۔ [130]

ہاں وہ نوح تھے جن کے لیے سمندر میں کشتی ٹھہری، یہ محبوب ہیں جو ایک اشارے سے پتھر

---

(127): گھاس پھوس، تنکے

(128)۔۔: پارہ20، العنکبوت، آیت: 15

(129)۔۔: مواہب لدنیہ، الفصل الثانی: فیما خصہ اللہ تعالی۔۔ الخ، ج2، ص245
حجۃ اللہ علی العالمین، المقدمۃ، المبحث الثانی، ص16 بتغیرٍ

(130)۔۔: تلاش بسیار کے باوجود جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے یہ عبارت بندہ ناچیز کو نہ مل سکی البتہ مراح لبید میں عبارت مذکور ہے، اسی کی تخریج کر دی گئی ہے۔ (مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید، الکوثر، تحت الآیۃ: 1، ج2، ص669)

کو پانی پر روک دیتے ہیں۔

خدا نے اس قدر اُونچا کیا پایہ محمد کا
نہ پہچانا کسی نے آج تک رُتبہ محمد کا

معارج کی روایت

معارج میں ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی تیار کرنے پر مامور ہوئے تو فرمان الہی پہنچا کہ ایک ہزار ایک سو بیس تختے ترتیب دیجئے اور ہر تختہ پر ایک نبی کا نام لکھئے، چنانچہ نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور ہر تختہ پر انبیاء کرام کے نام کندہ کیے، مگر جب صبح دیکھا تو تمام نام محو تھے آپ نہایت پریشان ہوئے، پھر دوبارہ نام لکھے، مگر صبح وہ بھی محو تھے،،بہت مضطرب ہوئے کہ روز محنت رائیگاں جاتی ہے، آخر حکم الہی پہنچا: اے نوح !ان اسماء کو ہمارے نام سے شروع اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر ختم کیجئے تا کہ نام محو ہونے سے محفوظ رہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، سب سے پہلے نامِ الہی لکھا، اور حضور کے نام پر ختم کیا، جب آپ سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی منقوش فرما چکے تو ملاء اعلیٰ نے ندا دی: یا نُوحُ الان قدتمَّتُ سفینتک یعنی اے نوح اب تمہاری کشتی تکمیل کو پہنچی۔ (131)

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: عَن خواص اسمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان سفینة نوح جرت به حضور کے نام کے خواص سے ہے کہ کشتی نوح اسی نام اقدس کی برکت سے جاری ہوئی۔ (132) گویا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس کی برکت سے بنی اور اسی نام کی برکت سے جاری ہوئی اور سمندر میں نہ ڈوبی۔

(131)۔۔:معارج النبوۃ، باب اول در ذکر بشائر بہ بعث آنحضرت۔۔الخ، فصل سوم: در بشائری کہ تعلق۔۔الخ، واقعہ ہشتم بشارت نوح۔۔الخ، ج2، ص9

(132)۔۔:شرح زرقانی علی المواہب، فی ذکر اسمائہ الشریفۃ۔۔الخ، ج4، ص238

آئی یہ ندا اب ہوئی کشتی تیری کامل
جب نوح نے کشتی پر لکھا نامِ محمد

(10)عذابِ الٰہی

حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین، طوفان سے محفوظ رہے، یعنی سیدنا نوح علیہ السلام ان کے لیے رحمت کا سبب بنے جو ان پر ایمان لائے، مگر سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تفریق مذہب وملت ساری کائنات کے لیے رحمت مجسم ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت عالم گیر عذاب سے محفوظ و مصئون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ ﴾ محبوب ہم آپ کے ہوتے عذاب نہ اتاریں گے۔[133]

یہ ہی وجہ ہے کہ آج شانِ رسالت کے منکر اور سلطنتِ مصطفویہ کے باغی زمین پر چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں، یہ صرف اس سبز گنبد والے کا صدقہ ہے ورنہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی نگاہِ قہر سے زمین و آسمان میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ اسی طرح حضور نبی کریم علیہ السلام کے ایک ادنیٰ اشارہ سے باغیانِ سلطنتِ مصطفویہ ایک لمحہ میں صفحہ زمین سے حرف غلط کی طرح مٹ سکتے ہیں۔

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

(11)حضرت یوشع کا معجزہ حبسِ شمس

تورات میں لکھا ہے ہفتہ کے دن دنیا کا کوئی کام کرنا حرام ہے، بنی اسرائیل کی شریعت میں ہفتہ کا دن عبادتِ الٰہی کے لیے مخصوص ہے، حضرت یوشع علیہ السلام جمعہ کے دن مصروفِ قتال کفار تھے، جب لڑتے لڑتے شام ہوگئی تو آپ کو خیال آیا اگر آج فتح نہ ہوئی تو کل ہفتہ کے

(133)۔۔:پارہ9،الانفال،آیت:33

دن عبادت نہ ہوسکے، یہ خیال آتے ہی آپ نے دعا فرمائی، الٰہی دو گھڑی دن اور زیادہ بڑھادے، آپ کی دعا سے سورج ٹھہر گیا۔ دن بڑھ گیا اور جمعہ کے دن ہی آپ کو فتح ہوگئی۔[134]

تورات کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت یوشع کی دعا سے دن میں اضافہ ہوا جو آپ کا معجزہ تھا، لیکن سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے، آپ کی دعا سے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار سورج کو ٹھہرنا پڑا۔

ابن اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو کفارِ مکہ نے واقعہ معراج کی تکذیب کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامتِ سفر بیان فرمائیں کہ مجھے فلاں مقام پر قافلہ ملا تھا۔ (مگر کفار ہٹ دھرم تھے جب جواب نہ دے سکے) تو کہنے لگے اچھا بتایئے وہ قافلہ مکہ کب پہنچے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بدھ کے دن قافلہ آئیگا۔ بدھ کے دن قریش مکہ قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔ اور اسی انتظار میں شام ہوگئی، قریب تھا کہ سورج غروب ہوجائے کہ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَزِيدَ لَهُ فِي النَّهَارِ سَاعَةٌ وَحُبِسَت عَلَيهِ الشمس حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی اور ایک گھڑی دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا یہاں تک کہ قافلہ آ گیا۔[135]

دیکھئے اگر حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے سورج ٹھہرا ہے تو محمد مصطفی حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے گورے گورے نازک ہاتھ اٹھتے ہی دن بڑھ گیا۔ سورج ٹھہر گیا، قافلہ آ گیا اور حضور کی صداقت ظاہر ہوگئی۔

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

---

(134)۔۔:امتاع الاسماع، رد الشمس بعد غروبہا، حدیث علی، ج5، ص31
صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم "احلت لکم الغنائم"، ج2، ص349، حدیث:3124 ملخصًا
(135)۔۔:الشفا بتعریف حقوق المصطفے، الباب الرابع فیما اظھرہ علی یدہ۔۔الخ، الفصل الثانی عشر فی انشقاق القمر۔۔الخ ج1، ص284 ماخوذاً

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

حضور کے حکم سے سورج ٹھہرا:

اور پھر اس اعزاز کو بھی دیکھئے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے دن بڑھتا ہے اور محبوب علیہ السلام کے حکم سے سورج ٹھہرتا ہے۔امام طبرانی حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أمر الشمس فتأخرت ساعة من النهار،یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہے، آفتاب فوراً ٹھہر گیا۔(136)

تیری مرضی پاگیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری اُنگلی اُٹھ گئی مہ کا کلیجا چر گیا

غور کیجئے!حضرت یوشع علیہ السلام کی دعا سے سورج ایک بار ٹھہرا، اور محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے حکم سے سورج کئی بار ٹھہر جاتا ہے،بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ وعلیہ وسلم کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج واپس آتا ہے، اور ڈوبے ہوئے سورج کا لوٹ آنا، سورج کے ٹھر جانے سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہے۔

ماہِ شق گَشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رَجعت دیکھو
مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

ڈوبے ہوئے سورج کی واپسی:

امام طبرانی معجم الکبیر میں حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ

خیبر میں ایک روز رسالت ماب تھے
ظلمت کدہ میں رشک تھا وہ آفتاب تھے

---

(136)۔۔:معجم الاوسط للطبرانی،باب العین، من اسمہ علی،ج4،ص224،حدیث:4039

زانوئے شیر حق پہ وہ مصروفِ خواب تھے
بے مثل تھے حضور تو یہ انتخاب تھے
تھا اوج پر ستارہ مگر بو تراب کا
زانو بنا تھا تکیہ رسالت ماب کا

یہ ہی سما تھا کہ آفتاب غروب ہونے لگا اور حضرت شیر خدا آنکھ سے دیکھتے رہے آفتاب ڈوب گیا، اور شیر خدا نے نمازِ عصر محبوبِ خدا کی مبارک نیند پر قربان کر دی اور کچھ دیر بعد

بیدار خواب سے ہوئے محبوبِ کبریا
دیکھا کہ آفتاب ہے مغرب میں جا چھپا
کی عرض شیر حق نے اے شاہِ دوسرا
وسطیٰ صلوٰۃ عصر مری ہوگئی قضا

حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اس درخواست پر حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی: اللهُمَّ إِنَّ عَبدَكَ عَلِيًّا احتَبَسَ نَفسكَ عَلَى نَبِيِّكَ فَرُدَّ عَلَيهِ الشمسُ فطَلَعَتِ الشمسُ الہی علی تیرے نبی کی خدمت میں تھے ان کے لیے سورج کو واپس فرمادے۔ اسی وقت سورج نکل آیا۔[137]

ارض سما ہیں زیر نگیں کیسا آفتاب
مرضی جو ان کی دیکھی تو لوٹ آیا آفتاب

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں:

خیبر کی چوٹیوں پر جو دھوپ آگئی نظر

---

(137)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، ج24، ص144، حدیث:382، تابع مسند النساء، باب الالف، ام جعفر بن محمد بن جعفر بتغیرٍ قلیلٍ

حجۃ اللہ علی العالمین ،الباب الثانی فی معجزاتہ ﷺ المتعلقۃ بالعالم۔۔الخ، الفصل الثالث فی معجزات انشقاق القمر۔۔الخ، ص288ماخوذاً

مشکل کشا نے بہر فریضہ جھکا یا سر
لرزاں تھا جسم خوفِ الٰہی کا تھا اثر
فارغ ہوا نماز سے پھر حق کا شیر نر
ثابت ہوا مشیتِ پروردگار ہے
اس کے حبیب کو بھی وہی اختیار ہے

اللہ اکبر! شیر خدا نے منزل صہبا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر کو قربان کر دیا، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جان جیسی عزیز چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دی۔(138)

مَولٰی علی نے واری تِری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اَعلٰی خطر کی ہے
صِدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

ان دونوں جلیل القدر، اولوالعزم صحابیوں کے فعل سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کی بندگی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور غلامی بھی خدا ہی کا فرض ہے، ان کی اطاعت و فرمانبر داری اللہ ہی کی اطاعت و فرمانبر داری ہے اور بندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام فرائض سے اہم و اعظم ہے، یعنی روزہ و نماز وحج و زکاۃ تمام فرائض فروع ہیں اور ان سب کی اصل غلامی حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کبریا ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

(12) تسخیر جبال

﴿وَ سَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ یُسَبِّحۡنَ وَ الطَّیۡرَ ؕ﴾ ہم نے مسخر کر دیا پہاڑوں کو داوٗد

(138)۔۔۔حوالہ سابق

کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو۔[139]

یہ آیت سیدنا داؤد علیہ السلام کی عظمت و رفعت بیان کر رہی ہے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آپ نہایت خوش آواز تھے۔ جب آپ زبورِ مقدّس کی تلاوت فرماتے تو پرند اور پہاڑ تسبیح کیا کرتے جو آپ کا ایک معجزہ تھا۔[140]

لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے، پرند و پہاڑ کیا چیز ہیں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو ساری کائنات مسخر ہے۔ اور کائنات کا ذرہ ذرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان ہے۔ چنانچہ چند احادیث ہم اس کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں، جن سے ان شاء اللہ العزیز آپ کی عظمت و رفعت ظاہر ہو گی اور ایمان تازہ۔

کنکروں کی تسبیح:

ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے چند کنکریاں اپنے مقدس ہاتھ میں اٹھائیں فسبحن حتی سمعنا التسبیح یہ کنکریاں خدا کی تسبیح کرنے لگیں اور ان کی آواز ہم نے سنی، حضرت انس فرماتے ہیں: یہ کنکریاں حضرت عثمان و ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرتی رہیں جب ہمارے ہاتھ میں آئیں تو پھر ہم نے ان کی آواز سنی۔[141]

طعام کی تسبیح:

ابو الشیخ[142] (کتاب العظمۃ) میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ثرید آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھانا تسبیح کرتا ہے، صحابہ نے عرض کی، حضور کیا آپ اس کی تسبیح کو سمجھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! پھر حضور نے

---

(139)۔۔: پارہ17، الانبیآء، آیت: 79

(140)۔۔: تفسیر ابن کثیر، الانبیآء، تحت الآیۃ: 79، ج5، ص358، دار الطیبہ للنشر والتوزیع

(141)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، عثمان بن عفان بن ابی العاص۔۔ الخ، ج39، ص120

(142)۔۔: امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان المعروف ابو الشیخ الاصبہانی

فرمایا کہ ثرید کا پیالہ میرے قریب لاؤ، چنانچہ طعام سے تسبیح کی آواز آنے لگی اور صحابہ نے عرض کی: نعم هذا الطعام يسبح یارسول اللہ! واقعی یہ طعام تو تسبیح کرتا ہے۔[(143)]

پہاڑ کی اطاعت:

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق و عمر و عثمان رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ احد پہاڑ تشریف لے گئے، پہاڑ ہلنے لگا حضور نے فرمایا۔ اُثبُت عَلَيكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيقٌ، وَشَهِيدَانِ اے پہاڑ ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید تشریف فرما ہیں، پہاڑ حکم پاتے ہی ٹھہر گیا۔[(144)]

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

مَلک جبال کی پیش کش:

امام بخاری حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں نے عبد یا لیل[(145)] پر کلمہ حق پیش کیا، انہوں نے اسلام لانے سے انکار کیا، اور مجھے رنج ہوا، اس وقت میں نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک ابر ہے جس نے مجھ پر سایہ کیا اور پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ سے کہا اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ

---

(143)۔۔: کتاب العظمۃ، ذکر ساعات اللیل والنہار وعبادہ الخلائق۔۔۔ ص1726، حدیث:1192

(144)۔۔: صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلًا ج2، 524، حدیث: 3675

(145)۔۔: اس شخص کا نام مسعود ابن عبد یا لیل ابن کلال ابن عمرو تھا، یہ قبیلہ بنی ثقیف سے تھا، طائف کا رہنے والا وہاں کا بڑا سردار تھا، یہ سولہ سولہ ساتھیوں کے ساتھ طائف سے حج کرنے آیا تھا، اسے حضور انور نے عقبہ میں دعوتِ اسلام دی یہ سخت بد تمیزی سے پیش آیا اور اسلام لانے سے انکار کر گیا، حضور انور کو اس سے بہت صدمہ ہوا، ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ 10 ہجری میں مسلمان ہوا، انہوں نے اسے صحابہ میں شمار کیا ہے مگر علامہ واقدی نے کہا کہ یہ مسلمان نہیں ہوا۔ واللہ اعلم! (مراۃ المناجیح، باب المبعث الوحی۔۔ الخ، الفصل الاول، ج8، ص108)

نے آپ کی قوم کا قول سن لیا:وَاَنا ملک الجبال وقد بعثني اليک لتا مرني ان شئت ان اطبق عليهم الاخشبين اور میں پہاڑوں کا بادشاہوں، مجھے اللہ نے آپ کی خدمت میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ مجھے حکم دیں، اگر آپ فرمائیں تو ان پر مدینہ کے ان دونوں پہاڑوں کو ڈھانپ دوں۔[146]

(13)درختوں پر حکومت

امام ابو نعیم حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں، ایک اعرابی آیا اور اسلام لانے کے بعد اس نے عرض کی یارسول اللہ مجھے کوئی نشان دکھایئے تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے، حضور نے فرمایا: تو کیا نشان چاہتا ہے؟ عرض کی: اس درخت کو بلایئے، حضور نے فرمایا: جا تو ہی ان درختوں کو بلا وہ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا:اجيبي رسول الله صلى الله عليه وسلم فمالت علي جوانب من عن جوانبها وقطعت عروقها حتى اتت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت السلام عليک يارسول الله کہ تمہیں حضور بلاتے ہیں اس نے اپنی جڑیں زمین سے نکالیں، پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یوں سلام عرض کیا،السلام عليک يارسول الله پھر حضور نے درخت سے فرمایا:أرجعي فَرَجَعت فَجَلَست على عروقها واپس چلے جاؤ، درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

یہ دیکھ کر اعرابی نے عرض کی:ائذَن لي يَا رَسُول الله أَن أقبل رَأسك ورجليك فَفعل۔ یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دوں، حضور نے اجازت دی، اس نے قدم پاک چوم لیے۔[147]

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے قدم چومنا، جائز ہیں، بدعت نہیں

(146)۔۔:مواہب لدنیہ، المقصد الاول، ہجرتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،ج1،ص136
صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: امین والملائکۃ فی السماء۔۔۔ج2،ص386،حدیث:3231بتغیرٍ
(147)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل التاسع عشر، ذکر ماروی فی تسلیمہ الاشجار۔۔۔الخ ص231
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات التی وقعت فی وفادۃ۔۔۔الخ، باب الآیۃ فی قدوم الاعرابی،ج2،ص59

ہیں اگر کسی کے قدم چومنا بدعت ہوتا تو حضور علیہ السلام اعرابی کو کبھی اجازت نہ دیتے۔

درختوں کی اطاعت:

امام بیہقی و ابو نعیم حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہمراہ تھے، ایک اعرابی آیا، حضور نے اس کو اسلام کی تلقین کی، اعرابی نے کہا: آپ کی رسالت پر اور کون گواہ ہے' آپ نے فرمایا یہ درخت فدعاها رسول الله فاقبلت تحد الارض حتی جاء ت بین یدیه فاستشهد ثلاثاً اور اس درخت کو بلایا، درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا اور آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ نے درخت سے تین بار اپنی رسالت کی گواہی دلوائی۔[148]

خوشہ خرما کی اطاعت:

امام ترمذی حضرت ابن عباس سے راوی کہ ایک اعرابی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں کیسے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کھجور کے خوشہ کو بلاتا ہوں، وہ میری رسالت کی گواہی دے گا، پھر آپ نے اسے بلایا۔

فَجَعَلَ يَنزِلُ مِنَ النَّخلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: ارجِع فَعَادَ فَأَسلَمَ الأَعرَابِيُّ

وہ درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوا پھر حضور علیہ السلام نے اسے واپسی کا حکم دیا وہ واپس ہوا اور اعرابی اسلام لے آیا[149]

درختوں کا سجدہ:

---

(148)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب مشی العذق الذی دعاہ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔۔۔ الخ، ج6، ص14 ملتقطاً
خصائص کبریٰ، باب الآیۃ فی قدوم الاعرابی الآخر، ج2، ص60

(149)۔۔: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی آیات اثبات النبوۃ۔۔ الخ ج5، ص360، حدیث: 3648

خوشہ خرما والی حدیث جو دوسرے طریق سے مروی ہے اس میں یہ لفظ اور زیادہ ہیں کہ **حتی سقط علی الارض وھو یسجد ویرفع** وہ درخت زمین کی طرف گرا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ بھی کیا[150]

درختوں اور پہاڑوں کا سلام عرض کرنا:

امام ترمذی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھے، حضور کسی طرف روانہ ہوئے **فما استقبلہ جبل ولا شجر ولا مدرٌ الا وھو یقول السلام علیک یارسول اللہ** تو جو بھی درخت پہاڑ اور پتھر سامنے آیا اس نے اس طرح سلام عرض کیا: **السلام علیک یا رسول اللہ**[151]

پتھروں کا عرض سلام:

ابو نعیم وبزار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی تو **لَا أَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله** جس پتھر اور درخت کے قریب سے میں گزرتا وہ مجھے اس طرح سلام عرض کرتا: **السلام علیک یارسول اللہ**[152] امام ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ جب درخت حضور کو سلام کرتے تو آپ ان کے سلام کا جواب بھی عطا فرماتے تھے[153]

درختوں کا طواف:

امام احمد طبرانی بیہقی، حضرت یعلی بن مرہ ثقفی سے راوی ہیں: وہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر

---

(150)۔۔:حجۃ اللہ علی العالمین، الباب الخامس فی معجزاتہ المتعلقۃ بتکلیم الجمادات وشھادتہا۔۔۔ص318ملتقطاً

(151)۔۔:سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ت:8، ج5، ص359، حدیث:3646
خصائص کبریٰ، باب ماوقع عند المبعث من المعجزات۔۔، ج1، ص165

(152)۔۔:مسند البزار، مسند عائشہ، عروۃ بن زبیر عنہا، تابع الزھری عن عروہ،، ج18، ص164، حدیث:116
حجۃ اللہ علی العالمین، الباب الخامس فی معجزاتہ المتعلقۃ بتکلیم الجمادات وشھادتہا۔۔۔ص317ماخوذاً

(153)۔۔:حوالہ سابق

میں حضور علیہ السلام نے ایک منزل پر قیام فرمایا اور آپ سو گئے۔ فَجَاءَت شَجَرَةٌ تَشُقُّ الأَرضَ و طافت به تو درخت زمین کو چیرتے ہوئے آئے اور آپ کے ارد گرد طواف کرنے لگے۔ حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو میں نے یہ واقعہ خدمت اقدس میں عرض کیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ درخت تھا جس نے خدا سے یہ اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اسے اجازت ملی یہ طواف کرنا اس کا سلام تھا۔[154]

ناظرین کرام! اگر اس قسم کی حدیث جمع کی جائیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے، بہر حال ان احادیث سے روشن ہو گیا کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے پہاڑ تسبیح کے لیے مسخر تھے تو ہمارے حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے پہاڑوں کے ساتھ درخت، پتھر، ریت کے ذرّے غرضیکہ ساری کائنات مسخر ہے۔

(14) تسخیر طیّور

تسخیر طیور کے متعلق بھی چند احادیث پڑھ لیجئے اور موازنہ کیجئے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کیا شان ہے۔

پرندوں پر حکومت:

بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی جنگل میں قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ نے نعلین مبارک اتار دیں، پھر ایک نعلین پہن لی: فجَاء طير فَأخذ الخُف الآخر فحلق بِهِ فِي السَّمَاء فانسل مِنهُ أسود سالخ ایک پرندہ آیا اور وہ حضور کی نعلین مبارک کو لے کر اڑا اور اس سے ایک کالا سانپ نکلا۔[155]

چڑیا کی فریاد:

---

(154)۔۔۔: حوالہ سابق

(155)۔۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الطائر، 2/108 ماخوذاً

بیہقی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، پھر ہمارا ایک درخت سے گزر ہوا۔ جس میں چڑیا کے بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو اٹھالیا، ہم نے دیکھا کہ وہ چڑیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد پھرنے لگی (یعنی فریاد کرنے لگی) فَقَالَ من فجع هَذِہ بفرخیها قُلنَا نَحن قَالَ ردوهما حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس چڑیا کے بچوں کو کس نے تکلیف پہنچائی، ہم نے عرض کی: ہم نے، فرمایا: کہ اس کے بچے واپس کر دو۔[156]

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد

اِسی در پر شترِ ناشاد گلۂ رنج وعنا کرتے ہیں

کبوتروں نے سایہ کیا:

ابن وہب روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے أنّ حمام مكة أظلّت النَّبِيَّ صَلَّى اللہ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَومَ فَتحِهَا فدعا لها بالبركة تو مکہ معظمہ کے کبوتروں نے آپ پر سایہ کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبوتروں کے لیے دعائے برکت فرمائی۔[157]

حیوانات کا سجدہ:

امام احمد وابو نعیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک باغ میں داخل ہوئے: فَجَاءَ بَعِيرٌ، فَسَجَدَ لَهُ اتنے میں ایک اونٹ آیا اور اس

---

(156)۔۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی الحمرۃ التی۔۔۔الخ، 6/ 31، 32
خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الحمرۃ، 2/ 105
سنن ابی داوٗد، کتاب الجہاد، باب فی کراہۃ حرق العدو۔۔۔الخ، ج3، ص75، حدیث: 2675 بتغیرٍ
(157)۔۔۔: الشفا، بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی الآیات فی ضروب الحیوانات، 1/ 313

نے آپ کو سجدہ کیا۔ [158]

امام ابو نعیم حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے فِي الحَائِط غنم فسجدن لَهُ اس باغ میں بھیڑیں تھیں سب نے آپ کو دیکھ کر آپ کو سجدہ کیا۔ [159]

اونٹ کی اطاعت:

امام بیہقی حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم دربارِ رسالت میں حاضر تھے اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا، عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا اونٹ بھاگ گیا ہے، میرے ہاتھ نہیں آتا، حضور علیہ السلام اس شخص کے ہمراہ تشریف لے گئے، صحابہ نے عرض کی: سرکار یہ اونٹ بہت شریر ہے، اس کے قریب نہ جایئے، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے۔فَلَمَّا رَایٰ البَعِیرُ سَجَدَ لَه تو اونٹ نے آپ کو دیکھ کر سجدہ کیا، آپ نے اونٹ کے نکیل ڈال دی [160] (یعنی نکیل سے پکڑ کر اونٹ مالک کے حوالے کر دیا)

سرکش اونٹ کی اطاعت:

امام ابو نعیم حضرت بریدہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری اپنے اونٹ کی شکایت لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوا، عرض کی سرکار ہمارا اونٹ پاگل ہو گیا ہے، اور ہم میں سے کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کے قریب ہوں یا نکیل ڈالیں، حضور اس انصاری کے ہمراہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے اور دروازہ کھلوایا

---

(158)۔۔:دلائل النبوۃ لابي نعیم، الفصل الثامن عشر، باب فی ذکر الاخبار من شکوی البهائم۔۔الخ، ص226
مسند امام احمد بن حنبل، مسند النساء، مسند السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا، ج9، ص353، حدیث:24525

(159)۔۔:دلائل النبوۃ لابي نعیم، الفصل الثامن عشر، باب فی ذکر الاخبار من شکوی البهائم۔۔الخ، ص226
خصائص کبری، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الشاۃ والغنم، ج2، ص100

(160)۔۔:دلائل النبوۃ للبیهقی، باب ذکر البعیر الذی سجد للنبی۔۔۔الخ، ج6، ص29

فَلَمَّا رَآهُ الجمل جَاءَ إِلَيهِ فَسجدَ لَهُ فَأخذ النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم بِرَأسِهِ فخطمه یعنی اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدہ کیا، آپ نے اسے سر سے پکڑ کر نکیل ڈال دی۔ (161)

شریر اُونٹ کی اطاعت:

امام احمد حضرت جابر سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ بنی نجار کے ایک باغ میں داخل ہوئے، اس باغ میں ایک اونٹ تھا، جو بھی اس باغ میں داخل ہوتا اسے کاٹتا تھافَأَتَاهُ النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم فَدَعَاهُ فجَاء وَاضِعا مشفرة فِي الأَرض حَتَّى برك بَين يَدَيهِ یعنی جب حضور اس کے قریب گئے تو اونٹ سر بسجود حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ (162)

ناظرین! دیکھئے صحابہ کرام اونٹ کی شکایت حضور سے کر رہے ہیں، حالانکہ صحابہ کرام جانتے ہیں کہ اونٹ حیوان ہے فہم و ادراک کا مالک نہیں ہے، صحابہ کے اس فعل سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حیوانات حضور کے محکوم ہیں اور جانور بھی اس مقدس رسول کی عظمت و بزرگی کا احساس رکھتے ہیں اگر یہ نہیں تو دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹ کی شکایت کے کیا معنیٰ ہیں؟

ایک اونٹ کی فریاد:

امام ابو نعیم و بیہقی حضرت عبد اللہ بن جعفر سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اس باغ میں ایک اونٹ تھافَلَمَّا رأى النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم

---

(161)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثامن عشر، باب فی ذکر الاخبار من شکوی البھائم۔۔الخ، ص229
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج2، ص96

(162)۔۔:مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابہ، حدیث جابر بن عبد اللہ، ج5، ص43، حدیث: 14339
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج2، ص959

حَنّ إِلَيهِ وذَرَفَت عَيناهُ جب حضور علیہ السلام کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر حضور نے اس اونٹ کے مالک سے فرمایا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا، اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ (163)

امام ابو نعیم و طبرانی حضرت یعلی بن مرہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اتنے میں ایک اونٹ آیا، اس نے آپ کو سجدہ کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اونٹ اپنے مالک کی شکایت کرتا ہے۔ خدم مَوَالِيه أَربَعِينَ سنة حَتَّى إذا كبر نَقَصُوا مِن علفِه وَزَادُوا فِي عملِه حَتَّى إِذا كَانَ لَهُم عُرس أخذُوا الشفار لينحروه اس کی شکایت یہ ہے کہ اس کے مالک نے اس سے چالیس برس تک خدمت لی، جب یہ بوڑھا ہو گیا تو اس کے چارے میں کمی اور کام میں زیادتی کر دی، آج اس کے مالک کے گھر شادی ہے وہ اسے ذبح کرنا چاہتے تھے کہ یہ میرے پاس فریاد لے کر آ گیا۔ پھر آپ نے اونٹ کے مالک کو بلایا، مالک نے اونٹ کی شکایت کی تصدیق کی، حضور نے فرمایا کہ اس اونٹ کو میرے لیے چھوڑ دو، یعنی ذبح نہ کرو۔ (164)

ہرن کی فریاد:

امام ابو نعیم حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ایک جنگل سے گزر ہوا، ایک ہرنی نے پکارا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کیا چاہتی ہے؟ ہرنی نے عرض کی:

إِنَّ لِي خَشَفَينِ فِي ذَلِكَ الجَبَلِ فَحُلَّنِي حَتَّى أَذهَبَ، فَأُرضِعَهُمَا، ثُمَّ أَرجِعُ

---

(163)۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر المعجزات الثالث التی۔۔الخ، ج6، ص26
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج2، ص95
(164)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثامن عشر، باب فی ذکر الاخبار من شکوی البھائم۔۔الخ، ص228، حدیث:284
خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب قصۃ الجمل والناقۃ، ج2، ص96

فَأَطلَقَهَا فَذَهَبَت ثُمَّ رَجَعَت سرکار اس پہاڑی میں میرے دو بچے ہیں مجھے اس شکاری نے گرفتار کرلیا ہے، آپ مجھے اپنی ضمانت پر چھوڑ دیجئے، میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا، ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔

پھر آپ نے ہرنی کو بدستور سابق باندھ دیا، اتنے میں شکاری جو سورہا تھا وہ بھی بیدار ہوگیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر عرض کرنے لگا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس ہرن کو آزاد کر دے، اس نے آزاد کر دیا، ہرن کلمہ پڑھتا ہوا جنگل کی طرف روانہ ہوا۔[(165)]

میرے کریم نہ آہو کو قید دیکھ سکے
عبث اسیر الم انتظار کرتے ہیں

دیکھئے! جانور بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشکل کشا دافع البلا سمجھتے ہیں اور آپ کی عزت وعظمت وبزرگی کا انہیں بھی احساس ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مشکل پڑتی ہے، بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو دربار رحمت اللعلمین میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دستگیری چاہتے ہیں۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدے کریں
بَارَكَ اللہ مرجع عالم یہ یہی سرکار ہے

حضور کا اونٹ ذبح کرنے کا منظر:

امام ابو نعیم وطبرانی حضرت عبد اللہ بن قُرط سے روایت کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن حضور کی خدمت میں چند اونٹ ذبح کرنے کے لیے لائے گئے:فَطَفِقنَ يَزدَلِفنَ إِلَيهِ بِأَيَّتِهِنَّ يَبدَأُ تو ہر ایک اونٹ اچھل کر آپ کے نزدیک ہوتا تھا کہ اسے آپ پہلے ذبح

(165)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، ومن حدث عن ام سلمۃ۔۔الخ، ضبۃ بن محصن العنزی۔۔۔الخ، ج23، ص331، 332، حدیث:763

فرمائیں۔(166)

سبحان اللہ! یہ بھی کیا منظر ہو گا کہ دو عالم کے سردار کے دستِ اقدس میں چھری ہو گی اور ہر اونٹ محبوب دلنواز کے دستِ ناز سے ذبح ہونے کے لیے اپنا سر خود جھکا رہا ہو گا۔

ہر اِک کی آرزو ہے پہلے مجھے ذبح فرمائیں
تماشا کر رہے ہیں مرنے والے عید قرباں میں

قصہ حمار:

ابن عساکر ابن منظور سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو حضور علیہ السلام سے ایک سیاہ رنگ کے گدھے نے کلام کیا آپ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ گدھے نے عرض کی: میرا نام یزید ابن شہاب ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے سب انبیاء کرام کے مَرکَب بنے۔ اب چونکہ میرے دادا کی نسل سے میں ہی باقی ہوں اور آپ کے بعد بھی اب کوئی نبی نہیں ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ سرکار مجھ پر سواری فرمائیں۔ اس سے قبل میں ایک یہودی کے پاس تھا، جب وہ مجھ پر سوار ہوتا تو میں اس کو قصداً گرا دیتا، وہ مجھے بھوکا رکھتا اور چابک مارتا تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا، اب تیرا نام یعفور ہے۔

فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث به إلى باب الرجل فيأتي الباب فيقرعه برأسه فإذا خرج إليه صاحب الدار أومئ إليه أن أجب رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب کسی شخص کو بلانا منظور ہوتا تو اس گدھے کو بھیجتے، یہ جاتا اور اپنے سر سے دروازہ کھٹکھٹاتا جب وہ آدمی باہر نکلتا تو اشارے سے سمجھاتا کہ تجھے سرکار یاد فرما رہے ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس گدھے نے آپ کے غم میں

---

(166)۔۔: سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب دی الھدی اذا عطب۔۔۔الخ، ج2، ص211، حدیث:1765

بنی ہاشم کے کنویں میں گر کر جان دے دی۔ (167)

گوہ کا کلمہ پڑھنا:

امام ابو نعیم و بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور محفل صحابہ میں تشریف فرما تھے، ایک اعرابی گوہ کا شکار کرکے لایا اور عرض کرنے لگا، مجھے لات و عزیٰ کی قسم میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ جب تک یہ گوہ آپ سے کلام نہ کرے۔ حضور نے گوہ سے فرمایا تو کسے پوجتی ہے؟ گوہ نے بزبان فصیح کہا: اس کو جس کا آسمان پر عرش ہے، زمین پر حکومت ہے، سمندر میں راستے ہیں، جنت میں رحمت اور دوزخ میں عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے عرض کی:

قال: رَسُولُ رَبِّ العَالَمِينَ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَقَد أَفلَحَ مَن صَدَّقَكَ، وَقَد خَابَ مَن كَذَّبَكَ، قَالَ الأَعرَابِيُّ: أَشهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَ اَنَّكَ رَسُولُ اللهِ

آپ رب العالمین کے آخری رسول ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی اس نے فلاح پائی، جس نے آپ کو جھٹلایا وہ خسارے میں رہا، چنانچہ اعرابی ایمان لے آیا۔ (168)

بھیڑیوں کا قاصد خدمت نبوی میں:

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے بیٹھ کر دم ہلانے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: هَذَا وَافِدُ الذِّئَابِ، جَاءَ يَسأَلُكُم أَن تَجعَلُوا لَهُ مِن أَموَالِكُم شَيئًا یہ بھیڑیوں کا قاصد ہے اس لئے آیا ہے کہ تم اپنے اموال سے ان کا حصہ مقرر کردو۔ (169)

امام ابو نعیم عبد اللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم دربارِ رسالت میں حاضر تھے،

(167)۔۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، باب ذکر سلاحہ ومرکوبہ۔۔۔الخ، ج47، ص232

(168)۔۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی شہادۃ الضب لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ج6، ص36، 37 ملتقطاً

(169)۔۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی مجیئ الذئب۔۔۔الخ، ج6، ص40

ناگاہ ایک بھیڑیا آیا اور حضور کے سامنے بیٹھ گیا، حضور نے فرمایا یہ بھیڑیوں کا قاصد ہے، اگر تم پسند کرو، تو اپنے اموال سے ان کا حصہ مقرر کردو تاکہ پھر یہ کسی دوسرے جانور کا شکار نہ کریں اور اگر تم چاہو تو یونہی رہنے دو، جس پر ان کا قابو چلے وہی ان جنگلی درندوں کا رزق ہوجائے، صحابہ نے عرض کی:

مَا تَطِيبُ أَنفُسُنَا بِشَيءٍ لَهُ فَأَومَى إِلَيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَوَلَّى یعنی حضور ہمارا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے ہاتھ سے جنگلی درندوں کے لیے حصہ مقرر کیا جائے، چنانچہ حضور نے تین انگلیوں سے بھیڑیئے کو اشارہ کیا، وہ چلا گیا۔[170]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام گائے، بھینس، بکری وغیرہ میں سے جنگلی درندوں کا حصہ مقرر فرمادیتے تو آج شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے، مگر صحابہ نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنے ہاتھ سے ان درندوں کا حصہ مقرر کردیا جائے، اس لیے حضور نے جنگلی درندوں کو اجازت دے دی، کہ جس پر تمہارا قابو چلے شکار کرلو۔

حضور عالمِ غیب میں:

امام احمد وابن سعد وبزار وحاکم وبیہقی وابو نعیم، یہ تمام جلیل القدر محدثین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک چرواہا بکریاں چرارہا تھا، ایک بھیڑیا آیا اور بکری لے گیا، چرواہے نے بھیڑیئے سے بکری چھڑالی، بھیڑیئے نے کہا خدا نے مجھے رزق دیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے کہا: عجیب بات ہے کہ حیوان کلام کررہا ہے، بھیڑیئے نے کہا عجیب بات تو یہ ہے کہ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بَينَ الحَرَّتَينِ يُحَدِّثُ النَّاسَ عَن نَبَإٍ مَا قَد سَبَقَ، يخبركم بما مضى وبما هو كائن بعدكم ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک رسول پیدا ہوئے ہیں، جو زمانہ آئندہ وگزشتہ کی خبریں سناتے ہیں۔

---

(170)۔۔: دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثامن عشر: باب من ذکر الاخبار من شکوی البہائم۔۔الخ، ص 223

بھیڑیئے کی یہ گفتگو سن کر چرواہا جو یہودی تھا دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا اور یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیان کیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا:فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدق صدق بھیڑیئے نے سچ کہا، بھیڑیئے نے سچ کہا ہے۔(171)

اس حدیث سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو عالم ماکان وما یکون کہنا شرک نہیں ہے، اگر شرک ہوتا تو حضور علیہ السلام بھڑیئے کے قول کی تصدیق نہ فرماتے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حیوانات بھی حضور علیہ السلام کو عالم ما کان وما یکون مانتے ہیں مگر چند افراد جو حیوانات سے بھی بدتر ہیں وہ آپ کے اس وصف خاص میں کلام کرتے ہیں۔

بلاریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

حضور کے غلاموں کی شیروں پر حکومت:

امام ابو نعیم و بیہقی حضرتِ سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں کشتی میں سوار ہوا کشتی ٹوٹ گئی اور میں ایک تختہ پر بہتا ہوا ایک جزیرہ میں پہنچا اور میرا شیر سے سامنا ہوا میں نے شیر کو دیکھا تو اس سے کہا:یَا أَبَا الحَارِثِ أَنَا سَفِينَةُ مَولَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اے ابو الحارث میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

حضرت سفینہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر شیر دُم ہلانے لگا، پھر میرے ساتھ چلا اور مجھے مکہ کے راستہ پر کھڑا کر دیا، جب میں روانہ ہوا تو شیر گرجنے لگا، گویا مجھے الوداع کر رہا تھا۔(172)

مشکوۃ شریف کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت سفینہ اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے اور کفار نے

---

(171)۔۔:مسند امام احمد، مسند المکثرین، حدیث ابی سعید الخذری، ج4، ص176، حدیث:11841

(172)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل التاسع والعشرون:ماجری علی یدی اصحابہ۔۔الخ، قصۃ سفینۃ مولی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص347

آپ کو گرفتار کر لیا، جس وقت آپ جیل سے بھاگے تو راستہ میں شیر مل گیا۔[173]

ہو سکتا ہے کہ حضرت سفینہ کا دو مرتبہ شیر سے سامنا ہوا ہو، اور آپ دونوں مرتبہ یہ کہہ کر چھوٹ گئے ہوں کہ میں سید المرسلین کا غلام ہوں، بہر حال یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور تو حضور ہیں، آپ کے غلام بھی شیروں پر حکومت کرتے ہیں۔

ان کو شیروں پر شرف حاصل ہوا
جو بنا ادنیٰ سگ کوئے حبیب

حضرت سفینہ کی وجہ تسمیہ:

اب چونکہ حضرت سفینہ کا ذکر آگیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نام کی وجہ تسمیہ بیان ہو جائے: حضرت سفینہ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں، سفینہ عربی میں کشتی کو کہتے ہیں، صحابہ کرام نے خود ان سے ان کے نام کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے صحابہ کرام کے ساتھ سامان زیادہ تھا، انہوں نے اپنا سارا سامان میری چادر میں باندھ کر میرے سر پر رکھ دیا۔ صحابہ کی اس حرکت کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

احمِل فَإِنَّمَا أَنتَ سَفِينَةٌ، فَلَو حَمَلتُ مِن يَومَئِذٍ وِقرَ بَعِيرٍ، أَو بَعِيرَينِ، أَو ثَلَاثَةٍ، أَو أَربَعَةٍ، أَو خَمسَةٍ، أَو سِتَّةٍ، أَو سَبعَةٍ مَا ثَقُلَ عَلَيَّ

یعنی اٹھالو اس لیے کہ تم سفینہ (کشتی) ہو، حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ حضور کے ان کلمات مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ اس دن سے میں ایک دو تین چار پانچ چھ یہاں تک کہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھالیتا ہوں، مگر کسی قسم کی گرانی محسوس نہیں کرتا۔[174]

ناظرین! تسخیر حیوانات کی کثیر احادیث نقل کی جاسکتی ہیں، مگر اختصار ملحوظ ہے تاہم ان احادیث سے روشن ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پرند مسخر تھے تو

---

(173)۔۔: مشکوۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، الفصل الثانی، ج2، ص400، حدیث: 5949
(174)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی معجزاۃ اخری۔۔الخ، ج6، ص47

ہمارے حضور علیہ السلام کے لیے تمام حیوانات مُسخَّر و مُنقاد[175] ہیں۔

اپنے مولیٰ کی ہے بس شانِ عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

(15) تلیّنِ حدید

تلیّنِ حدید حضرت داؤد علیہ السلام کا تیسرا معجزہ ہے، آپ کے مبارک ہاتھوں میں یہ تاثیر تھی کہ لوہا نرم ہو جاتا تھا، قرآنِ حکیم میں اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ (۱۰)﴾ یعنی ہم نے داؤد کے لیے لوہا نرم کر دیا۔[176]

یہ ظاہر ہے کہ لوہا پگھلا کر بھی نرم ہو سکتا ہے، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ایسی چیزیں نرم ہو گئیں، جو پگھلا کر بھی نرم نہ ہو سکیں امام ابو نعیم دلائل النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ یوم اُحد مشرکین سے پوشیدگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک ایک پہاڑ کی جانب مائل فرمایا تاکہ آپ پہاڑ میں چھپ جائیں۔فلين الله تعالى له الجبل حتى أدخل رأسه اللہ نے پہاڑ کو نرم کر دیا اور آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک پہاڑ میں چھپا لیا۔[177]

اسی طرح مکہ معظمہ میں ایک پتھر ہے جس پر نماز میں حضور علیہ السلام نے استراحت فرمائی۔فَلَانَ لَهُ الحَجَرُ حَتَّى أَثَّرَ فِيهِ بِذِرَاعَيهِ وَسَاعِدَيه پتھر نرم ہو گیا اور اس پتھر پر حضور کی کہنیوں اور بازوؤں کے نشان آ گئے۔[178]

دیکھئے وہاں لوہا نرم ہے، یہاں پتھر نرم ہے اور پتھر کا نرم ہو جانا، لوہے کے نرم ہو جانے سے بدرجہا افضل و اقویٰ ہے، کیونکہ لوہا پگھلا کر نرم ہو سکتا ہے، مگر پتھر کے نرم ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کے مقدس جسم میں پتھر کو نرم کر دینے کی تاثیر

---

(175):تابع و فرماں بردار

(176)۔۔:پارہ22، سبا، آیت:10

(177)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثلاثون:فی ذکر موازاۃ الانبیاء فی فضائلھم۔۔الخ، ص353

(178)۔۔:حوالہ سابق

ہے، اس کے لیے لوہے کو نرم کر دینا کیا مشکل ہے۔

خدا نے اس قدر اونچا کیا درجہ محمد کا
نہ پہنچانا کسی نے آج تک رتبہ محمد کا

پتھر پر نشانِ قدم:

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب پتھر پر ننگے پاؤں چلتے تو۔ غاصت قدماه پتھر پر پائے مبارک کانشان آجاتا۔[179]

نہ میرے دل میں جگر میں نہ دیدہ تر میں
کرم کرے وہ نشان قدم تو پتھر میں

سلف صالحین اور نشانِ قدم:

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برہنہ پا پتھر پر چلتے تو پتھر نرم ہو جاتا اور نشانِ قدم پتھر پر آجاتا اور ایسے پتھر جن پر قدم نبوی کے نشان ہیں، بیت المقدس اور مصر کے کئی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ والناس تتبرك

---

(179)۔۔: سبل الهدیٰ والرشاد فی سیرة خیر العباد، فی صفة ساقیه وفخذیه وقدمیه ﷺ، تنبیهات، ج2، ص79
امام زرقانی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کی مدح میں یہ حدیث قدیم مشہور ہے شعراء نے اپنی شاعری میں بلغانے اپنے کلام نثر میں اسے ذکر کیا لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حدیث ہونے کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اصل اور سند پر میں واقف نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے اسے کتب حدیث میں پایا ہے اور دیگر علمانے بھی اس کے حدیث ہونے کا انکار کیا ہے۔ امام زرقانی فرماتے ہیں: البتہ بعض کتب میں حضور کے خصائص کے طور پر اسے ذکر کیا گیا ہے تو اس میں تطبیق یوں ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کے لئے بطور معجزہ اس طرح سے ثابت ہے کہ دیگر تمام انبیائے کرام کے معجزات بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے ہیں تو یہ بات اسی وقت درست ہو سکتی جبکہ حضور علیہ السلام کے بھی مبارک قدموں کے نشان پتھر پر لگیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان پتھر پر لگا تو اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی ہو گی ورنہ بطور حدیث یہ روایت کتب حدیث میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (شرح زرقانی علی المواهب، الفصل الرابع فی ما اختص به ﷺ من الفضائل، ج7، ص194، 195 ماخوذاً)۔۔ جاوید قادری

به وتزوره وتعظمه اور لوگ اس پتھر کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور اس کو متبرک سمجھتے ہیں۔(180)

شاہی مسجد لاہور کے تبرکات میں بھی ایک پتھر ہے جس پر حضور کا نشانِ قدم موجود ہے اور میں نے خود بھی اس کی زیارت کی ہے، جمعہ کے دن ان تمام تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ دہلی کے جس محلہ میں یہ مبارک پتھر ہے، اس محلہ کا نام ہی "محلہ قدم شریف" ہو گیا ہے۔

سلطان قاقیبائی کی وصیت:

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں: سلطان قاقیبائی نے بیس ہزار درہم سے ایک ایسا پتھر خرید رکھا تھا جس پر کہ نشانِ قدم مبارک تھا۔ **وَاَوصٰی بجعله عند قبره وهو الان موجود** انہوں نے وصیت کی تھی کہ یہ مبارک پتھر میری قبر پر نصب کیا جائے، چنانچہ یہ پتھر ان کی قبر پر اب بھی موجود ہے۔(181)

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

علامہ شہاب الدین خفاجی کی اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین و شاہان اسلام حضور علیہ السلام کے نشانِ قدم کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اس کو متبرک سمجھتے تھے بلکہ اس پتھر کو ذریعہ نجات جانتے تھے، ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین و اولیائے کرام و مشائخ عظام کی ہر چیز کی تعظیم کرنا، اسے متبرک سمجھنا اس کی زیارت کرنا، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ سلف صالحین و شاہانِ اسلام کا طریقہ ہے، وہابی حضرات ان کی تعظیم کو بدعت و شرک کہتے ہیں، اگر یہ مان لیا جائے تو کیا سلف صالحین و شاہانِ اسلام بدعتی و مشرک تھے۔

---

(180)۔۔۔: حجۃ اللہ علی العالمین، الباب الخامس: فی معجزاته المتعلقة۔۔۔ الخ، تاثیر قدمیہ ﷺ فی الصخر۔۔۔ الخ، ص325

(181)۔۔۔: حوالہ سابق

(16)بادشاہت

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَهَبۡ لِیۡ مُلۡکًا لَّا یَنۡۢبَغِیۡ لِاَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِیۡ ۚ﴾

اے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو سزا وار نہ ہو۔(182)

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرما کر ان کو روئے زمین کی بادشاہت عطا فرمائی اور وہ صرف دنیا پر حکمران ہوئے مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو دنیا و آخرت دونوں کی حکومت و سلطنت عطا فرمائی گئی، یعنی حضرت سلیمان فرش کے حاکم تھے اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش و فرش دونوں کے حاکم ہیں۔

اللہ اللہ شہِ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک سپید ابر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیا اور میرے سامنے سے غائب ہو گئے، پھر وہ پردہ ہٹا تو کیا دیکھتی ہوں کہ سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں ہے، اور کوئی منادی پکار رہا ہے:

بخ بخ قبض مُحَمَّد صلی اللہ عَلَيهِ وَسلم على الدُّنيَا كلهَا لم يبق خلق من أَهلهَا إِلَّا دخل فِي قَبضته واہ واہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو حضور کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔(183)

---

(182)۔۔۔:پارہ23، ص، آیت:35

(183)۔۔۔:خصائص کبریٰ، باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔۔ الخ، ج1، ص82

حدیث بالا پر غور کیجئے، منادی پکارتا ہے کہ زمین و آسمان کی مخلوق پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے قبضہ کرلیا مخلوق زمین و آسمان کی اگر تفصیل کی جائے تو عمر ختم ہو جائے اور صرف زمین کی مخلوق گنتی و شمار میں نہ آئے، اجمالی طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ زمین کی مخلوق حیوانات، جمادات و حوش وطیور جن وانسان ہیں اور ان سب پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت وسلطنت ہے۔ اور آسمان کی مخلوق فرشتے وغیرہ ہیں۔

فرشتے بھی حضور کے امتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور ملائکہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محکوم ہیں[184] عام فرشتوں کو چھوڑیئے، ملکوتیوں کے شہنشاہ جبریل امین کو دیکھئے کہ شبِ معراج قدم پاک مصطفیٰ علیہ السلام پر اپنی نوری پیشانی رکھ کر آپ کو بیدار کررہے ہیں۔

تاجِ رُوح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں و اللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ساری دنیا پر حضور کا قبضہ:

امام احمد و ابن حبان وضیائی و ابو نعیم بسند صحیح حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: أُتِيتُ بِمَقَالِيدِالدُّنيَا عَلَى فَرَسٍ أَبلَقَ عَلَيهِ قَطِيفَةٌ مِن سُندُس مجھے دنیا کی کنجیاں دی گئیں، ابلق گھوڑے پر میری خدمت میں لائے گئے، ان پر خوبصورت زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔[185]

دُنیا ماسویٰ اللہ کو کہتے ہیں، یعنی اللہ کے سوا جتنی اشیاء ہیں، وہ سب دنیا ہے، مثلاً جنت دوزخ، لوح و قلم، انسان، فرشتہ، جن، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں زمین و آسمان کے خزائن کی کنجیاں، غرضکہ ساری کائنات حضور علیہ السلام کے دستِ

---

(184)۔۔: مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فضائل سید المرسلین۔۔الخ، ج10، ص14، تحت الحدیث: 5748

(185)۔۔: مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد اللہ، ج22، ص390، حدیث: 14520

تقدس میں ہے اور ساری دنیا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ ہے۔

شہنشاہِ زمانہ باہزاراں کرو فر آئے
کیا عالم پہ قبضہ مِلک میں سب خشک و تر آئے

زمین پر حضور کی حکومت:

حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور غارِ ثور میں قیام فرمایا تو سراقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا اور غار کے قریب پہنچ کر کہنے لگا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون بچائے گا؟ حضور نے فرمایا: جبار و قہار وہی میری حفاظت کرے گا اتنے میں جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے عرض کی: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں زمین کو حکم دیجئے، زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تابعداری کرے گی۔

فقال یا ارض خذیہ فاخذت ارجل جوادہ الی الرکب اے زمین پکڑ لے زمین نے سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں پکڑ لیے اور گھٹنوں تک دھنس گیا۔

جب سراقہ زمین میں دھنس گیا، سراقہ نے ایڑ لگائی مگر گھوڑے نے حرکت نہ کی، آخر مجبور ہو کر عرض کرنے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے امان دیجئے، اور اس مصیبت سے چھڑایئے، میں واپس چلا جاؤں گا اور کسی کو آپ کے قیامِ غار کی خبر نہ دوں گا، حضور علیہ السلام نے فرمایا: یا ارض اطلقیہ فاطلقت جوادہ اے زمین چھوڑ دے، زمین نے سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیئے۔ (186)

زمین کے خزائن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ:

امام بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(186)۔۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامت النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص505، حدیث:3615 ملتقطاً
حجۃ اللہ علی العالمین، الباب الثامن فی معجزات دعائہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعاؤہ لسراقۃ بن مالک، ص420

فرمایا کہ میں سورہا تھا۔إِذ جیء بمفاتیح خَزَائِن الأَرض فَوضعت بَین یَدي زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔[187]

سبحان اللہ ! سرور انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو ساری کائنات کی حکومت وسلطنت عطا فرمائی گئی ہے۔

وہی نورِ حق ،وہ ظلِ ربّ ہے،انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(17)ملائکہ پر حکومت

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے بادشاہ ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنوں اور فرشتوں دونوں کے شہنشاہ ہیں، ان کی حکومت صرف جنات پر ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکومت جن اور فرشتوں دونوں پر ہے،اس کے ثبوت میں اب ہم چند احادیث نقل کرتے ہیں:

جبریل ومیکائیل حضور کے وزراء ہیں:

بزّار وطبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں سے میری مدد فرمائی:اثنَین مِن أَهلِ السَّمَاءِ ،جِبرِيلُ وَمِيكَائِيل ،واثنَين مِن أَهلِ الأَرضِ ابُو بَكرٍ وَعُمَرُ دووزیر آسمانوں میں جبریل و میکائیل اور دووزیر زمین میں یعنی ابو بکر وعمر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم۔[188]

---

(187)۔۔: صحیح بخاری،کتاب الجہاد والسیر، باب قول النبی ﷺ نصرت بالرعب۔۔۔ج2،ص303،حدیث: 2977ملتقطاً

(188)۔۔: معجم کبیر للطبرانی،عطاء عن ابن عباس،ج11،ص179،حدیث:11422
سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد،جماع ابواب خصائصہ ﷺ۔۔الخ،الحادیۃ والثلاثون بعد المائۃ،ج10، ص323

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جبریل ومیکائیل آسمانوں میں حضور علیہ السلام کے وزیر ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ وزیر بادشاہ کے ماتحت ہوتا ہے، تو جب ملائکہ کا شہنشاہ جبریل حضور علیہ السلام کا محکوم ہے تو عام فرشتے کیوں نہ آپ کے تابع فرمان ہوں گے۔

اَفلاک سے اُونچا ہے ایوان محمد کا
مخلوقِ الٰہی ہے سامان محمد کا
دیتے ہیں مَلک پہرہ سرکار کے رَوضے پر
جبریلِ مُعَظَّم ہے دَربان محمد کا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور زمین و آسمان کے حاکم ہیں اور زمین و آسمان کی سلطنت عظمٰی کے دو صوبے ہیں۔ قانون سلطنت یہ ہی ہے کہ ہر صوبہ کا وزیر علیحدہ ہوتا ہے اسی لیے حضور علیہ السلام نے خطہ زمین کو وزارت حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمائی اور خطہ سمٰوٰت کی وزارت حضرتِ جبریل و میکائیل کو دی گئی۔

فرش والے تِری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خُسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھَریرا تیرا

حضرت جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے:

حضرتِ سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وسیدنا جبريل عليه السلام انما خلق لخدمته النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔[189]

غوث کبیر سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی توثیق احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ معرکہ بدر کی مندرجہ ذیل حدیثوں پر غور کیجئے۔

معرکہ بدر:

(189)۔۔:جواہر البحار، جز:2، کلامہ علی ان سیدنا جبریل لوعاش مائۃ الف۔۔الخ ج 1، ص 654

امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ بدر کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَذَا جِبرِيلُ، آخِذٌ بِرَأسِ فَرَسِهِ، عَلَيهِ أَدَاةُ الحَربِ یہ جبرائیل ہیں اپنے گھوڑے کی لگامیں پکڑے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ جنگ کا پورا سامان ہے۔[190]

ابو یعلیٰ و حاکم و بیہقی، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں تین مرتبہ سخت آندھی آئی ایسی آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی۔ پہلی آندھی جبریل تھے، جو ایک لاکھ ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے دوسری آندھی میکائیل تھے جو ایک ہزار ملائکہ کی فوج کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے اور تیسری آندھی۔

إِسرَافِيل نَزَلَ فِي أَلفٍ مِنَ المَلَائِكَةِ عَن مَيسَرَةِ رَسُولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم

اسرافیل تھے جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آئے اور حضور کے میسرہ بنے[191]۔[192]

امام بیہقی ربیع سے راوی، حضرت انس نے فرمایا جنگِ بدر میں جن کافروں کو ملائکہ نے قتل کیا، ان کو ہم اس طرح جانتے ہیں۔ مِمَّن قَتَلُوهُم بِضَربٍ فَوقَ الأَعنَاقِ وَعَلَى البَنَانِ مِثلِ سِمَةِ النَّارِ قَد أُحرِقَ بِهِ جن کو فرشتے قتل کرتے تھے، ان کی گردنوں کے اوپر اور جوڑوں پر آگ کے جلے ہوئے کا نشان ہوتا تھا۔[193]

امام بیہقی واقدی سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں جب ہم کسی کافر پر تلوار اٹھاتے تو وہ ہماری تلوار کے لگنے سے پہلے اس کا سر زمین پر آپڑتا۔ فَعَرَفتُ أَنَّ غَيرِي قَد

---

(190)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدراً، ج3 ص17، حدیث: 3995

(191)۔۔: بائیں بازو کی فوج

(192)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی دعاء النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج3، ص55

(193)۔۔: حوالہ سابق

قَتَلَه تو اسے ہم نے یہ سمجھا کہ ملائکہ ان کو قتل کر دیتے تھے۔(194)

ناظرین! دیکھئے معرکہ بدر میں جبریل و میکائیل اور ملائکہ حاضر ہیں اور حضور علیہ السلام کی کمان میں مصروفِ جنگ ہیں، یہ سب جانتے ہیں کہ بدر کے معرکہ میں فوج کا سپہ سالار کون تھا، وہ ذاتِ نبوی تھی جن کی قیامت اور ما تحتی میں معصوم ملائکہ جہاد کر رہے تھے، معلوم ہوا کہ جبرائیل و میکائیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وزیر ہیں، اور فرشتے آپ کی فوج کے سپاہی ہیں۔

جن و مَلک میں ان کے سپاہی
رب کی خدائی میں ان کی شاہی

ہاں ہاں جبریل ہی نہیں، بلکہ تمام ملائک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، چنانچہ ابن سعد حضرت عطیہ بن قیس سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی لڑائی ختم ہوئی تو حضرت جبریل ہتھیاروں سے مُرَصّع (195) ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

إِن الله بَعَثَنِي إِلَيك وَأَمرَنِي أَن لَا أُفَارِقك حَتَّى ترضى هَل رضيت قَالَ نعم رضيت فَانصَرف

یارسول اللہ ﷺ مجھے اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ میں آپ سے اس وقت تک نہ جدا ہوں جب تک کہ آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں، تو کیا سرکار مجھ سے راضی ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں راضی ہوں، جبریل واپس چلے گئے۔(196)

مکان عرش اُن کا فلک فرش اُن کا
مَلَک خادمانِ سَرائے محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

(194)۔۔: حوالہ سابق
(195): لدے ہوئے
(196)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات الواقعۃ فی الغزوات، باب ما وقع فی غزوۃ بدر۔۔۔ الخ، ج1، ص334

(18)حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضور ﷺ کی بادشاہت میں فرق

(1)پہلا فرق:

قرآن حکیم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِی نَزَّلَ الفُرقَانَ عَلٰی عَبدِهٖ لِیَكُونَ لِلعٰلَمِینَ نَذِیرًا ۙ﴾ برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ سارے جہانوں کوڈرانے والا ہو۔[197]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: أُرسِلتُ إِلَی الخَلقِ كَافَّةً میں تمام مخلوق الٰہی کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔[198]

(اوپر مذکور آیت کریمہ کے بارے میں)مفسرین نے فرمایا کہ "اَلعٰلَمِینَ" میں تمام انبیاء کرام فرشتے، جن، انسان، جمادات، نباتات اور حیوانات سب داخل ہیں اور حضور علیہ السلام ان سب کے نبی ورسول ہیں۔[199]

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں فرمایا: ہر کہ اللہ پروردگار اوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اوست کہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ رب ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے رسول ہیں۔[200]

اور جب حضور ساری کائنات کے لیے ہادی ومرسل ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام بھی حضور کے امتی ہوئے اور حضور ان کے بھی نبی، اسی لیے حضور کو نبی الانبیاء کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء ایسے شہنشاہ اور ایسے نبی ورسول ہیں کہ

---

(197)۔۔:پارہ18، الفرقان، آیت:1

(198)۔۔: صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ص211، حدیث:1167
شرف المصطفیٰ، جامع ابواب فضل النبی ﷺ، ج4، ص196، حدیث:1458

(199)۔۔:مرقاۃ المفاتیح، باب فضائل سید المرسلین، الفصل الاول، تحت الحدیث:5748ج10ج9، ص14

(200)۔۔:مدارج النبوۃ، باب دوم دربیان اخلاق وصفا، وصل وچون بود خلق آنحضرت ﷺ، ج1، ص34

جن کے ایک امتی (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) کی ساری دنیا پر حکومت ہے اور مؤکلانِ شمس پر حکم جاری ہے۔

تو ہے وہ بادشاہ کون و مکاں کہ ملک ہفت فلک کے ہر آں
تیرے مولیٰ سے شہِ عرش ایوان تیری دولت کی دُعا کرتے ہیں

(2) دوسرا فرق:

اسی مذکور بالا تشریح سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرتِ سلیمان علیہ السلام سارے جنوں اورانسانوں کے بادشاہ تو تھے مگر سب کے نبی نہ تھے۔ کیونکہ ان کی نبوت ایک خاص قوم کے لیے تھی مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے شہنشاہ ہیں جو سارے انسانوں اور جنوں کے بھی بادشاہ ہیں اور ساری کائنات کے لیے نبی ورسول بھی ہیں۔

سارے اُونچوں میں اُونچا سمجھے جسے
ہے اُس اُونچے سے اُونچا ہمارا نبی

(3) تیسرا فرق:

یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جس کسی کو جو بھی دولت ونعمت ملی، ملتی ہے یا ملے گی سب کے بانٹنے اور تقسیم کرنے والے حضور علیہ السلام ہی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعطِی دیتا خدا ہے مگر تقسیم میں کرتا ہوں۔[(201)] حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سلطنت و حکومت دینے والا خدا ہے، مگر تقسیم فرمانے والے محمد مصطفے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے شہنشاہ ہیں کہ جنہوں نے دولتوں، نعمتوں کو تقسیم فرما کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو شہنشاہ بنا دیا۔

لَا وَ ربِّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

---

(201)۔۔: صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً۔۔الخ، ج1، ص43 حدیث:71

(4)چوتھا فرق:

یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت، سلطنت، نبوت محدود ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکومت سلطنت، نبوت، رسالت اقتدار و قدرت عام ہے، یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام صرف دنیا کے بادشاہ ہیں اور حبیب خدا محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء دنیا و آخرت دونوں کے شہنشاہ ہیں اور آخرت کے تمام امور کی باگ دوڑ حضور ہی کے دستِ تقدس میں ہے۔

فقط اِتنا سبب ہے اِنعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دِکھائی جانے والی ہے

چنانچہ جب حشر برپا ہو گا تو اس دن سب سے پہلے حضور ہی اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ کو جنتی لباس پہنایا جائے گا اور سراپا ملائکہ کے نوری جلوس کے ہمراہ حضور میدانِ محشر میں جلوہ فرما ہوں گے، اور عرش کے دہنی جانب قیام کریں گے لَيسَ لأحد من الخَلَائق أَن يقوم ذَلِك المَقَام غَيرِي یہ وہ مقام ہو گا جہاں کسی دوسرے کو کھڑا ہونے کی اجازت نہ ہو گی۔(202)

عرشِ حق ہے مسندِ رِفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزّت رسول اللہ کی

پل صراط:

ہاں ہاں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو سب سے پہلے پل صراط کو عبور فرمائیں گے اور جب فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گزرنے کا وقت ہو گا تو ایک منادی پکارے گا کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ غضوا أبصاركم، ونكسوا رءوسكم اے لوگو! اپنی آنکھیں بند کرلو اور اپنے سر نیچے کرلو۔

---

(202)۔۔: سبل الہدیٰ والرشاد فی خیر العباد، الباب الثانی: فی کسوتہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی الموقف۔۔الخ، ج12، ص455 ماخوذاً

کیونکہ فاطمہ جو جنتی بیبیوں کی سردار ہیں، جو بنت محمد رسول اللہ ہیں وہ جنت کو تشریف لے جارہی ہیں۔[203]

جنت کا دروازہ:

وہ حضور ہی ہیں جو سب پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور داروغہ جنت عرض کرے گا:بِكَ أُمِرتُ لَا أَفتَحُ لِأَحَدٍ قَبلَكَ مجھے حضور ہی کے لیے حکم تھا کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔[204]

جنت و دوزخ کی کنجیاں:

وہ حضور ہی ہیں جن کے لیے عرصاتِ محشر[205] میں جب کہ اولین و آخرین کا مجمع ہو گا، عرش کے دائیں بائیں نور کے دو منبر بچھائے جائیں گے اور دوزخ و جنت کے خازن جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور کے سپرد کر دیں گے اور عزت و کرامت کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوں گی۔[206]

اعزاز و عزت:

وہ حضور ہی ہیں جن کی ایک ممتاز حیثیت ہو گی، تمام انبیاء کرام حشر کے میدان میں چار

---

(203)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم،الفصل الثلاثون:مااوتی سلیمان،ص360

(204)۔۔: صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب فی قول النبی ﷺ انا اول الناس یشفع فی الجنۃ۔۔الخ،ص107، حدیث:486

(205):میدان محشر

(206)۔۔:فتاویٰ رضویہ،رسالہ الامن والعلی۔۔الخ،باب دوم، پنج آیت از تورات و انجیل و زبور مقدسہ،ج 30،ص432،435ماخوذاً

شرف المصطفیٰ،جامع ابواب الفضائل والمناقب،باب ماجاء فی فضائل الصحابۃ فصل فی ابی بکر الصدیق،ج5،ص419، حدیث:2388

پاؤں پر سوار ہو کر آئیں گے اور وَأُبعَثُ عَلَى البُرَاقِ حضور براق پر جلوہ فرما ہوں گے۔[207] اور رضوانِ جنت صرف حضور ہی کی تعظیم کے لیے قیام کرے گا اور عرض کرے گا: لا أفتح لأحد قبلك، ولا أقوم لأحد بعدك حضور سے پہلے نہ کسی کے لیے جنت کا دروازہ کھولوں اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے قیام کروں۔[208]

حضور کا تخت:

وہ حضور ہی ہیں کہ عرصات محشر میں جن کا تخت سب کے تختوں سے اونچا ہو گا۔ وأمته على كوم فوق الناس حضور اور آپ کی امت روز قیامت سب سے اونچے مقام پر ہو گی۔[209] اور ہر نبی کے لیے ایک نور کا منبر ہو گا اور حضور علیہ السلام کے لیے سب سے زیادہ بلند نورانی منبر ہو گا جس پر حضور تشریف فرما ہوں گے۔[210]

(19) دیدار باری تعالیٰ

وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے جب آپ منبر سے اتر کر جنت میں تشریف لے جائیں گے، تو رب تعالیٰ تجلی فرمائے گا۔ وَلَا يَتَجَلَّى لِنَبِيٍّ قَبلَه اور یہ تجلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے نہ ہو گی[211] وہ حضور ہی ہیں جو سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

دخولِ جنت:

---

(207)۔۔: معجم صغیر للطبرانی، باب الھا، من اسمہ ھاشم، ج2، ص256، حدیث:1122

(208)۔۔: سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الحادی عشر: فیما جاء انہ اول من یستفتح باب الجنۃ۔۔ الخ، ج12، ص468

(209)۔۔: مواہب لدنیہ، فیما خصہ اللہ تعالی بہ من المعجزات۔۔ الخ، منہا اول من ینشق عنہ القبر، ج2، ص316

(210)۔۔: صحیح ابن حبان، ذکر الاخبار بان المقام المحمود۔۔ الخ، ج14، ص400، حدیث:6480

(211)۔۔: حوالہ سابق

أن الجنة حرام على الأنبياء عليهم السّلام حتى يدخلها هو وأمته اور حضور سے پہلے انبیاء کو اور حضور کی امت سے پہلے اور امتوں کو جنت میں داخلہ حرام ہو گا۔(212)

شفاعت کبریٰ:

وہ حضور ہی ہیں جن کے سر پر شفاعتِ کبریٰ کا تاج ہو گا اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت فرمائیں گے، آدم سے لے کر مسیح کلمۃ اللہ تک سب کو اپنے اپنے نفس کی پڑی ہو گی، اور کوئی نبی حضور سے پہلے شفاعت نہ کرے گا، جب لوگ انبیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کریں گے تو سارے انبیاء کرام حضور کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کریں گے اور فرمائیں گے: اذهَبُوا إلى غَيرِي کسی اور کے پاس جاؤ۔

کہیں گے اور نبی اِذهبُوا اِلٰی غَیرِی
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَہا ہو گا

آخر لوگ تھکے ہارے مصیبت کے مارے چاروں طرف سے امیدیں توڑے بارگاہِ عرش جاہِ بیکس پناہ، خاتمِ دورۂ رسالت، فاتحِ بابِ شفاعت، محبوبِ باوجاہت، مطلوبِ بلند عزت، ملجاءِ عاجزاں، ماوائے بیکساں، مولائے دو جہاں حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: أنا صاحبكم، أنا لها ہاں میں شفاعت کے لیے ہوں میں تمہارا صاحب ہوں۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سُناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کُشتگانِ گرمیِ محشر کو وہ جانِ مسیح
آج دامن کی ہوا دے کر جِلاتے جائیں گے

---

(212)۔۔: شرف المصطفیٰ، باب جامع فی فضل النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔۔۔ الخ، ج4، ص213، رقم: 1473

وُسعتیں دی ہیں خدا نے دامنِ محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
سوختہ جانوں پہ وہ پُر جوش رحمت آئے ہیں
آب کوثر سے لگی دِل کی بجھاتے جائیں گے

یہ ہی سماں ہوگا کہ رب العزت جل مجدہ فرمائے گا:أَرَضِيتَ يَا مُحَمَّدُ اے محمد!کیا تم راضی ہوگئے؟حضور علیہ السلام عرض کریں گے:اے رب میں راضی ہوگیا۔[213]

سیادتِ مطلقہ:

وہ حضور ہی ہیں جو قیامت کے دن سید مطلق ہوں گے،لوائے حمد حضور کے ہاتھ میں ہوگا۔ عزت وکرامتِ دنیا حضور کے بس(اختیار)ہوگا خود فرماتے ہیں:آدَمَ فَمَن سِوَاهُ إِلَّا تَحتَ لِوَائِي اس دن آدم اور ان کے سوا جتنے ہیں وہ سب میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔[214] الكَرَامَةُ وَالمَفَاتِيحُ يَومَئِذٍ بِيَدِي اس دن عزت وکرامت کی کنجیاں میرے دستِ تقدس میں ہوں گی۔[215]

آفتاب اُن کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصرِ جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے

چنانچہ سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:أنا سيد الناس يوم القيامة ،كنت أَمَام النَّبِيين وخطيبهم وَصَاحب شفاعتهم قیامت کے روز میں نبیوں کا امام ہوں اور تمام لوگوں کا سردار ہوں،میں ان کا خطیب ہوں اور میں ان کا شفیع ہوں

---

(213)۔۔:مسند البزار،مما روی محمد بن علی،بن ابی طالب۔۔الخ،ج2،ص240،حدیث:638
الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ،فصل فی تفضیلہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بالشفاعۃ والمقام المحمود،ج1،ص220ماخوذا
سبل الہدیٰ والرشاد،الباب السادس:فی شفاعۃ العظمۃ الفصل القضاء۔۔۔الخ،ج12،ص461
(214)۔۔:سنن ترمذی،کتاب التفسیر القرآن،باب ومن سورۃ بنی اسرائیل،ج5،ص99،حدیث:3159
(215)۔۔:سنن دارمی،باب ما اعطی النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔الخ،ص196،حدیث:49

گا۔[216]

الغرض قیامت کا دن حضور کی محبوبیت، مالکیت، شہنشاہیت کے اظہار کا دن ہو گا، اس دن حضور ہی کی سلطنت ہو گی اور جو اختیار قدرت، عزت و عظمت، دبدبہ سطوت عرصاتِ محشر میں آپ کو حاصل ہو گا، وہ کسی نبی ورسول کو نہ حاصل ہو گا۔

ٹُوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید وبند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

(20) جنوں پر حکومت

حضرت سلیمان علیہ السلام جنات پر حاکم تھے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ مِنَ الجِنِّ مَن یَّعمَلُ بَینَ یَدَیہِ﴾

اور مسخر کر دیئے ہم نے جنات میں سے کہ ان کے آگے کام کرتے ہیں۔[217]

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے مختلف قسم کی خدمت لی، بعض سے عمارتیں تعمیر کرائیں، اور بعض کو غواصی کے کام پر مقرر کیا، کہ سمندر سے موتی نکال کر لائیں، اور بعض کو ہتھیار اور برتن بنانے پر مامور فرمایا،[218] اور جو جن شریر اور فسادی تھے، ان کے

---

(216)۔۔۔:خصائص کبریٰ، باب اختصاصہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بالمقام المحمود۔۔ الخ، ج2، ص387 ملتقطاً

(217)۔۔۔:پارہ22، سبا، آیت:12

(218)۔۔۔:یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ؕ ترجمۂ کنزُالایمان: اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔ (پارہ22، سبا، آیت:13)

وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَیَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ (۸۲) ترجمۂ کنزُالایمان: اور شیطانوں میں سے جو اس کے لیے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے۔ (پارہ17، الانبیاء، آیت:82)

پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے۔[219]

لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ آپ کو جنات پر بھی حکومت عطا فرمائی اور ملائکہ پر بھی یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام جنات کے بادشاہ تھے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن اور ملائکہ دونوں کے شہنشاہ ہیں، چنانچہ اس کے ثبوت میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے:

جنوں پر حضور کی حکومت:

خطیب حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہمراہ تھے کہ ناگاہ ایک بہت بڑا سیاہ رنگ کا اژدھا آیا اور اس نے اپنا سر حضور کے کانوں کے قریب کیا اور حضور نے اس کے کان میں کچھ فرمایا، پھر وہ اژدھا غائب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هَذَا وَفد الجِنّ نسوا سُورَة فارسلوه إِلَيّ یہ جنوں کا قاصد تھا، وہ قرآن کی ایک سورت بھول گئے تھے جنات نے ان کو میرے پاس پوچھنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں:

پھر ہم ایک گاؤں میں پہنچے گاؤں والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجنون لڑکی جو چاند کا ٹکڑا تھی لے کر حاضر ہوئے، یہ لڑکی آسیب زدہ تھی، حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا کہ وَیحك أَنا مُحَمَّد رَسُول الله خل عَنهَا واستحیت وَرجعت صَحِیحَة میں اللہ کا رسول ہوں اس کو چھوڑ دے وہ لڑکی پھڑ پھڑائی اور اس نے حیا کی اور بالکل تندرست ہو کر لوٹی۔[220]

حضور نے جنات کی خوراک مقرر فرمائی:

ابو نعیم ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جنات کے ایک وفد نے حضور کے پاس چند یوم

---

(219)۔۔۔:وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍۙ(۳۷) وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ(۳۸) ترجمۂ کنزُالایمان: اور دِیو بس میں کر دیئے ہر معمار اور غوطہ خور اور دوسرے اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے۔(پارہ23، صٓ:37، 38)

(220)۔۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات التی وقعت۔۔۔الخ، باب ما وقع فی وفد الجن، ج2، ص50، 51

قیام کیا جب یہ وفد اپنے شہر جانے لگا تو انہوں نے حضور سے کھانے کی درخواست کی حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اذهَبُوا فَكل عظم مررتم بِهِ فَهُوَ لكم لَحمًا غريضا وكل رَوث مررتم بِهِ فَهُوَ لكم تمر جاؤ جس ہڈی کو تم پاؤ گے، اس پر تمہارے لیے تازہ گوشت پیدا ہو جائے گا، اور گوبر تمہارے لیے کھجوریں بن جائیں گی۔(221)

امام ابو نعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ہم رکاب تھے، راستہ میں حضور نے مجھ سے فرمایا: استنجے کے لیے پتھر تلاش کرو لیکن ہڈی اور گوبر نہ لانا، ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: حضور ہڈی اور گوبر کا کیا حال ہے؟ فرمایا: أَتَانِي وَفدُ جِنِّ نَصِيبِينَ فَسَأَلُونِي الزَّادَ، فَدَعَوتُ الله لَهُم أَن لاَ يَمُرُّوا بِعَظمٍ، وَلاَ بِرَوثَةٍ إِلَّا وَجَدُوا عَلَيهَا طَعَامًا میرے پاس جنات کا وفد آیا تھا، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ان کے لیے دعا فرمادی کہ ہڈی اور گوبر پر ان کے لیے کھانا موجود ہو جائے۔(222)

ابو نعیم زبیر ابن عوام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: سَأَلُونِي الزَّادَ فَجَعَلتُ لَهُم كُلَّ عَظمٍ وَرَوثَةٍ جنات نے مجھ سے اپنی خوراک کے متعلق سوال کیا تو میں نے ہڈی اور گوبر ان کی خوراک مقرر کر دی۔(223)

حضور نے جنات کے رہنے کی جگہ مقرر فرمائی:

امام ابو نعیم کثیر ابن عبداللہ سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلمان جن اور کافر جن میں جھگڑا ہوا اور وہ اپنا مقدمہ میرے حضور لائے اور عرض کی کہ ہمارے رہنے کی

---

(221)۔۔: حوالہ سابق، ص49

(222)۔۔: صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ذکر الجن و قول اللہ تعالی۔۔الخ، ج2، ص576، حدیث: 3860

(223)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، ومما اسند زبیر بن العوام۔۔الخ، ج1، ص125، 126، حدیث: 251

جگہ مقرر فرمادیجئے(حضور نے فرمایا:)فَأَسكَنتُ المُسلِمِينَ الجَلسَ وَأَسكَنتُ المُشرِكِينَ الغَورَ میں نے مسلمان جن کی سکونت کی جگہ جلس اور کافر جن کے لیے غور کو مقرر فرمادیا۔ کثیر ابن عبداللہ کہتے ہیں، جلس سے مراد پہاڑ اور گاؤں ہیں، میں نے دیکھا ہے کہ جلس کے رہنے والے جن مسلمان ہیں اور غور سے مراد وہ مقام ہے جو پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ہے، غور کے رہنے والے جن کافر ہیں۔[224]

جنّوں کا اسلام لانا:

مخلوقات الہٰی کی ایک صنف کا نام جن ہے، اہل لغت کہتے ہیں کہ عربی میں جِن کا لفظ جَنّ سے مشتق ہے، اس کے معنی چھپنے یا چھپانے کے ہیں، چونکہ یہ مخلوق عموماً انسانوں کی آنکھوں سے مستور رہتی ہے، اس لیے ان کو جن کہتے ہیں جن کے وجود کا انکار کفر ہے۔ قرآن حکیم سے ان کا وجود ثابت ہے، قرآن نے یہ بھی بتایا کہ ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے:

﴿خَلَقَ الجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ(۱۵)﴾

خدا نے جن آگ سے پیدا فرمائے۔[225]

جنوں میں مرد اور عورت ہوتے ہیں، ان میں سلسلہ توالد بھی جاری ہے، ان میں مسلمان اور کافر بھی ہیں ان کی قوت انسان سے زائد ہے۔ یہ مسجدوں میں آکر نماز بھی پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں ان کی خوراک گوبر اور ہڈی ہے ان میں شریف اور شریر بھی ہوتے ہیں، وہابی اور مرزائی بھی ہیں۔[226] اکثر شریر جن ہی انسان کو ستاتے ہیں۔ یہ ہماری طرح کپڑے پہنتے ہیں' اکثر اوقات سپید رنگ کے کپڑے پہنتے یا سیاہ کتے یا سیاہ سانپ کے روپ میں دکھائی بھی دیتے ہیں۔ جنات مکلف ہیں خود رب العزت فرماتا ہے:

﴿مَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلَّا لِيَعبُدُونِ(۵۶)﴾

---

(224)۔۔:دلائل النبوۃلابی نعیم،الفصل الثلاثون، فصل ماوتی سلیمان، ص355

(225)۔۔:پارہ27،الرحمٰن، آیت:15

(226)۔۔:بہار شریعت، حصہ اول،ج1، ص97ماخوذاً

ہم نے جن اور انسان عبادت کے لیے پیدا کیے ہیں۔ (227)

جنات سے بھی انسانوں کی طرح قیامت میں جواب وسوال ہوں گے، کافر جن دوزخ میں اور مسلمان جن جنت میں جائیں گے، جنات انسان سے افضل نہیں، یہی وجہ ہے کہ جن نبی نہیں ہوتا۔ (228)

ستارہ ہائے آسمانی میں انقلاب:

اسلام سے پہلے عرب میں جنوں کا تسلط تھا، لوگ ان کی پوجا کرتے تھے، بت خانوں کے عاملوں اور کاہنوں سے ان کی دوستی ہوتی تھی، اور یہ ان کو غیب کی خبریں بتایا کرتے تھے، جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو ملاء اعلیٰ میں اس کا ذکر فرماتا ہے ملاء اعلیٰ والے اپنے نیچے کے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر آسمان کے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ آخری آسمان تک بات پہنچتی ہے جہاں سے نیچے دنیا کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اسی آخری آسمان سے جن چھپ چھپا کر فرشتوں کی باتیں سن کر اور سو جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں اور اضافہ کر کے انسانوں میں مشتہر کر دیتے تھے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے تو ستارہ ہائے آسمانی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا، اور جن وشیاطین اوپر چڑھنے سے روک دیئے گئے، کیونکہ جب شیاطین اپنی سرحد سے بڑھ کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہتے تو فوراً ایک چمکتا ہوا تارہ شہاب ثاقب ٹوٹ کر ان پر گرتا، اور جن کوئی آسمانی بات نہ سن سکتے۔ چنانچہ اسی کا ذکر قرآن حکیم کی مختلف سورتوں میں آیا ہے۔

جب ٹوٹنے والے ستاروں کی بھرمار ہوگئی اور کاہنوں کی خبر رسانی کے ذرائع مسدود ہو گئے

---

(227)۔۔۔:پارہ27،الذٰریٰت، آیت:56

(228)۔۔۔:آکام المرجان فی احکام الجان،الباب السادس عشر، ص36،الباب الثالث والعشرون:فی دخول کفار الجن النار،الباب الرابع والعشرون:فی دخول مؤمنیھم الجنۃ، ص56خوذاً

تو آسمان کے اس انقلاب نے جنوں کو حیرت میں ڈال دیا، سب نے کہا کہ یقیناً روئے زمین پر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے، جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے، آخر جنوں کی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ساری دنیا کا گشت لگانا چاہیے، اور اس اہم واقعہ کو معلوم کرنا چاہیے، چنانچہ جنوں کے ایک وفد نے یہ کام شروع کر دیا اور روئے زمین کو چھان ڈالا۔

اُدھر حضور علیہ السلام قبائل میں دورہ کر کے تبلیغ اسلام فرمارہے تھے اور اسی تقریب سے عکاظ کے میلہ میں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں رات کے وقت مقامِ نخلہ میں قیام ہوا اور صبح کے وقت حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے ہمراہ نماز میں مصروف تھے اور قرآن کی آیتیں جہر کے ساتھ تلاوت فرمارہے تھے، اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو تفتیشِ حال کے لیے تہامہ کی طرف سے آئی تھی، اس کا اس مقام پر گزر ہوا۔ جب جنّوں کی اس جماعت نے حضور کی مبارک زبان سے قرآن کی آیتیں سُنیں تو یکبار پکار اُٹھی۔ هَذَا وَاللهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُم وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ کہ یہ ہی وہ نورِ حق ہے جو درخشاں ستاروں میں ہمیں نظر آتا ہے، اور جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن کی آیتیں سن کر جنوں کی یہ جماعت اپنی قوم کی طرف واپس لوٹی اور ان کو خاتم نبوت کے ظہور کی بشارت سنائی اور کہا کہ

﴿اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ﴿۲﴾﴾

ہم نے عجیب و غریب کتاب الٰہی سنی جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے اور اب ہر گز خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔ (229)

اس واقعہ کے بعد سے جنوں کے اسلام لانے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور فوج در فوج جنات دربار رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے، جن کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے، یہاں ہم

---

(229)۔۔: پارہ29، الجن، آیت: 1، 2
صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجہر بقراءۃ صلاۃ الفجر، ج 1، ص272، حدیث: 773 ماخوذاً

دو حدیثیں ذکر کر کے مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

امام مسلم و احمد ترمذی میں حضرت علقمہ سے راوی انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے لیلۃ الجن کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے حضور کو نہ پایا اور حضور کا اس طرح غائب ہو جانے نے ہم کو اضطراب و قلق میں مبتلا کر دیا، اور یہ رات بڑی بے چینی سے بسر ہوئی، صبح کو ہم نے دیکھا کہ حضور غارِ حرا کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں، ہمارے استفسار پر حضور نے فرمایا:أَتَانِي دَاعِي الجِنِّ، فَأَتَيتُهُم فَقَرَأتُ عَلَيهِم قَالَ: فَانطَلَقَ فَأَرَانَا وَآثَارَ نِيرَانِهِم رات جنوں کا قاصد آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان کو قرآن پڑھ کر سنایا، اس کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے اور وہاں جنوں کے آگ جلانے کے نشانات دکھائے۔(230)

امام ابو نعیم حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مقام براز میں پہنچا اور اس جگہ آپ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا: یہاں بیٹھ جا، میں ساری رات وہاں بیٹھا رہا، صبح کو حضور تشریف لائے میں نے عرض کی، حضور یہ آوازیں کیسی تھیں ؟ فرمایا: هَذِه أَصوَاتهم حِين ودعوني وسلمُّوا عَلَيَّ یہ جنوں کی مجھے سلام کرنے اور وداع کرنے کی آوازیں تھیں۔(231)

(21) حضور نے جنوں کے مقدمہ کا فیصلہ فرمایا

امام ابو نعیم و طبرانی حضرت ابن مسعود سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں پانی کا لوٹا لے کر حضور کے ساتھ ہو اجب میں مکہ سے آگے پہنچا تو مجھے کچھ پر چھائیاں ایک جگہ اکٹھی نظر آئیں، حضور نے زمین پر ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ میرے آنے تک تم یہیں بیٹھے رہو، جب حضور آگے بڑھے تو میں نے دیکھا وہ پر چھائیاں آپ کی طرف چلیں اور آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر

---

(230)۔۔:سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ الاحقاف، ج5، ص173، حدیث:3269

(231)۔۔:خصائص کبریٰ، باب اسلام الجن وما ظھر فی ذالک۔۔الخ، ج1ص231

دیر تک گفتگو فرماتے رہے، جب فجر کا اجالا ہوا، حضور تشریف لائے، نماز فجر پڑھی پھر میں نے عرض کی حضور یہ کون لوگ تھے تو حضور نے فرمایا:هَؤُلَاءِ جن نَصِيبين جَاءُونِي يختصمون إِلَيّ فِي امور كَانَت بَينهم یہ شہر نصیبین کے جن تھے اپنے کچھ نزاعی معاملات میرے پاس فیصلہ کے لیے لائے تھے۔[232]

شیطان پر حضور کی حکومت:

بیہقی حضرت ابن مسعود سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان میرے قریب سے گزرا میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور گلا گھونٹا، یہاں تک کہ شیطان کی زبان کی ٹھنڈک میرے ہاتھ نے محسوس کی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر سلیمان علیہ السلام دعا نہ کرتے تو میں اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیتا۔ينظر إليه ولدان أهل المدينة اور مدینہ کے بچے اس کو دیکھتے۔[233]

ناظرین ! ان احادیث سے روشن ہوگیا کہ قوم جن حضور کی محکوم ہے اور تمام جنات پر حضور کی حکومت و سلطنت ہے یہ ہی وجہ ہے کہ جنات اپنے مقدمات کا فیصلہ حضور سے کراتے ہیں اور ہر معاملہ میں حضور سے پوچھتے ہیں اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

حورانِ بہشتی پر حضور کا قبضہ:

ابن عساکر حضرت ابن مسعود سے راوی کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام لانے کے فوراً بعد ان کا انتقال ہوگیا، غسل و کفن کے بعد جب دفنانے کا وقت آیا تو حضور علیہ السلام ان کی قبر میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا: لقد نزلت من الحور العين كلهن يقلن يا رسول الله زوجنا به فما خرجت حتى زوجته سبعين حوراء کہ ابھی حورانِ بہشتی آئیں، انہوں نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ اس

(232)۔۔:حوالہ سابق

(233)۔۔:سنن کبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب علی من نام عن الصلاۃ۔۔الخ، ج2، ص310، حدیث:3185

شخص کے ساتھ ہمارا نکاح کر دیجئے تو میں نے ستر حوروں کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔(234)

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ بہشتی حوریں بھی حضور کی ملک میں ہیں اور آپ کو یہ اختیار ہے کہ جس مسلمان کا چاہیں بہشتی حور سے نکاح کر دیں، اسی لیے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: هَذَا الحَدِيث أَن لَهُ صلى الله عَلَيهِ وَسلم أَن يُزَوّج من شَاءَ من المُؤمِنِينَ بِمن شَاءَ من الحور العين اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو یہ اختیار ہے کہ جس مسلمان کا چاہیں جنتی حور سے نکاح کر دیں۔(235)

ناظرین! ان تمام مذکور بالا حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ اگر حضرت سلیمان جنوں پر حاکم ہیں تو محمد مصطفی علیہ الصلوۃ والتسلیم جن، فرشتہ، حورانِ بہشتی سب پر آپ کی حکومت ہے اور یہ سب حضور کے تابع ہیں۔

(22) تسخیر ریح

﴿وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهۡرٌ ۚ﴾

ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا ان کی صبح کی منزل ایک ماہ اور شام کی منزل ایک ماہ کی راہ بنایا۔(236)

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہوا چلتی تھی اور ایک ماہ کی منزل ساعتوں میں طے کرتی تھی، لیکن سید المرسلین، امام النبیین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے، آپ کو ہوا سے زیادہ تیز گام، بجلی سے زیادہ سبک خرام، براق برق رفتار عطا ہوا، جس کی سرعت جس کی تیزی اور رفتار اس بلا کی تھی کہ حدِ نظر پر اس کا دوسرا قدم پڑتا تھا۔

(234)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، عبد الرزاق بن عبد اللہ۔۔الخ، ج36، ص144 ماخوذاً خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فی رؤیۃ المعانی۔۔الخ، باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ۔۔الخ، ج2، ص150

(235)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فی رؤیۃ۔۔الخ، باب فیما اطلع علیہ من احوال۔۔الخ، ج2، ص150

(236)۔۔: پارہ22، سبا، آیت: 12

شبِ معراج اسی براق پر حضور سوار ہوئے اور آپ نے بیت المقدس جو ایک ماہ کی راہ ہے اور وہاں سے آسمانوں تک جو پچاس ہزار برس کی مسافت ہے اور آسمانوں سے سدرۃ المنتہیٰ عرش کرسی پہ پہنچے، جس کی مسافت و بعد کو کوئی نہیں جانتا، حضور نے یہ منازل براق پر طے کئے اور خطہ سمٰوٰت کا یہ عظیم الشان سفر رات کے تھوڑے حصہ میں طے فرمایا۔

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
ایک دم میں سرِ عرش گئے آئے محمد

سبحان اللہ وہ تخت سلیمان تھا جو دنیا کا چکر لگاتا تھا، یہ براق نبی ہے جو سدرہ تک پہنچتا ہے، وہ مرکب سلیمان تھا جس کو ہوا اڑاتی اور ایک ماہ کی منزل آدھے دن میں طے کرتی تھی۔ یہ براقِ رسول ہے جو پچاس ہزار برس کی راہ آنِ واحد میں طے کرتا ہے۔

وہ حضرت سلیمان تھے جو روئے زمین کے عجائب دیکھتے تھے، یہ محبوب رب العالمین ہیں جو زمین و آسمان لوح و قلم عرش کرسی سدرۃ المنتہیٰ حتی کہ حریمِ خلوتِ گاہِ قدس [237] میں پہنچ کر عجائبات ایزدی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

طور پر کوئی، کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

حضور کی ہوا پر حکومت:

غزوۂ خندق جو اسلامی تاریخ میں سب سے اہم اور نہایت ہی خطرناک جنگ تھی، جن میں کافروں کی چوبیس ہزار فوج نے تین حصوں میں منقسم ہو کر مدینہ پر اس زور سے حملہ کیا تھا کہ مدینہ کی زمین دہل گئی، ایسے نازک موقع پر اللہ عزوجل نے ہوا سے حضور کی مدد و نصرت فرمائی اور ہوا نے لشکر کفار کو تہ و بالا کر دیا۔

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کے دن اس زور کی ہوا چلی

(237): مقدس بارگاہ میں تنہائی و سکون کی جگہ و مقام

کہ طوفان آگیا کافروں کی فوج کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کے دیگچے چولہوں پر سے الٹ گئے، اس وقت حضور علیہ السلام نے فرمایا: نُصِرتُ بِالصَّبَا، وَأُهلِكَت عَادٌ بِالدَّبُورِ میں مشرق کی ہوا کے ساتھ مدد دیا گیا اور قوم عاد مغربی ہوا سے ہلاک ہوئی۔(238)

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ اگر سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر تھی تو حضور علیہ السلام کے لیے بھی ہوا مسخر کر دی گئی، جس نے لشکر کفار کو تباہ و برباد کر دیا۔

حضرت سلیمان کا ایک سفر:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سفر بڑی شان و شوکت سے ہوتا تھا، وحوش و طیور، جن و انسان کی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ ہوتی تھی، پرندا اپنے پروں سے آپ پر سایہ کرتے تھے۔

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ آپ شام سے یمن کی جانب تشریف لے جارہے تھے، حسب معمول جن وانس و حوش و طیور کا لشکر آپ کے ہمراہ تھا، یہ لشکر بارہ ہزار مربع میل زمین پر تھا ۔اثنائے سفر میں سام کے ایک جنگل سے آپ کا گزر ہوا، اس جنگل میں چیونٹیوں کی کثرت تھی جو ساری جنگل میں پھیلی ہوئی تھیں، ابھی لشکر سلیمانی اس جنگل سے تین میل کے فاصلے پر تھا کہ چیونٹیوں کے بادشاہ نے کہا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّمْلُ ٱدْخُلُوا۟ مَسَٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (۱۸)﴾

اے چیونٹیو! اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں بے خبری میں کچل نہ ڈالے۔(239)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز کو سنا۔

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا﴾

---

(238)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب قول النبی ﷺ "نصرت بالصبا" ج1، ص354، حدیث:1035
دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الخامس والعشرون: فی ذکر ماجری من الآیات۔۔الخ، ص299

(239)۔۔: پارہ19، النمل، آیت:18

اور چیونٹی کی اس بات کو سن کر آپ مسکرا کر ہنسے۔[240]

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس سفر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں کہ:

(1)... حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت انسان اور دیگر مخلوقات پر تھی اور زمین کی جاندار چیزیں ان کی رعایا تھیں۔

مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کا اعزاز دیکھئے کہ زمین و آسمان، عرش وفرش کی جاندار اور بے جان چیزیں آپ کی امت اور رعایا ہیں اور ساری مخلوق الہی پر حضور کی سلطنت ہے، جس کی ایک جھلک آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرہ میں دیکھ چکے ہیں۔

(2) حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی گفتگو سمجھ لی۔ معلوم ہوا کہ آپ حیوانات کی بولی جانتے تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے جانور تو درکنار حضور پتھر اور لکڑی کی بولی بھی سمجھتے ہیں، یہ ہی وجہ ہے کہ استن حنانہ سے حضور نے گفتگو فرمائی۔ ہرن نے قید ہو جانے کی شکایت کی، اونٹ فریادی بن کر آیا، چڑیا نے دستگیری چاہی، جنوں نے آپ سے کلام کیا، لوگوں نے جانوروں کی شکایت حضور سے کی، جس کی تفصیل تسخیر طیور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

(3) چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت کو پہچانا اور انہیں معصوم جانا، اس لیے کہا: ﴿ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴾ کہیں لشکر سلیمان بے خبری میں ہمیں پامال نہ کر دے۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانداروں نے پہچانا، لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاند سورج سوکھی لکڑی، حجر و شجر غرض کہ ساری کائنات نے پہچانا اور معصوم جانا، چنانچہ بارگاہِ رسالت میں اونٹ ہرن چڑیا، جن، انسان، فرشتہ، جنگلی درندوں کا شکایت کرنا، فریادی بن کر آنا، اس کا کھلا ثبوت ہے نیز اس کی تفصیلی تسخیر طیور، تسخیر جبال میں گزر چکی ہے۔

(4)۔ حضرتِ سلیمان علیہ السلام کے اس سفر سے چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا، مگر ان کانوں کے قربان جنہوں نے اپنی

---

(240)۔۔: پارہ19، النمل، آیت: 19

والدہ کے شکمِ اطہر میں قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز کو سن لیا، امام بیہقی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَأَسمَعُ وَجبَتَهُ حِينَ يَسجُدُ تَحتَ العَرشِ میں زمانہ شیر خواری میں چاند کے زیر عرش سجدہ کرنے کے دھماکہ کو سنتا ہوں۔(241)

اس حدیث سے روشن ہوگیا کہ حضور نے چاند کے زیر عرش سجدہ کی آواز کو سنا، جو ہزاروں برس کے فاصلہ کی آواز تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تھے، جو تین میل کے فاصلہ کی آواز سن لیتے تھے، اور یہ محبوب رب العلمین ہیں جو ہزاروں برس کے فاصلے کی آواز سن لیتے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لَعلِ کَرامت پہ لاکھوں سلام

(23)ہُدہُد سلیمان

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بہت وسیع تھی، جن و انس اور پرندے آپ کے لشکری تھے، ایک مرتبہ آپ نے شام سے حجاز کا سفر کیا، مکہ معظمہ میں قیام فرمانے کے بعد یمن جانے کا ارادہ کیا، اور مقام صفاء پر قیام فرمایا، یہاں آپ کو پانی کی ضرورت ہوئی ہدہد پرندہ جس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ پانی کے مواقع کی جستجو رکھے، اور جس وقت پانی کی ضرورت ہو وہ بتائے لیکن ہدہد اس وقت غائب تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو غصہ آیا اور فرمایا:

﴿ مَا لِيَ لَآ أَرَى الهُدهُدَ ﴾
میں ہُدہُد کو نہیں پاتا۔(242)

اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان نہ کی تو میں اس کو سخت عذاب دوں

---

(241)۔۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی حفظ اللہ تعالی رسولہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فی۔۔۔ الخ، ج2، ص41

(242)۔۔۔: پارہ19، النمل، آیت:20

گا، اتنے میں ہُدہُد ڈرتا جھجکتا حاضرِ دربار ہوا، اور بلقیس ملک سبا کی ملکہ کی خبر لے کر آیا جس کی تفصیل تفاسیر میں موجود ہے۔

مَاءالفَرس:

اس واقعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظمت ورفعت کا اظہار ہورہا ہے کہ آپ کی ایسی جہانگیر حکومت تھی کہ انسانوں سے تجاوز کرکے جن وطیور تک پہنچ گئی تھی، اب ایک واقعہ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کا بھی سن لیجئے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، آپ نے حضرت عقبہ نافع فہری کو افریقہ کا گورنر بنا کر بھیجا، حضرت عقبہ کو افریقہ کے مختلف سفروں میں ایک ایسے مقام پر قیام کا اتفاق ہوا، جہاں دوردور تک پانی کا نشان نہ تھا۔ ادھر لشکر میں پانی ختم ہو گیا تھا اور لشکری مارے پیاس کے بے تاب ہورہے تھے، جب پیاس کی شدت لشکر کی ہلاکت کا سبب بننے لگی، تو حضرت عقبہ سخت مضطرب ہوئے، آخر بارگاہِ رب العلمین میں دعا کی، آپ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ آپ کے گھوڑے نے سُم سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا، اور زمین سے ایک صاف پتھر ظاہر ہوا، جس سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔

حضرت عقبہ نے لشکر کو اطلاع دی، چاروں طرف سے پیاسے اس چشمہ پر ٹوٹ پڑے، اور سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور گڑھے کھود کر پانی جمع کر لیا، اس (روز) سے یہ مقام ماءُ الفرس کے نام سے موسوم ہو گیا۔[243]

کہنے کو تو یہ معمولی بات ہے کہ گھوڑے کے سُم سے پانی جاری ہو گیا مگر وہ لوگ جو راسخ الایمان ہیں اور مذہب کی تاثیر سے واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ اسباب کے احاطہ سے باہر بھی ایک ایسی قوت ہے جس کے اشارہ پر اسباب حرکت کرتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور خرق عادات کے ظہور کو ممکن الوقوع جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں، یہ

---

(243)۔۔: معجم البلدان، الملکیۃ، ماء فرس، ج5، ص 43

واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہد ہد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی نظیر ہے جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہد ہد پرندہ پانی کی اطلاع دیتا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں میں ایسے افراد پیدا کر دیے جن کے لیے گھوڑے نے پانی کی اطلاع دے دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء میں زمین میں پانی جاری کرنے کی طاقت تھی اور ہمارے حضور علیہ السلام کے غلاموں کے گھوڑوں کے سموں نے زمین سے چشمے بہادیئے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ اس کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوا اس لیے اس کو معجزہ کہتے ہیں، اور اس کا ظہور حضرت عقبہ کی دعا سے ہوا۔ جو نبی نہ تھے اس کا نام کرامت ہے۔

(24) حسنِ یوسف

اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایسا حسن و جمال بخشا جس کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے، مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کو وہ حسن و جمال عطا ہوا کہ جس کے دیکھنے کے لیے خود حضرت یوسف بے تاب ہو گئے۔ اور جمال نبوی کے نظارے کی تمنا ان کے قلب میں مچلنے لگی، گویا حسن یوسف پر زنانِ مصر فریفتہ ہو گئیں اور حسنِ محمدی پر حضرت یوسف شیدا ہو گئے۔

یوسف سا حسین اور تمنا ئے نظارہ
عالم میں نہ تم سا کوئی خوش رُو نظر آیا

امام ابو نعیم فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام انبیاء بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ حسن دیا گیا تھا، مگر حضور علیہ السلام کو پیشِ گاہ الٰہی سے جو حسن و جمال عطا ہوا وہ کسی کو نہ ملا۔ فرماتے ہیں: وَلم يُؤت يُوسُف إِلَّا شطر الحسن وأوتي نَبينَا صلى الله عَلَيهِ وَسلم جَمِيعه حضرت یوسف کو حسن کا ایک حصہ ملا تھا اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورا

حسن دیا گیا تھا۔[244]

معلوم ہوا کہ جمالِ یوسفی جس پر زنان مصر شیدا تھیں وہ حضور کے حسن کا ایک حصہ بلکہ ایک کرشمہ تھا،اِلّا شَطر الحسن کا مطلب یہ ہی ہے کہ جمالِ محمدی کا ایک پرتو عالم پر چمکا اور اسی سے ایک حصہ حضرت یوسف کو ملا اور باقی سارے جہان میں تقسیم ہوا، شمس و قمر، زہرہ و مشتری میں وہی نور درخشاں ہے،اور زمین، آسمان، عرش، کرسی میں وہی نور تاباں ہے عرش پر اسی کی چمک ہے، فرش پر اسی کی جھلک ہے، جنت میں اسی کی مہک ہے، سینہ عشاق میں اسی کی کھٹک ہے، مستوں کو اسی کی لٹک ہے، زبانوں پر اسی کی چہک ہے، ہر جام عشق میں اسی کی جھلک ہے، ہر حسن میں اسی کا نمک ہے یعنی۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ ازپر توآں
ہر کجا در نگری انجمنے ساختہ اند [245]

غور تو کیجئے، زنانِ مصر نے حسنِ یوسفی کے نظارے کی تمنا کی اور دیکھ لیا، مگر حسن نبوی کو دیکھنے کی کس میں تاب ہے، صانع کمال نے یہ جمال اپنے دیکھنے کو بنایا ہے اور اپنی محبوبیت کے لیے اسے پسند فرمایا ہے۔

واہ کیا حسن ہے اے سید ابرار تمہارا
اللہ بھی ہے طالب دیدار تمہارا

پھر کس میں مجال ہے جو حضور کے جمالِ جہاں آرا کے نظارے اور آپ کے حسن کی حقیقت وماہیت کو سمجھے، قادر مطلق نے اپنے محبوب کے چہرۂ انور پر ستر ہزار پردے ہیبت و جلال ورحمت و جمال کے ڈال رکھے ہیں، چشمِ عالم نظارہ جمال مصطفویہ سے دور و مہجور ہے اور عقولِ بشریہ اس کے ادراک سے قاصر ہے، اگر جمال نبوی سے ایک پردہ اٹھ جائے، عالم کی کیا مجال جو اس کی تجلیات و انوار کی تاب لاسکے ، ایک جھلک میں کائنات جل کر خاکستر

---

(244)۔۔:خصائص کبریٰ، باب ماا وتی یوسف علیہ السلام، ذکر موازاۃ الانبیاء فی فضائلھم، ج2، ص309

(245)۔۔:ترجمہ:اس گھرے میں ایک چراغ ہے جس کی روشنی سے جہاں دیکھو ایک انجمن بنائے ہوئے ہیں

ہو جائے۔

اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

1۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جبریل حضور کی خدمت میں دحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے، سیدنا ابن عباس نے ایک بار جبریل کو ان کی اصلی شکل میں نہیں بلکہ جبریل کو انسانی شکل میں دیکھ لیا تھا، اس وقت تو شرف نبوی کے باعث انہیں کچھ نہ ہوا، مگر آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی۔ (246)

2۔ تفسیر جلالین زیر آیت: ﴿ قَالُوا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ﴾ (247) کی تفسیر میں ہے کہ لا طاقة (248) للبشر علیٰ رویته الملک بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ فرشتے کو دیکھ سکے۔ (249)

3۔ ابن سعد و بیہقی حضرت عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ نے عرض کی: یارسول اللہ میں جبریل کو دیکھنا چاہتا ہوں، حضور علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّكَ لَا تَستَطِيعُ أَن تَرَاه حمزہ تم میں جبریل کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ لیکن حضرت حمزہ نے اسرار کیا، حضور نے فرمایا: اچھا دیکھو ابھی حضرت حمزہ نے صرف جبریل کے پاؤں دیکھے تھے کہ فَخَرَّ مَغشِيًّا عَلَيهِ بے ہوش کر گر پڑے۔ (250)

4۔ حدیث صحیح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر بہشتی حور کا کنگن دنیا میں ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی آفتاب کے نور کو ایسے مٹا دے جیسے سورج کی روشنی تاروں کو چھپا

---

(246)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی الاخبار عن ملک۔۔ الخ، ج6، ص518 ملتقطاً

(247)۔۔: ترجمہ کنز الایمان: بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتارا گیا۔ (پارہ7، الانعام، آیت: 08)

(248)۔۔: جلالین کے دو نسخے دیکھے ہیں ان میں "لا قوۃ للبشر" کے الفاظ ہیں۔

(249)۔۔: تفسیر جلالین، الانعام، تحت الآیۃ: 08، ص112

(250)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی رؤیۃ عمران بن حصین الملائکۃ۔۔ الخ، ج7، ص81

دیتی ہے۔[251]

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جبریل اور بہشتی حور کے کنگن کو کوئی بشر نہیں دیکھ سکتا، تو جمالِ محمدی جو ان سے بھی زیادہ لطیف ہے، اس کے نظارہ اور اسکے دیکھنے کی کس میں تاب ہے۔

کیا منہ ہے آئینہ کہ تیری تاب لاسکے
خورشد پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

مثنوی میں مولانا روم اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے حضور کو دیکھ کر کہا کہ بڑے بد شکل ہیں، حضور نے فرمایا: سچ کہتے ہو، اتنے میں صدیق اکبر آئے اور عرض کی، سرکار مشرق و مغرب میں آپ جیسا حسین و جمیل نہیں دیکھا، حضور نے فرمایا صدیق تم بھی سچ کہتے ہو، حاضرین مجلس نے عرض کی:

حاضرانِ گفتند کالے صدرالوَرا
راست گو گفتنی تو دو ضد گو را چِرا

یعنی حاضرین نے عرض کی: حضور دونوں کلام باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں قول کیونکر سچ ہو سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا:

گفت من آئینہ ام مصقول دست
تُرک و ہند و در من آں بید کہ ہست

حضور علیہ السلام نے فرمایا صحابیو! میں تو اپنے دوست جل جلالہ کا صیقل کردہ[252] آئینہ ہوں، دوست و دشمن اس میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے اور جیسا وہ ہے ویسا ہی اسے نظر آتا ہے۔[253]

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صدیق اکبر نے چہرہ نبوی میں اپنی شکل دیکھی اور اسی کی تعریف کی، ابو جہل نے اس آئینہ میں اپنی صورت کو دیکھا، اور اسے بُرا بتایا، ثابت ہوا کہ

---

(251)۔۔: سنن ترمذی، کتاب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ اھل الجنۃ، ج4، ص241، حدیث:2547ماخوذاً

(252): چمکایا ہوا، صاف و روشن کیا ہوا

(253)۔۔: مثنوی مولی معنوی مترجم، دربیاں آنکہ جنیدن ہر کسے، دفتر اول، ص255ملتقطاً

حضور کی اصلی صورت آج تک کسی نے نہیں دیکھی، کیونکہ چہرہ انور پر عظمت و جلال کے پردے ہیں اور پردے کوئی لوہے پیتل کے پردے نہیں بلکہ حضور کا کمال ظہور ہی ہمارے لیے حجاب اعظم ہے۔

غرض کہ حسنِ یوسفی کو زنان مصر نے دیکھ تو لیا ہاں نظارۂ حسنِ یوسفی میں ایسی محو ہوئیں کہ شعور کھو بیٹھیں اور عالم بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر جمالِ محمدی کو کون دیکھ سکتا ہے، مگر اس کے باوجود جمالِ محمدی کا یہ عالم ہے کہ وہاں تو ہاتھ کٹے تھے اور یہاں حسن محبوب پر مردانِ عرب نے سر کٹا دیئے چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حبشی کو دیکھئے آپ امیہ بن خلف کے غلام تھے، جب اس نے سنا کہ بلال کے دل میں محبتِ رسول موجزن ہے اور وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کیں، گرم ریت پر لٹایا، سخت دھوپ میں بٹھایا، گرم گرم پتھروں کو سینۂ بلال پر رکھوایا گلے میں رسی ڈال کر بچوں کا کھلونا بنایا، مشکیں باندھ کر لاٹھی سے پٹوایا، سب کچھ کیا مگر یہ وہ نشہ نہ تھا جسے تُرشی اتار دیتی، بلال نے سب کچھ برداشت کیا اور زبان حال سے فرمایا:

خلق پر تیغ رہے سینہ پہ جلّاد رہے
دل میں تیری یاد رہے لب پہ تیرا نام رہے

اللہ اکبر، اسی جان نثاری پروانہ واری کے سبب بلال حبشی حضرت بلال بن گئے اور دربارِ نبوت سے ارشاد ہوا کہ بلال کی سیاہی سے حورانِ مہ جبیں کے تل بنائے جائیں گے۔ (254)

اقبال کس کے لطف کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(254)۔۔۔:فیض القدیر، حرف الخاء، ج3، ص473، تحت الحدیث:4015

صدیق اکبر کا عشق:

امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لختِ جگر حضرت عبد الرحمن اسلام لانے کے بعد بر سبیل تذکرہ اپنے والدِ ماجد کو جنگ بدر کا واقعہ سنانے لگے کہ آپ میدانِ جنگ میں کئی مرتبہ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن محبت پدری کے جذبہ نے مجھے آپ کے قتل سے روک دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے اگر تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو میں یقیناً تمہیں قتل کر دیتا اور عشقِ رسول کے مقابلہ میں محبتِ پدری کی پرواہ نہ کرتا۔[255]

غزوہ تبوک میں جب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رؤسائے عرب کو امداد کی ترغیب دلائی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کو دو حصوں پر منقسم کیا، ایک حصہ اہل و عیال کے سپرد کیا اور ایک حصہ دربارِ رسالت میں حاضر کر دیا۔ مگر وہ رفیق غار جنھوں نے غار میں جان جیسی عزیز چیز نبی کے قدموں پر نثار کر دی، وہ مال و دولت کی کیا پرواہ کرتے، سارے گھر کا مال خدمتِ رسول میں لا کر رکھ دیا، حتیٰ کہ قبا میں جو بٹن تھے ان کی جگہ کیکر کے کانٹے لگا لیے اور وہ بٹن بھی چندہ میں شامل کر دیئے۔[256] صدیق اکبر کی اس جان نثاری کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

بولے حُضور چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فَروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روز گار
پروانے کو چراغ تو بُلبل کو پھول بس
صِدّیق کے لیے ہے خدا کا رَسول بس

---

(255)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، حرف العین، عبد اللہ ویقال عتیق۔۔الخ، ج30، ص127، 128

(256)۔۔: سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الثلاثون: فی غزوۃ تبوک، ذکر حثہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علی النفقۃ۔۔الخ، ج5، ص435
تاریخ الخلفاء، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، فصل فی انفاقہ مالہ علی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔الخ، ج1، ص30

سبحان اللہ !یہ تھا صدیق اکبر کا مقامِ محبت، جس نے صدیق کو افضل الخلائق بعد الانبیاء بنادیا اور اسی عشق رسول کے سبب صدیق اکبر کو وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ ان کی ہر ادا خداوند قدوس کو پیاری ہو گئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں اس حدیث کو ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب صدیق کیکر کے بٹن لگا کر اور اپنا سارا مال لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو جبریل امین نازل ہوئے، سرکار! اللہ تعالیٰ صدیق کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ۔أراض أنت عني في فقرك هذا أم ساخط؟ صدیق تم اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ہو؟[257]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ جب جبریل آئے تو ان کے جبہ میں کیکر کے بٹن لگے ہوئے تھے حضور نے فرمایا یہ کیا ہے، جبریل نے عرض کی:إن الله تعالى أمر الملائكة أن تتخلل في السماء كتخلل أبي بكر في الأرض زمین پر صدیق نے کانٹوں کے بٹن لگائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آسمان پر تمام فرشتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بھی کانٹوں کے بٹن لگائیں۔[258]

اے ابوالہوس نصیب تجھے کیمیا کہاں جب تک تو خاکپائے حبیب خدا نہ ہو

حضرت افلح:

حضرت افلح کو عشقِ رسول کے جرم میں رسی باندھ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا جاتا تھا[259] حضرت خباب کے سر کے بال نوچے جاتے گردن مروڑی جاتی، گرم پتھروں پر لٹایا جاتا تھا[260] بعض صحابہ کو قریش اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے

---

(257)۔۔:حوالہ سابق

(258)۔۔:حوالہ سابق

(259)۔۔:سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الخامس عشر: فی عدوان المشرکین علی المستضعفین، ج2، ص360

(260)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، الشعبی عن خباب، ج4، ص77

تھے۔ بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے جلتے پتھروں پر گرا دیا جاتا تھا۔[261] مگر یہ عشقِ رسول کا غلبہ تھا کہ صحابہ ایسی وحشیانہ سزاؤں کا مقابلہ کرتے تھے اور ان کے عشق میں اور زیادہ ترقی ہوتی جاتی تھی۔

جان اور محبت رسول:

جنگ احد میں حضرت سعد کی جان نثاری دیکھنے والی تھی فریق مخالف تیروں کی بارش کر رہا تھااور ایسے نازک موقع پر حضرت سعد اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور کو بغرض حفاظت اپنی پیٹھ کے پیچھے لے کر ان کے تیروں کا جواب دے رہے تھے۔[262]

حضرتِ خبیب:

ایک معرکہ میں ایک کافر نے حضرت خُبیب کے جگر کو چھیدا اور کہا کہ اب تو تمہیں پسند ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرفتار ہو جائیں اور ان کے بدلے تمہیں چھوڑ دیا جائے؟ خبیب نے نہایت جوش سے جواب دیا کہ خدا جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے نبی علیہ السلام کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔[263]

ایک خاتون کا جوش محبت:

بنی دینار کی ایک خاتون تھیں جن کے شوہر، بھائی، باپ جنگ احد میں شہید ہو گئے وہ کہتی تھیں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حضور کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا وہ بخیریت ہیں۔ خاتون کہنے لگیں مجھے دور سے دکھلا دو، جب دور سے چہرۂ اقدس دیکھ لیا تو کہا کہ **كلُّ مصيبةٍ بعدك جللٌ** اب مجھے بھائی باپ شوہر کی شہادت کا غم نہیں کیونکہ میرے آقا بخیریت ہیں۔[264]

---

(261)۔۔:اسد الغابہ، سمیۃ ام عمار، ج7، ص152

(262)۔۔:السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، سنۃ ثلاث من الھجرۃ، غزوۃ احد، ج3، ص52

(263)۔۔:مواہب لدنیہ، مغازیہ، سرایا، وبعوثہ، غزوۃ حمراء الاسد، ج1، ص224

(264)۔۔:السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، رجوع الرسول المدینۃ، ج3، ص93

(25)انس بن نضر کی جاں نثاری

جنگ احد میں مشہور ہوا کہ حضور کا وصال ہو گیا، حضرت انس بن نضر نے دیکھا کہ مسلمان ہتھیار پھینک کر مغموم بیٹھے ہیں، انس بن نضر نے جوش میں آکر کہا:موتوا علی ما مات علیه رسول الله صلى الله علیه وسلم آؤ جہاں رسول اللہ نے جان دے دی، وہاں ہم بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیں اب زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ چنانچہ یہ جاں نثار ستر زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔(265)

الغرض سیرت کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حسنِ یوسف دیکھ کر زنانِ مصر نے صرف اپنے ہاتھ کاٹے تھے مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ایسا بے مثال جمال تھا جس پر مردانِ عرب نے اپنا تن من دھن سب کچھ ہی قربان کر دیا۔

حُسنِ یوسُف پہ کٹیں مِصر میں اَنگُشتِ زَناں
سَر کٹاتے ہیں تِرے نام پہ مردانِ عرب

(26)حُسنِ محمدی

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ چشمِ عالم، حسن محبوب خدا کے دیکھنے سے عاجز اور آپ کے حسن و جمال کی حقیقت و ماہیت کے سمجھنے سے قاصر ہے، چہرہ نبی پر ستر ہزار حجابات جمال ہیں اور آپ کا کمال ظہور ہی حجاب ہے، مگر اس کے باوجود اس حجاب سے جو حسن کی کرنیں ظاہر ہوتی تھیں، وہ بھی حسن یوسف سے بدرجہا افضل و اعلیٰ تھیں، کوئی انہیں کرنوں کو دیکھ کر چہرہ اقدس کو چاند کہتا ہے اور کوئی سورج اور کوئی وصف رُخ سے عاجز آکر مقام حیرت میں یہ جملے زبان پر لاتا ہے۔لَم أَرَ قَبلَهُ وَلَا بَعدَهُ مِثلَهُ ان جیسا حسن ہم نے نہ ان سے قبل دیکھا اور نہ ان کے بعد(266) غرض کہ

---

(265)۔۔:السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، فیما لقی النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔الخ، فصل، ج3، ص68

(266)۔۔:سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب، ج5، ص364، حدیث:3657

بُلبل نے گُل ان کو کہا قمری نے سروِ جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(1) اُم المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسن نرالا تھا، بدن کا رنگ نورانی تھا۔ لَم يَصِفهُ وَاصِفٌ قَطُّ إِلَّا شَبَّهَ وَجهَهُ بِالقَمَرِ لَيلَةَ البَدرِ جو بھی آپ کا وصف کرتا، چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔[267]

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا جب میں چہرہ اقدس کو دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ۔ كَأَنَّ الشَّمسَ تَجرِي فِي وَجهِهِ آفتاب چہرہ مبارک میں جاری ہے۔[268]

چودھویں کا چاند ہے رُوئے حبیب
اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

(3) حضرت ہمدان کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو تو میں نے کہا:[269] كَالقَمَرِ لَيلَةَ البَدرِ، لَم أَرَ قَبلَهُ وَلَا بَعدَهُ مِثلَهُ، صلی اللہ علیہ وسلم حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا، میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا۔[270]

(4) حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب حضور پر مسرت وخوشی کے آثار ظاہر ہوتے تو چہرہ اقدس ایسا چمکدار ہو جاتا۔ كَأَنَّهُ قِطعَةُ قَمَرٍ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔[271]

---

(267)۔۔: دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الواحد والثلاثون: فی روایۃ خبرین یشتملان۔۔۔ الخ۔ ص379

(268)۔۔: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب، ج5، ص369، حدیث: 3668

(269)۔۔: اس واقع کی تفصیل کئی معتبر کتب میں کچھ یوں ملتی ہے: حضرت اسحق ہمدانی نے ایک ہمدانی عورت جس نے حضور کے ساتھ حج کیا تھا ان سے یہی سوال کیا تھا (حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو تو) اس عورت نے یہ جواب دیا جو آگے آرہا ہے۔

(270)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب صفۃ رسول اللہ، باب صفۃ وجہہ، ج1، ص199

(271)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج2، ص486

(5) حضرت براء بن عازب سے کسی نے پوچھا کیا چہرہ اقدس لمبا تھا؟ حضرت براء نے فرمایا: لَا، بَل كَانَ مِثلَ الشَّمسِ وَالقَمَرِ، وَكَانَ مُستَدِيرًا نہیں! چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔(272)

(6) حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ إِنَّ نبيَّكم صلى الله عليه وسلم كانَ صَبيحَ الوجهِ، كريمَ الحَسبِ، حسنَ الصوتِ تمہارے نبی نمکین حسن، اعلیٰ نسب اچھی آواز والے ہیں۔(273)

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم　　　وہ ملیح دِل آرا ہمارا نبی

یہ چاند اور سورج سے تشبیہ صرف تشبیہ ہی تھی حقیقت میں چہرہ مبارک چاند سے زیادہ روشن تھا، چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری چمک اور دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا، اور مدنی تاجدار دوعالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار حُلہ مبارک زیب تن کیے تشریف فرما تھے، تو میں نے مقابلہ کے لیے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔ فَإِذَا هُوَ عِندِي أَحسَنُ مِنَ القَمَرِ تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔(274) آسمانی چاند میں میل تھا، اور محبوب کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہرِ سَما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مُشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حقیقت یہی ہے کہ چہرۂ اقدس کی تعریف و توصیف کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے، صحابہ کرام حیران ہیں کہ چہرۂ انور کے حسن و جمال و خوبی و کمال کو کن لفظوں سے بیان کریں، آخر ان کی نظر چاند سورج پر پڑتی ہے کہ لوگوں کے نزدیک چاند سے زیادہ کوئی دوسری چیز

---

(272)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات خاتم النبوۃ۔۔الخ، ص982، حدیث:6084

(273)۔۔: الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، مسند علی بن ابی طالب، ص174، حدیث:4523

(274)۔۔: سنن ترمذی، باب ماجاء فی الرخصۃ فی لبس الحمرۃ۔۔الخ، ج4، ص370، حدیث:2820

روشن نہیں، اس لیے وہ حسن نبوی کو چاند سے تشبیہ دے کر بیان فرمادیتے ہیں ورنہ۔

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے نقش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں

یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے عاجز آجاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لیے فرماتے ہیں: لَم أَرَ قَبلَهُ وَلَا بَعدَهُ مِثلَهُ کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔(275) یعنی

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم پر آپ ہو اپنا جواب

(27) پیراہن یوسف

حضور یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہیں، ابتلاء وآزمائش کے ختم ہونے کے بعد آپ کے سر پر تاج حکومت ہے، ادھر کنعان میں قحط پڑتا ہے، اور آپ کے بھائی غلہ حاصل کرنے کے لیے مصر آتے ہیں۔ اور اپنے والد کا حال پوچھتے ہیں۔ برادرانِ یوسف عرض کرتے ہیں کہ آپ کے فراق و غم میں روتے روتے ان کی آنکھیں سپید ہو گئی ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام یہ جواب سن کر فرماتے ہیں:

﴿اِذهَبُوا بِقَمِيصِى هٰذَا فَاَلقُوهُ عَلٰى وَجهِ اَبِى يَاتِ بَصِيرًا ۚ﴾

(275)۔۔: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی صفۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج5، ص364، حدیث: 3657

میرا یہ قمیض لے جاؤ اور والد کے چہرہ پر ڈال دو، وہ بصیر ہو جائیں گے۔[276]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کے استعمال شدہ کپڑے بھی رحمتوں اور برکتوں کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے پیراہن [277] یوسف علیہ السلام سیدنا یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے لیے علاج شافی ہو گیا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام ایک برگزیدہ پیغمبر تھے اور اس طرح ان کے پیراہن کی برکت سے آنکھوں کا اچھا ہو جانا ان کا معجزہ تھا، لیکن جامع جمیع کمالاتِ انبیاء حضور سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شان نرالی ہے، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر چیز رحمت و برکت کی حامل ہے، اور بلاؤں کو دور امراض کو زائل کر دینے کی طاقت رکھتی ہے۔

قمیض مبارک کی برکات:

ابن عدی محمد بن جابر سے راوی کہ سنان بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ مجھے اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا دے دیجیے، میں اس کو بطور تبرک اپنے پاس رکھوں گا، محمد بن جابر کہتے ہیں، میرے باپ نے کہا حضور کی قمیص مبارک کا وہ ٹکڑا اباً عن جدٍ میرے ہاتھ آیا۔یغسلهَا للمَرِيض يستشفي بهَا یہ قمیص کا مقدس ٹکڑا مریضوں کو دھو کر پلایا جاتا ہے، اور اس کی برکت سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔[278]

جُبَّہ مبارک:

امام مسلم حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سبز رنگ کا دھاری دار جبہ دکھایا اور فرمایا: یہ وہ مبارک جبہ ہے جسے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ زیب تن

---

(276)۔۔:پارہ 13، یوسف، آیت: 93

(277): قمیص، کرتہ

(278)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات التی وقعت عند وفادۃ۔۔الخ، باب ما وقع فی وفد بنی حنفیۃ۔۔الخ، ج2، ص26

فرماتے تھے۔فَنَحنُ نَغسِلُهَا لِلمَرضَی یُستَشفَی بِهَاہم اس جبہ مبارک کا غسالہ مریضوں کو پلاتے ہیں اور مریض اچھے ہو جاتے ہیں۔(279)

پیالہ مبارک:

امام قاضی عیاض اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک پیالہ تھا جب کوئی بیمار ہو تا تو اس پیالہ میں بیماروں کو پانی پلا تیں۔ یستشفون بھا اور مریض اچھے ہو جاتے۔(280)

چادر مبارک:

امام بخاری سہل بن سعد سے راوی، ایک دفعہ ایک عورت نے خدمتِ اقدس میں چادر بطورِ ہدیہ پیش کی، ایک صحابی جو اس وقت موجود تھے کہنے لگے کیا اچھی چادر ہے! حضور نے اپنی چادر انہیں عطا کر دی، لوگوں نے ان کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو حضور کو چادر کی ضرورت تھی، یہ بھی جانتے ہو کہ سرکار کسی کا سوال رد نہیں فرماتے، تم نے سوال کیوں کیا؟ رَجَوتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا میں نے یہ چادر اس لیے لی ہے تاکہ اس میں دفن کیا جاؤں اور اس کی برکت سے بخشا جاؤں۔(281)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے ملبوسات اور استعمال شدہ اشیاء کو متبرک جانتے تھے اور ان سے شفا اور برکت کی امید رکھتے تھے، معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین کی استعمال شدہ اشیاء کو متبرک سمجھنا، ان سے برکت کی امید رکھنا جائز ہے، بدعت یا شرک نہیں ہے بلکہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جب حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو بعد از

---

(279)۔۔: صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم لبس الحریر۔۔الخ، ص884، حدیث:5409

(280)۔۔: حضرت اسماء کے حوالے یہ روایت بندہ ناچیز کو نہ مل سکی امام ابن مامون کے حوالے سے ملی ہے اسی کی تخریج کر دی گئی ہے۔(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی کراماتہ وبرکاتہ۔۔الخ، ج1، ص331)

(281)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء۔۔الخ، ج4، ص109، حدیث:6036

غسل آپ نے اپنا تہبند مبارک دیا اور فرمایا:أَشعِرنَهَا إِيَّاه ان کے کفن کے ساتھ میرا تہبند بھی ملا دو۔ (282)

علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا تہبند مبارک کیوں عطا فرمایا؟ وَالحِكمَةُ فِي إِشعَارِهَا بِهِ تَبرِيكُهَا اشعار میں حکمت یہ تھی تاکہ ان کے کفن میں برکت ہو جائے۔ (283)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خود حضور نبی کریم علیہ السلام بھی اپنے استعمال شدہ اشیاء کو برکت ورحمت تصور فرماتے تھے۔

چادر مبارک کی عجیب برکت:

مولانا روم مثنوی میں اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ آج بہت تیز بارش آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے واپس تشریف لائے مگر آپ کے کپڑے نہیں بھیگے فرمایا: عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟ عرض کی آپ کی تہبند شریف، فرمایا:

گفت بہر آں نمود اے پاک حبیب
چشم پاکت را خدا باران غیب
نیست آں باراں ازیں ابر شمار
نیست باراں دیگر و دیگر سما

یعنی اے عائشہ !میرے تہبند شریف کی برکت سے تمہیں یہ نظر آگیا یہ پانی نہ تھا، یہ تو انوار وبرکات الہیہ کی بارش تھی جو مجھ پر برس رہی تھی، اے عائشہ اس بارش کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ (284)

---

(282)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب فی غسل المیت، ص364، حدیث:2173

(283)۔۔:شرح نووی، باب نہی النساء عن اتباع الجنائز و غسل المیت، ج7، ص3

(284)۔۔:مثنوی مولوی معنوی مترجم، سوال کردن عائشہ رضی اللہ عنہا از پیغمبر۔۔الخ، دفتر اول، ص222 ملخصًا

یعنی یہ بارش تمہیں اس لیے نظر آگئی کہ تمہارے سر پر میرا تہبند مبارک ہے، اسی کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے حجاب اٹھ گئے اور تم نے انوار الٰہی کا مشاہدہ کر لیا۔ ورنہ یہ کسی کو نظر نہیں آتے۔

سبحان اللہ الغرض وہ پیراہن یوسف علیہ السلام ہے اور یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ملبوسات اور آپ کے استعمال شدہ اشیاء کے برکات و حسنات ہیں بغور پڑھیے، ایمان تازہ کیجئے اور سوچئے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کیسی کیسی برکتوں نعمتوں کے مالک ہیں۔

(28) ید بیضا

میں یدبیضا کے صدقے اے کلیم
پر کہاں ان کی کف پا کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا ملا، جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر دیتی تھی لیکن سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے جسم اقدس کے ہر عضو کو اللہ تعالیٰ نے نور بنایا، یعنی حضرت موسیٰ کا ہاتھ چمکتا ہے، اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر تا پا چمکدار ہیں اور ایسے چمکدار ہیں کہ اندھیرا آپ کی چمک سے اجالا بن جاتا ہے اور لیل مظلم آپ کے نور سے روشن و منور ہو جاتی ہے۔

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے
اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

1۔ اُمُّ المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ عفیفہ پارسا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بوقتِ سحر کچھ سی رہی تھی، میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، تلاش کی مگر بوجہ ظلمت نہ ملی، اتنے میں مہ نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروازہ سے تشریف لائے۔ فتبینت الإبرة من شعاع نور وجهه آپ کے چہرہ انور کی روشنی میں میں نے اپنی گم شدہ سوئی دیکھ کر اٹھالی۔(285)

(285)۔۔:شرف المصطفیٰ، باب فی ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فصل ذکر الآیۃ فی وجہہ۔۔الخ، ج2، ص103

سوزن گمشدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

2۔ بالیقین دستِ کلیم روشن تھا مگر دستِ مصطفی ایسا روشن و منور ہے اسکی نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جس کے چہرہ پر یہ مقدس ہاتھ پھر گیا وہ چودھویں کا چاند بن گیا اور اس چہرہ میں ایسی چمک پیدا ہو گئی کہ اشیاء کے عکس اس میں نظر آنے لگے۔

امام بیہقی حضرت ابو العلاء سے راوی وہ فرماتے ہیں: عدت قَتَادَة بن ملحَان فِي مَرضه فَمر رجل فِي مُؤخر الدَّار فرأيته فِي وَجه قَتَادَة میں حضرت قتادہ کی عیادت کو گیا ایک شخص میرے پیچھے سے گزرا اور میں نے اس کی صورت قتادہ کے چہرہ میں دیکھ لی فرماتے ہیں: قتادہ کے چہرہ پر یہ چمک یہ دمک اس لیے تھی کہ

كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم مسح وَجه حضور علیہ السلام نے ان کے چہرہ پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا تھا(286)

مدائنی اپنے رجال سے تخریج کرتے ہیں، کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا نوری ہاتھ حضرت اُسید کے چہرہ اور سینہ پر پھیر دیا، جس کی وجہ سے اُسید کا چہرہ اس قدر روشن ہو گیا کہ فكان أسيد يدخل البيت المظلم فيضيء جب وہ اندھیری کوٹھڑی میں جاتے تو وہ روشن ہو جاتی۔(287)

اللہ اکبر! یہ کیسا نوری ہاتھ تھا میں نے حضرت اسید کو ایسا روشن کر دیا کہ ان کا چہرہ دوسری چیزوں کو روشن و منور کرنے لگا خیال تو کیجئے جس کے مقدس ہاتھوں نے حضرت اسید کو ایسی بے مثل روشنی عطا فرمائی ایسے نوری ہاتھ والا کیسا روشن و منور ہو گا۔

لا مکاں تک اُجالاہے جس کا وہ ہے

---

(286)۔۔: خصائص کبریٰ، فائدۃ فی عدم احتراق المندیل۔۔الخ، باب الآیۃ فی اثر یدہ من الشفا۔ الخ، ج2، ص140

(287)۔۔: سبل الہدیٰ والرشاد، فی برکتہ یدہ الشریفۃ، تنبیہ: فی بیان غریب ماسبق، ج10، ص36

ہر مکان کا اُجالا ہَمارا نبی

3۔ لاریب دستِ کلیم منور ہے، مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کا دستِ اقدس تاریک قلوب کو روشنی بخشتا ہے، اور قلوب ناس کو نورِ ایمان سے منور کرتا ہے دلوں کو ثبات علی الحق کا عطیہ فرماتا ہے۔

امام بیہقی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی سرکار! میں ناتجربہ کار ہوں، قضا کے مفہوم کو نہیں سمجھتا، یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدرِي، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ اهدِ قَلبَهُ وَثَبِّت لِسَانَهُ اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا الٰہی! ان کو احقاق حق کی توفیق دے اور ان کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

حضرت علی فرماتے ہیں، اس وقت سے میں نے فریقین کے مقدمات کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہ کی۔[288]

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

4۔ہاں ہاں دستِ کلیم روشن تھا، مگر سید الانبیاء نے صحابہ کی انگلیوں کو روشن کردیا اور اندھیرے میں صحابہ کی انگلیاں روشن ہو کر روشنی کرنے لگیں۔ حضرت امام بخاری اپنی تاریخ میں حضرت حمزہ اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ سفر میں ہم حضور کے ہمراہ تھے اندھیری رات میں قافلہ کی روانگی کی تیاری ہوئی۔ فَأَضَاءَت أَصَابِعِي حَتَّى جَمَعُوا عَلَيهَا ظَهرَهَم وَمَا سَقَطَ مِن مَتَاعِهِم، وَإِنَّ أَصَابِعِي لَتُنِيرُ تو میری انگلی روشن ہوگئی اور اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا چھوٹا موٹا سامان ڈھونڈ کر اونٹوں پر لاد لیا اور میری انگلی روشنی کرتی رہی۔[289]

دیکھئے حضرت حمزہ کی انگلی شرف صحبت نبوی کے باعث روشن ہوگئی اور اتنی روشن ہوئی کہ اس کی روشنی میں صحابہ نے اپنا سامان تلاش کرکے اونٹوں پر لاد لیا، معلوم ہوا کہ حضور علیہ

(288)۔۔: سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب ذکر القضاۃ، 3 ص90، حدیث: 2310
(289)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، محمد بن حمزہ بن عمرو، الخ، ج3، ص175، حدیث: 2990

السلام کا ایسا روشن ہاتھ ہے، جس نے صحابہ کے ہاتھ کو ید بیضا بنا دیا۔

شاخِ خرما کا روشن ہونا:

5۔ اس میں شک نہیں کہ دستِ کلیم روشن تھا، مگر اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخ خرما کو روشن کر دیا، جس کی روشنی میں حضرت قتادہ اپنے مکان تک پہنچ گئے، امام ابو نعیم حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں حضور نماز عشاء کے لیے مسجد میں آئے تو راستے میں آپ کے لیے قدرتی شمع روشن ہو گئیں، پھر حضور نے حضرت قتادہ کو دیکھ کر فرمایا نماز کے بعد میرے پاس آنا مجھے تم سے کام ہے، قتادہ نماز کے بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے پھر جب قتادہ اپنے گھر جانے لگے تو آپ نے انہیں کھجور کی ٹہنیاں عطا فرمائیں

فَقَالَ:خُذ هَذَا، فَسَيُضِيءُ لَكَ أَمَامَكَ عَشرًا وَخَلفَكَ عَشرًا اور فرمایا انہیں اٹھالو، دس تمہارے آگے اور دس تمہارے پیچھے روشن ہو جائیں گی۔[290]

صحابہ کی لاٹھیاں

امام بخاری بیہقی و حاکم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباد بن بشر و اسید بن حُضیر رضی اللہ عنہما حضور کی خدمت میں بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کر رہے تھے کہ رات ہو گئی اور سخت ظلمت چھا گئی، پھر یہ دونوں اٹھے اور اپنے گھر کو جانے لگے تو ایک صحابی کی لاٹھی روشن ہو گئی، جب دونوں کی راہ جدا ہوئی تو

أَضَاءَت للآخر عَصَاهُ فَمشى كل وَاحِد مِنهُمَا فِي ضوء عَصَاهُ حَتَّى بلغ أَهله دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی اور یہ دونوں صحابی ان لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے گھر تک پہنچ گئے۔[291]

---

(290)۔۔: صحیح ابن خزیمہ ،جماع ابواب العذر الذی یجوز فیہ۔۔۔۔الخ،باب اتیان المسجد فی اللیلۃ۔۔الخ،ج3، ص82،حدیث 1660

(291)۔۔:خصائص کبری،باب اضاءۃ العصی والسوط،ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات۔۔الخ،ج2،ص135

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کا ہاتھ روشن تھا، مگر محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر تا پا ایسے روشن منور تھے کہ جس چیز کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا وہ بھی روشن ہو گئی۔

7۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ روشن تھا، مگر دستِ نبوی بے شمار کرامتوں اور رحمتوں کا حامل ہے اور پھر یہ کتنا بڑا اعظیم فرق ہے کہ وہ کلیم کا ہاتھ اور یہ حبیب کا ہاتھ ہے، یہ وہ ہاتھ ہے جس کا ہر فعل فعلِ الٰہی اور ہر ارادہ خداوندی ہے۔

جو مصطفیٰ کے ہاتھ ہیں وہ کبریا کے ہاتھ
جو کبریا کے ہاتھ ہیں وہ مصطفی کے ہاتھ

8۔ یہ وہ ہاتھ ہے جو جنگ بدر میں کافروں پر کنکر پھینکتا ہے اور خالقِ کائنات فرماتا ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾

محبوب! وہ کنکریاں تم نے نہیں ہم نے پھینکی ہیں۔[292]

امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ حنین میں ہم نے حضور کی معیت میں جہاد کیا، صورت ایسی پیش آئی کہ صحابہ کے قدم اکھڑ گئے اور کافروں نے ہجوم کر کے حضور علیہ السلام کو گھیر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے تشریف لائے اور

ثُمَّ قَبَضَ قَبضَةً مِن تُرَابٍ ثُمَّ استَقبَلَ بِهِ وُجُوهَهُم

ایک مشتِ خاک لے کر کافروں کے منہ پر ماری اور شَاهَتِ الوُجُوه فرمایا[293] جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر کافر کی آنکھوں میں وہ کنکریاں بھر گئیں اور دشمن پیٹھ دے کر بھاگا۔[294]

سبحان اللہ فتح و شکست حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور نے ایک مشتِ خاک سے کفار کے لشکر عظیم کو شکست اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ

---

(292)۔۔: پارہ9، الانفال، آیت: 17

(293)۔۔: چہرے بگڑ گئے

(294)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فی غزوۃ حنین، ص758، حدیث: 4619

جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً مُنہ پھر گیا

9۔یہ وہی نوری ہاتھ ہے جس نے درخت کے نیچے صحابہ کو بیعت کیا تھا اور اللہ عزوجل نے فرمایا تھا:﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ﴾ محبوب!تمہارے ہاتھ پر بیعت ہمارے ہاتھ پر بیعت ہے۔(295)

کیوں خوف بزمِ حشر سے کرتے ہو عاصیو

دامن پکڑ لو پیارے نبی کا بڑھائے ہاتھ

10۔اللہ اکبر یہ وہ ہاتھ ہیں جو ساری امت کے خیر خواہ اور ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں،لوگ پروانہ وار جہنم میں گرنا چاہتے ہیں اور یہ مقدس اور ہمدرد ہاتھ انہیں روکے کھڑے ہیں، چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:وَالفَرَاشُ یَقَعنَ فِیہِ، فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُم وَأَنتُم تَقَحَّمُونَ فِیہِ تم پروانہ وار جہنم میں گرتے پڑتے ہو اور میں تمہارا بند کمر روکے کھڑا ہوں۔(296)

لغزش کرے غلام نبی الوریٰ کہیں

گرنے نہ دیں کبھی وہ پکڑ لیں بڑھا کے ہاتھ

11۔یہ وہ ہاتھ ہیں جو قاسم کائنات ہیں، نعم اللہ وبرکاتِ ربانیہ کی تقسیم انہیں مقدس ہاتھوں کے سپرد ہے اور یہ مقدس ہاتھ دونوں جہان میں نعمتیں تقسیم فرماتے ہیں، بھکاری آتے ہیں اور جھولیاں بھر کرلے جاتے ہیں۔

دونوں جہاں میں بانٹتے ہیں صدقہ صبح و شام

ایسے بڑھے ہوئے ہیں رسول خدا کے ہاتھ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقدس ہاتھوں سے مانگتے ہیں اور ایسی چیز مانگتے ہیں،جونہ محسوس ومبصر ہے نہ دکھتی ہے،نہ اٹھاکر دی جاسکتی ہے عرض کرتے ہیں:

---

(295)۔۔:پارہ26،الفتح،آیت:10

(296)۔۔: صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب شفقتہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم علی امتہ۔۔الخ،ص965،حدیث:5955

إِنِّي سَمِعتُ مِنكَ حَدِيثًا كَثِيرًا فَأَنسَاهُ، قَالَ:ابسُط رِدَاءَكَ فَبَسَطتُ، فَغَرَفَ بِيَدِهِ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: ضُمَّهُ فَضَمَمتُهُ، فَمَا نَسِيتُ حَدِيثًا بَعدُ

حضور میں آپ سے حدیثیں سن کر بھول جاتا ہوں، فرمایا اپنی چادر بچھا، میں نے بچھائی آپ نے دو مٹھیاں بھر کر نہ معلوم کیا ڈال دیا، پھر فرمایا سمیٹ لے میں نے چادر سمیٹ لی، اس وقت سے میں کبھی کسی بات کو نہ بھولا۔[297]

حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے دونوں شہزادوں کو خدمتِ نبوی میں لے کر حاضر ہوئیں، عرض کی ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے، قاسمِ کائنات نے فرمایا:أما الحسن فله هيبتي وسؤددي، وأما الحسين فله جرأتي وجودي ہم نے حسین کو اپنا کرم اور اپنی شجاعت بخشی اور حسن کو اپنا حلم اور اپنی ہیبت عطا فرمائی۔[298]

ناظرین! احادیثِ بالا پر غور فرمایئے، حضور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حافظہ عطا فرما رہے ہیں، ان کی چادر میں نامعلوم کیا ڈال دیا، جس کی برکت سے ان کی قوتِ حافظہ بڑھ گئی، اور سہو نسیان جاتا رہا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جو دو شجاعت حلم و ہیبت عطا فرما رہے ہیں، سب جانتے ہیں کہ شجاعت و ہیبت اور قوتِ حافظہ ایسی اشیاء ہیں جو اعراض ہیں، نہ محسوس مبصر ہیں اور نہ اجسام ظاہرہ کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیئے جائیں، معلوم ہوا کہ حضور ہر چیز عطا فرماتے ہیں، کوئی مانگنے والا ہونا چاہیے۔

واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بَطحا تیرا
نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

غرضکہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو دافع البلاء و مشکل کشا ہیں، بلاؤں کو روکتے اور ہر مشکل میں دستگیری کرتے ہیں اور ہر مصیبت میں کام آتے ہیں، مختصر یہ کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جو گرتوں کو اٹھاتے ڈوبتوں کو تراتے، بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں یہ وہ مقدس ہاتھ ہیں جو پھوٹیں آنکھیں بینا، بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی فرماتے ہیں۔

(297)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب، ج2، ص514، حدیث:3648

(298)۔۔: کنزالعمال، فضل الحسنین، ج13، ص670، حدیث:37709

ابن سعد زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آپڑی۔فَرَدَّهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَكَانَت أَحسَنَ عَينَيهِ تو حضور نے دستِ مبارک سے ان کی آنکھ ٹھیک کر دی اور حضور کی بنائی ہوئی آنکھ خدا کی بنائی ہوئی آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی۔[299]

فیض ہے یا شَہِ تسنیم نرالہ تیرا
آپ پیاسوں کے تجَسُّس میں ہے دریا تیرا

الغرض دستِ نبوی بے شمار فضائل و کمالات،اوصاف و کرامات کا حامل ہے اور کیوں نہ ہوں وہ دستِ کلیم ہے اور یہ دستِ حبیب ہے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے خوب فرمایا ہے:

ہر خطِ کف ہے یہاں اے دستِ بیضائے کلیم
موجزن دریائے نورِ بے مثالی ہاتھ میں

(29)شرحِ صدر

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی:

﴿رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ (۲۵)﴾

الٰہی!میرا سینہ کشادہ فرمادے[300]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے باوجود اس محبت و کیفیت کے ساتھ ان کا شرح صدر نہ ہوا۔جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ہوا،حضرت موسیٰ دعا کرتے ہیں۔پھر کہیں ان کے سینہ کو کشادہ کیا جاتا ہے اور نہ صرف کشادگی بخشی جاتی ہے بلکہ آپ کے وسعتِ صدر کا اعلان بھی کر دیا جاتا ہے،اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ (۱)﴾

---

(299)۔۔:مصنف ابن ابی شیبہ،فی فضل الانصار،ج6،ص400،حدیث:32364بتغیر راوٍ

(300)۔۔:پارہ16،طٰہٰ،آیت:25

محبوب کیا ہم نے تمہارے سینہ کو کشادہ نہ فرمایا؟۔[301]

شرح صدر کی روایتیں:

حضور علیہ السلام کا شرح صدر چار بار ہوا، ایام طفولیت میں، دس سال کی عمر شریف میں قرب بعثت، اور چوتھے شب معراج۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شقِ صدر کی متعدد روایتیں راویوں کے سہو پر مبنی ہیں، کیونکہ جب ایک بار سینہ اقدس پاک صاف ہو کر منور ہو گیا، پھر کئی بار شقِ صدر کی کیا ضرورت ہے مگر ان لوگوں کا ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ الٰہی حکمت کے ادراک سے فہم انسان قاصر ہے نامعلوم متعدد بار کے شق صدر میں کیا کیا حکمتیں تھیں۔

بہر حال یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت موسیٰ دعا کرتے ہیں تو ایک بار شرح صدر ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بلا طلب استدعا چار بار شرح صدر فرمایا جاتا ہے۔

خیال کیجئے کہ جس ہستی پاک کے سینہ کو اللہ عزوجل چار بار شرح فرما کر اس میں انوار و تجلیات ودیعت فرمادے تو اس سینہ اقدس کے علوم و معارف کا کیا ٹھکانہ ہو گا، افسوس حضرات وہابیہ اس چیز کے مان لینے کے بعد بھی حضور کے علم ناپید اکنار کو ناپتے تولتے ہیں اور آپ کے علم کی حد مقرر کرتے ہیں، حالانکہ سرکار کے اوصاف عیب تناہی سے پاک و منزہ ہیں۔

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

شرح صدر کی احادیث:

بخاری کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں آرام فرماتے، آنکھیں سوتی تھیں اور دل بیدار تھا، ناگاہ جبریل امین چند ملائکہ کے ہمراہ آئے اور حضور کو چاہِ زم زم کے پاس لے گئے اور سینۂ اقدس کو چاک کیا، پھر آبِ زم زم سے غسل دیا،

---

(301)۔۔:پارہ30،الشرح، آیت:1

اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان و حکمت سے بھرا ہوا لایا گیا اور اس طشت کے سرمایہ کو سینہ اقدس میں بھر کر شگاف برابر کر دیا گیا۔[302]

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے مکان میں تھا پھر مجھے چاہِ زمزم کے پاس لے جایا گیا۔فشرح صَدرِي ثمَّ غسل بِمَاء زَمزَم ثمَّ أتيت بطست من ذهب ممتلئا إِيمَانًا وَحِكمَة فحشي بهَا صَدرِي

پھر میرے قلب کو سنہری طشت میں آبِ زمزم سے غسل دے کر ایمان و حکمت سے لبریز کر کے میرے سینہ فیض گنجینہ میں رکھ دیا گیا۔[303]

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ منور حقائق رحمانیہ و معارف ربانیہ کا گنجینہ ہے، ہدایت و موعظت کا خزانہ ہے، نبوت و حکمت سے لبریز ہے، علم لدنی و نور ربی سے معمور ہے، اسرار الٰہی و تجلیات ایزدی کا مسکن ہے، سارے جہان کے علوم اسی سینہ میں بند ہیں، حتی کہ یہ اتنا وسیع ہے کہ عالم غیب و شہادۃ اس مقدس سینہ کی وسعت میں سما گئے۔ تمام انبیاء کرام اسی سینہ فیض گنجینہ سے فیض لیتے رہے اور سارے اولیاء اسی سینہ بے کینہ سے علوم و معارف کے خزینے حاصل کرتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے مرا دِل بھی چمکا دے چمکانے والے

اور چونکہ اللہ عزوجل نے سینہ نبی کو کشادہ فرما کر اس میں جہان کے علوم بھر دیئے ہیں، اس لیے حضور کا فہم ادراک علم و حکمت فہمِ بشری سے بالاتر ہے اور تعلیم و تعلم سے پاک و منزہ ہے یعنی نہ آپ کو کسی کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا پڑا ہے اور نہ کسی کے شاگرد ہوئے ہیں۔

---

(302)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ تعالی: وکلم اللہ موسی تکلیماً، ج4، ص580، حدیث:7517 ماخوذاً

(303)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔الخ، ص89، حدیث:416،417

خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات والخصائص فی خلقہ الشریف۔۔الخ، باب ماجاء فی قلبہ الشریف، ج1، ص111

لکھے نہ پڑھے جناب والا   شاگردِ رشید حق تعالی

النبی الامی:

اس لیے قران حکیم نے حضور علیہ السلام کو نبی امی ورسول امی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الاُمِّيَّ﴾

مسلمان وہ ہیں جو رسول امی کا اتباع کرتے ہیں۔ (304)

کتاب مجید کا حضور علیہ السلام کو لقب اُمیّت سے یاد کرنا، اس امر پر سختی سے روشنی ڈالتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جن کی تکمیل حظیرہ قدس میں ہوئی ہے، ان کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف خدا سے ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فُصحاء بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ اقرار کرتی ہیں، کہ ہمارا علم اور حضور کا عرفان قطرہ اور قُلزم (305) کی بھی مثال نہیں رکھتا۔ اور فصیحائے عدنان و بلغائے قحطان کا تو یہ حال ہے کہ

ترے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

غور کیجئے کہ وہ شخص کریم جس نے دنیا میں کسی سے تعلیم نہ حاصل کی جو ایک جاہل اور اَن پڑھ قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لیے تعلیم و تعلم کے تمام اسباب مفقود تھے، وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں، دماغ کو روشن، قلب کو متجلیٰ، روح کو منور کر دینے والی تعلیم دے رہے ہیں، تہذیب، اخلاق، تدبیر، منزل اقتصادیات، عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں سچ ہے۔

اُمی   و   دقیقہ   دان   عالم
بے   سایہ   سائبان   عالم

---

(304)۔۔:پارہ9، الاعراف، آیت:157

(305):سمندر

خطیرہ قدس کے متعلم:

چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: إِنَّ اللہ أَدَّبَنِي فَأَحسَنَ تَأدِيبِ قال الزرقاني: اى علمني مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔ (306)

ابن عساکر تخریج کرتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ میں نے عرب کا طواف کیا، کلامِ فصحا کو سنا، مگر آپ سے زیادہ فصیح کسی کو نہ پایا، تو آپ کو کس نے تعلیم دی؟ حضور نے فرمایا:أدبني رَبِّي مجھے میرے رب نے تعلیم دی ہے۔ (307)

نیز ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دربارِ رسالت میں عرض کی:اراک تکلم ابوفزو بکلام لا افهم اکثرة فقال ادبنی ربی فاحسن تادیبي یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ وفود سے ایسی زبان میں باتیں کرتے ہیں جس کا اکثر حصہ ہم نہیں سمجھتے، حضور نے فرمایا مجھے میرے رب نے بہترین تعلیم دی ہے۔ (308)

ناظرین! آیات واحادیث سے روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السلام خطیرہ قدس کے متعلم ہیں انہیں ان کے رب نے تعلیم دی ہے اور بہترین تعلیم سے آپ کو نوازا ہے، ذرا استاد وشاگرد کی ذاتوں کو ملاحظہ کیجئے، پڑھنے والے رحمت اللعالمین ہیں اور پڑھانے والے رب العلمین ہیں، رحمن نے اپنے عبد خاص کو کیا پڑھایا، کتنا پڑھایا، کتنے علوم سینہ مصطفی علیہ السلام میں ودیعت

---

(306)۔۔:شرح زرقانی علی المواہب، الفصل الاول:فی کمال خلقتہ۔۔الخ،ج5،ص297

(307)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات والخصائص فی خلقہ الشریف۔۔الخ،باب الآیۃ فی لسانہ الشریف،ج1، ص108

(308)۔۔:ونراك تكلّم وفود العرب بما لا نفهم أكثره۔۔۔نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز، الفصل الثانی:فی ذکر بعد اخلاقہ۔۔الخ،ج1،ص419،420

مواہب لدنیہ، المقصد الثالث، الفصل الاول فی کمال خلقیہ وجمال صورتہ ﷺ۔۔ج2،ص19

فرمائے یہ کون بتاسکتاہے اور کون آپ کے علم ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتاہے۔

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ اُستاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقرَاْ رَبُّکَ الاَکرَم نہیں

نیز ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام ہر ملک کی زبان جانتے ہیں، یہ ہی وجہ ہے کہ جب مختلف بلا دواحصار سے وفود حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو حضور ہر ملک کے قاصد سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں۔

(30)حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں

امام طبرانی معجم صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی۔ كَانَ يُبصِرُ النَّملَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيلَةِ الظَّلمَاءِ مَسِيرَةَ عَشرَةِ فَرَاسِخَ حضرت موسیٰ اندھیری رات میں صاف پتھر پر دس فرسخ کے فاصلے سے چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔[309]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد تجلی طور حضرت موسیٰ کی آنکھیں ایسی روشن و منور ہو گئیں کہ اندھیری رات میں دس فرسخ [310] کے فاصلے سے چیونٹی جیسی باریک چیز آپ کو نظر آنے لگی اور رات کی ظلمت زمین کی مسافت آپ کی آنکھوں کے لیے حجاب نہ بنی۔

علماء فرماتے ہیں کوہِ طور کی تجلی سوئی کے ناکے کے کروڑویں حصہ کی تجلی تھی، جب اس آسان سی تجلی کے باعث موسیٰ کلیم کی آنکھوں کی یہ کیفیت ہے تو ان کا کیا کہنا جن کی مقدس آنکھوں نے اللہ عزوجل کو دیکھا اور بچشم سر دیکھا۔ اور اس شان سے دیکھا کہ خود رب العزت فرماتا ہے:

---

(309)۔۔: معجم صغیر للطبرانی، من اسمہ احمد، ج1، ص65، حدیث:77
الشفا بتعریف حقوق المصطفی، فصل: واما وفور عقلہ۔۔ الخ، ج1، ص69

(310): ایک فرسخ 3 میل کے برابر ہوتا ہے، ایک میل، کلو میٹر سے زیادہ ہوتا ہے، اوسطاً 10 فرسخ تقریباً 50 کلو میٹر

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی(۱۷)﴾

مجھے دیکھنے میں پلک بھی تو نہ جھپکی۔[311]

محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے عین ذات کو دیکھا، چشم نبی نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى(۱۱)﴾

میرے محبوب نے جو کچھ دیکھا دل نے اسے نہ جھٹلایا۔[312]

اللہ اکبر! وہ موسیٰ تھے جو آسان سی تجلی کی تاب نہ لاسکے، بے ہوش ہو کر زمین پر آرہے، یہ محبوبِ خدا ہیں جو ذات کو دیکھ رہے ہیں، قلبِ اقدس مطمئن اور چہرہ مبارک متبسم ہے، یعنی بحالتِ تبسم خالق اکبر کو دیکھ رہے ہیں۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتَو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسّمے (313)

حضور نے خدا کو دیکھا:

امام احمد بسند صحیح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور نے فرمایا: رَأَيت رَبِّي میں نے اپنے رب کو دیکھا۔[314]

امام بخاری حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو۔وَدَنَا لِلجَبَّارِ رَبِّ العِزَّةِ، فَتَدَلَّى حَتَّى كَانَ مِنهُ قَابَ قَوسَينِ أَو أَدنَى عزت

---

(311)۔۔: پارہ27، النجم، آیت: 17

(312)۔۔: پارہ27، النجم، آیت: 11

(313)۔۔: یعنی حضرت موسی علیہ السلام تو تجلیٔ صفات کے بالواسطہ نظارے سے ہی بے ہوش ہو کر گئے، لیکن اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے عین ذات کا دیدار کیا اور تبسم کی کیفیت میں کیا۔

(314)۔۔: مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب، ج1، ص611، حدیث: 2580

والا جبار خدا اتنا قریب ہوا کہ آپ کے اور خدا کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔[315] خود رب العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴾

پھر حضور قریب ہوئے اور اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔[316]

غرض کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ سرور کائنات اشرف موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا اور حضرتِ موسیٰ نے صرف تجلی دیکھی، خدا کو نہ دیکھ سکے تو (شفا شریف میں ہے) جب حضرتِ موسیٰ ایک تجلی کے مشاہدہ سے ایسے بصیر ہو گئے کہ آپ اندھیری رات میں دس فرسخ کے فاصلہ سے چیونٹی دیکھ لیتے ہیں۔[317]

تو حضور علیہ السلام نے عین ذات کو دیکھا ہے لہٰذا حضور کی بصارت و رؤیت کس درجہ کی ہو گی اور آپ کتنی مسافت سے اشیاء کا ادراک فرماتے ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کے لیے ایک تجلی کے باعث اندھیرا اور مسافت حجاب نہ بنا اور اشرفِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے لیے رب تعالیٰ کے مشاہدہ کے بعد کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہ رہا اور حضور علیہ السلام کی چشمان حق جبیں نے سارے عالم کا احاطہ کر لیا۔

بھلا عالم سی شے مخفی رہے اس چشمِ حق بیں سے
کہ جس نے خالقِ عالم کو بے شک بالیقین دیکھا

حضور کی آنکھوں کے لیے اندھیرا حجاب نہیں ہے:

حضرت موسیٰ کی آنکھوں کے لیے اندھیرا حجاب نہ بنا اور آپ نے اندھیرے میں چیونٹی کو دیکھ لیا، تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اندھیرا کیسے حجاب بن سکتا تھا۔ انہوں نے

---

(315)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ تعالی وکلم اللہ موسی تکلیماً، ج4، ص581، حدیث:7517

(316)۔۔: پارہ27، النجم، آیت:8، 9

(317)۔۔: الشفا بتعریف حقوق المصطفی، الباب الثانی: فی تکمیل اللہ تعالی لہ المحاسن۔۔ الخ، فصل اما وفور عقلہ۔۔ الخ، ج1، ص69

تجلی دیکھی تھی اور حضور نے ذاتِ حق کا مشاہدہ فرمایا ہے۔

امام بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی وہ فرماتی ہیں کہ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي الظَّلمَاءِ كَمَا يَرَى فِي الضَّوءِ حضور علیہ السلام اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھتے تھے۔(318)

امام بیہقی و ابو نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَرَى بِاللَّيلِ فِي الظُّلمَةِ كَمَا يَرَى بِالنَّهَارِ کہ حضور علیہ السلام رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں۔(319)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجلیاتِ ربانیہ حضور کی مقدس آنکھوں میں سرایت کر گئی تھی، اب یہ آنکھیں دیکھتی تھیں تو نورِ خدا سے دیکھتی تھیں، یہ ہی وجہ ہے کہ جہانگیر تاریکی حجاب نہیں بنتی اور حضور آگے پیچھے دور اور نزدیک یکساں دیکھتے تھے۔

حضور آگے پیچھے یکساں دیکھتے ہیں:

امام مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات اشرف موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کیا کرو، کیونکہ۔ فَإِنِّي أَرَاكُم أَمَامِي وَمِن خَلفِي میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔(320)

ضمائرِ قلوب:

بلکہ حضور علیہ السلام کی آنکھیں ایسی اشیاء کا ادراک فرماتیں جنہیں کلیم و خلیل کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں اور یہ آنکھیں ان چیزوں کو دیکھتی ہیں جہاں موسیٰ کلیم کی نظریں نہیں پہنچتیں، حضور کی مقدس نظریں ضمائرِ قلوب اور دل کے وساوس کا بھی ادراک فرماتی ہیں۔

(318)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی رؤیۃ النبی صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم، ج6، ص 75

(319)۔۔: حوالہ سابق

(320)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب النہی عن سبق الامام۔۔الخ، ص180، 181، حدیث: 961

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے اُمّی ترِی دانائی کی

امام بخاری تاریخ میں اور بیہقی اور ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے ہمراہ مسجد میں گیا وہاں کچھ لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے، حضور نے فرمایا جو کچھ میں ان کے ہاتھوں میں دیکھتا ہوں تو بھی دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ قَالَ: بِأَيدِيهِم نُورٌ، قُلتُ: ادعُ اللهَ أَن يُرِيَنِيهِ، فَدَعَا، فَأَرَانِيهِ فرمایا ان ہاتھوں میں نور ہے، میں نے عرض کی سرکار دعا کیجئے مجھے بھی نظر آجائے، آپ نے دعا فرمائی وہ نور مجھے بھی نظر آگیا۔(321)

اللہ کی رحمت اور سکینہ ایسی چیزیں ہیں کہ آنکھ، ان کے ادراک سے قاصر ہے، یہ سکینہ و رحمت نور ہوتا ہے جس کو چشم نبوی ہی دیکھ سکتی ہے یا آپ کی دعا سے یہ انوار و برکات ایزدی اوروں کو بھی دکھائی دے جاتے ہیں۔

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہی ہے۔ فَوَاللّٰهِ مَا يَخفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُم وَلاَ رُكُوعُكُم خدا کی قسم مجھ پر تمہارے رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں ہیں۔(322)

ناظرین! خشوع ایک اس کیفیت قلبی کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتا ہے، مگر نگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام کے قربان کہ مُصلی (نمازی) کے خشوع کا ادراک کر رہی ہیں۔

ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خشوع رکوع سجود اور ضمائر قلوب و کیفیات نفسانیہ حضور پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

سرِ عرش پر ہے ترِی گزر دلِ فرش پر ہے ترِی نظر

---

(321)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب دعاؤہ لانس بن مالک۔۔ الخ،، ج6، ص197

(322)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب عظۃ الامام الناس فی اتمام الصلاۃ۔۔۔ ج1، ص161، حدیث:418

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

(31) حضور کی سرعتِ نظر

اوپر گزرا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرعت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ دس فرسخ سے چیونٹی دیکھ لیتے تھے، مگر حضور کی سرعت نظر کا کیا کہنا ہے، ان نظروں کے لیے دس فرسخ کی مسافت کیا چیز ہے، یہ نظریں تو روئے زمین کا دورہ کرتیں اور آنِ واحد میں مدینہ سے ملکِ شام میں پہنچتی ہیں۔

روئے زمین پر حضور کی نظر ہے:

امام ابو نعیم حضرت یعلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت یعلیٰ جنگِ موتہ کے واقعات حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو سنانے آئے تو حضور نے فرمایا:

إِن شِئتَ فَأَخبِرنِي، وَإِن شِئتَ أَخبَرتُكَ، قَالَ: أَخبِرنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَخبَرَهُم رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ خَبَرَهُم كُلَّهُ وَوَصَفَهُ لَهُم یعلیٰ! اگر تم کہو تو جنگِ موتہ کے تفصیلی حالات تم سے پہلے میں ہی سنا دوں اور اگر تم چاہو تو تم ہی سناؤ، یعلیٰ نے عرض کی سرکار آپ ہی بیان کر دیں، حضور علیہ السلام نے جنگ موتہ کے تمام واقعات بیان فرما دیئے۔[323]

یہ سن کر حضرت یعلیٰ نے کہا مجھے قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے، آپ کے بیان اور واقعات جنگ میں سرِ مو[324] فرق نہیں ہے، یعنی جیسا آپ نے بیان فرمایا ہے ویسے ہی ہوا ہے۔

ناظرین! اس حدیث سے حضور کی سرعت نظر کا حال معلوم ہوا کہ آپ نے مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے غزوہ موتہ کے تفصیلی حالات بیان فرما دیئے، معلوم ہوا کہ قرب و بعد

(323)۔۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی غزوۃ موتۃ۔۔۔الخ، ج4، ص365
(324):ذرہ بھر، رتی بھر

کے قوانین سے اللہ تعالیٰ نے چشم نبوی کو مستثنیٰ فرمالیا ہے یہ قوانین دوسروں کی آنکھوں کے لیے ہیں، یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں جبھی تو کوئی چیز حجاب نہیں بنتی، نور اندھیرے کو اجالا بنادیتا ہے، اور حجابات کو چیرتا پھاڑتا نکل جاتا ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے برج آمنہ سے طلوع فرمایا:

وضعته تحت برمة فانفلقت تو آپ کو ایک طشت کے نیچے چھپادیا، طشت کے دو ٹکڑے ہوگئے۔[325]

سب چمک والے اُجلوں میں چمکا کیے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

حضور نے مدینہ میں شام اور حبشہ کے حالات بیان فرمائے:

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي اليَومِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جس دن حبشہ میں نجاشی کا انتقال ہوا تو حضور نے مدینہ میں ہمیں اس کے انتقال کی خبر سنائی۔[326]

حضرت نجاشی کا انتقال حبشہ میں ہوا مگر حضور نے مدینہ میں ان کے انتقال کی خبر سنائی معلوم ہوا کہ چشمانِ مصطفیٰ آن واحد میں مدینہ سے حبشہ تک پہنچتی ہیں اور دریا پہاڑ سمندر مسافت وبعد ان نظروں کے لیے حجاب نہیں بنتے۔

اور اس سے بھی عجیب واقعہ وہ ہے جسے امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے زید، جعفر، ابن رواحہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہونے کی اطلاع دی، آپ مدینہ میں تشریف رکھتے ہوئے فرمارہے تھے۔

أَخَذَ الرَّايَةَ زَيدٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ جعفَرٌ فَأُصِيبَ، ثُمَّ أَخَذَ ابنُ رَوَاحَةَ

---

(325)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل التاسع: فی ذکر حمل امہ۔۔الخ، ص78
شرف المصطفیٰ، فصل: فی قصۃ زواج عبد اللہ بن۔۔الخ، ج1، ص357

(326)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنازۃ اربعا، ج1 ص449، حدیث:1333

فَأُصِيبَ وَعَينَاهُ تَذرِفَانِ: حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيفٌ مِن سُيُوفِ اللهِ، حَتَّى فَتَحَ اللهُ عَلَيهِم

اب فوج کا نشان زید نے اٹھایا، اور وہ شہید ہو گئے اور اب جعفر نے جھنڈا اٹھایا اور وہ بھی شہید ہو گئے اب رواحہ نے پرچم اسلام اپنے ہاتھوں میں لیا اور وہ بھی شہید ہوئے، حضور یہ فرماتے جارہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر فرمایا کہ اب فوج کا جھنڈا سیف من سیوف اللہ خالد ابن ولید نے اٹھایا اور مسلمانوں کو فتح ہو گئی۔(327)

ناظرین! یہ واقعہ بھی غزوہ موتہ کا ہے جو ملک شام میں واقع ہوا ہے، حضور کی سرعت نظر دیکھئے کہ مدینہ سے ملکِ شام تک پہنچ رہی ہیں اور وہاں لشکر صحابہ کے جرنیلوں کو جھنڈا اٹھاتے اور شہید ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ اور مدینہ میں شام کے حالات حضور صحابہ کو سنارہے ہیں، معلوم ہو اکہ حضرت موسیٰ دس فرسخ کی مسافت سے اشیاء کا دراک کرتے ہیں اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشن آنکھیں روئے زمین کا دورہ کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ہے۔

سارے اُونچوں میں اُونچا سمجھیے جسے
ہے اُس اُونچے سے اُونچا ہَمارا نبی

(32)عالم علوی

رؤیت کلیم کی حدیث پر پھر غور کیجئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بعد تجلی طور دس فرسخ کے فاصلہ سے اندھیری رات میں چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے، ایک فرسخ ڈیڑھ میل کا ہوتا ہے، دس فرسخ کے پندرہ میل بنے، گویا حضرت موسیٰ نے پندرہ میل دور کی چیزوں کا ادراک فرمایا اور وہ بھی زمین پر اور عالم سفلی میں، مگر حضور علیہ السلام کی نظروں کے سامنے پندرہ میل کی مسافت کیا ہے، یہ نظریں تو ہزاروں میل دور کی چیزوں کو دیکھ لیتی ہیں، اور عالم علوی و عالم سفلی کے ہر ذرہ کا ادراک فرماتیں، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظریں

(327)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ من ارض الشام، ج3، ص96، حدیث:4262

زمین پر اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں لامکان تک پہنچتی ہیں۔

سرمگیں آنکھیں حریم حق کی وہ مشکیں غزال
ہے قضائے لا مکان تک جن کا ر ہنا نور کا

حضور نے زمین سے جنت کو دیکھا:

ابن سعد ابو عامر سے روایت کرتے ہیں کہ جب مدینہ میں حضرت جعفر کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو حضور علیہ السلام تھوڑی دیر غمگین رہے اور پھر مسکرانے لگے، صحابہ کرام نے سبب مسکراہٹ دریافت کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:احزنني قتل اصحابي حَتَّى رَأَيتهم فِي الجنَّة اخواناً على سرر مُتَقَابلين مجھے میرے اصحاب کی شہادت کا رنج ہوا لیکن ابھی میں نے دیکھا کہ جعفر اپنے بھائیوں کے ساتھ بہشت میں ایک دوسرے کے مقابل تخت پر بیٹھے ہیں، یہ دیکھ کر میں مسکرا دیا۔(328)

امام بخاری حضرت اسماء سے راوی وہ فرماتی ہیں کہ سورج گہن ہوا اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز گہن ادا فرمائی پھر خدا کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:مَا مِن شَيءٍ لَم أَكُن أُرِيتُهُ إِلَّا قَد رَأَيتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا، حَتَّى الجَنَّةَ وَالنَّارَ جو چیز میں نے نہیں دیکھی تھی اب میں نے اپنے اسی مقام سے دیکھ لیں، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔(329)

ناظرین ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ چشمان نبوی عالم علوی کا مشاہدہ کرتی ہیں اور یہ نظریں آنِ واحد میں جنت و دوزخ تک پہنچتی ہیں،العَظمةُ لِلّٰه، حضرت موسیٰ پندرہ میل کے فاصلے سے اشیاء کو دیکھتے ہیں اور حضور علیہ السلام جنت دوزخ جو لاکھوں برس کے فاصلہ کی مسافت ہے ان کو دیکھ رہے ہیں۔

ثابت ہوا وہ موسیٰ کلیم اللہ ہیں، یہ محمد حبیب اللہ ہیں جس طرح مرتبہ حبیب مرتبہ کلیم

(328)۔۔۔:خصائص کبریٰ،قصۃ اسلام خالد بن الولید۔۔الخ،باب ما وقع فی غزوۃ مؤتۃ من الآیات والمعجزات،ج1، ص432

(329)۔۔۔: صحیح بخاری،کتاب الجمعۃ،باب من قال فی الخطبۃ۔۔الخ،ج1، ص317،حدیث:922ملتقطاً

سے افضل واعلیٰ ہے، اسی طرح رؤیت حبیب، رؤیت کلیم سے اکمل ہے۔

خلق سے اَولیاء اَولیاء سے رُسُل

اور رَسولوں سے اَعلیٰ ہمارا نبی

حضور جنت دکھانے پر قادر ہیں:

اور یہ ہی نہیں کہ جنت و دوزخ اور ساری کائنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بھی طاقت ہے کہ جس کو چاہیں زمین پر ہی جنت دکھادیں اور جنت کے رہنے والوں کی آوازیں سنوادیں۔

ابن ماجہ حضرت فاطمہ بنت حسین سے راوی کہ جب حضور کے فرزند حضرت قاسم کا انتقال ہوا تو حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ میری آرزو یہ تھی کہ رب تعالیٰ قاسم کو اتنے دن اور زندہ رکھتا تاکہ ان کے ایامِ رضاعت پورے ہو جاتے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت قاسم کے ایامِ رضاعت جنت میں پورے ہوں گے لیکن حضرت خدیجہ نے پھر وہی کلمات دہرائے جس پر حضور نے فرمایا:

إن شِئتِ دَعوتُ اللهَ تَعالَى فَأَسمَعَكِ صَوتَهُ قَالَت: يَا رَسُولَ اللهِ بَل أُصَدِّقُ اللهَ وَرَسُولَهُ خدیجہ اگر تم کہو تو میں دعا مانگوں اور حضرت قاسم کی آواز تم جنت سے زمین پر سن لو عرض کی نہیں، اللہ و رسول نے سچ فرمایا۔[330]

اس حدیث مبارکہ سے روشن ہو گیا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احوال برزخ واحوال جنت و دوزخ پوشیدہ نہیں ہیں اور کائنات کا ہر ذرہ حضور پر منکشف ہے، اسی طرح آپ میں یہ بھی طاقت ہے کہ جس کو چاہیں زمین پر ہی جنت دکھادیں اور جنت کے رہنے والوں کی آوازیں سنوادیں، نیز احادیث مذکورہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سارے جہان کی خبر ہے، لیکن بے خبر آپ کو بے خبر جانتے ہیں۔

---

(330)۔۔: سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاۃ علی ابن رسول صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم۔۔الخ، ج2، ص225، حدیث:1512

ابلا ریب ہر غیب کے ہیں وہ عالم
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

آسمانوں پر حضور کی نظر:

امام ترمذی حضرت ابو ذر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

إِنِّي أَرَى مَا لاَ تَرَونَ وَأَسمَعُ مَا لاَ تَسمَعُونَ أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَن تَئِطَّ مَا فِيهَا مَوضِعُ أَربَعِ أَصَابِعَ إِلاَّ وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچراتا ہے اور اس کو لائق ہے وہ چرچرائے، کیونکہ آسمان پر چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں فرشتے سجدہ میں نہ پڑے ہوئے ہوں۔(331)

ناظرین! اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ میرے آقا کی منور آنکھیں ان عجائب و غرائب عالم کا مشاہدہ کرتی ہیں جو سب کی حدِ نظر سے باہر ہے چشم نبی طبقاب سموات سے پار ہو جاتی ہے۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دُھوم وَالنَّجم میں ہے آپ کی بینائی کی

غور تو کیجئے کہ زمین و آسمان میں کتنا فاصلہ ہے، زمین سے صرف آسمان اول تک پانچ سو برس کی مسافتِ عظیم ہے اور چشمانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء آن واحد میں پانچ سو برس کی مسافت طے کرتی ہیں اور وہاں کے حالات دیکھ لیتی ہیں جبھی تو حضور فرماتے ہیں کہ آسمان پر چار انگل ایسی جگہ نہیں ہے جو سجود ملائکہ سے خالی ہو۔

ثابت ہوا کہ رؤیت کلیم سے رؤیت حبیب مہا سنکھوں(332) درجہ افضل و اعلی ہے۔ اور جس طرح چشم نبوی بے نظیر ہے، اسی طرح حضور علیہ السلام بے مثل و بے نظیر ہیں، کیونکہ!

تِرا قد تو نادرِ دہر ہے کوئی مِثل ہو تو مِثال دے

---

(331)۔۔: سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب فی قول النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لو تعلمون۔۔۔، ج4، ص140، حدیث: 2319

نہیں گُل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

(33) تعمیر کعبہ

ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی گویا آپ کو تعمیر بیت اللہ کا شرف حاصل ہوا، لیکن سید المرسلین علیہ السلام نے روحِ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور تعمیر بیت اللہ کا شرف حضور کی امت کو بھی حاصل ہوا، چنانچہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو قریش مکہ نے اس کی تعمیر شروع کی، کعبہ معظمہ کی تعمیر تو مکمل ہو گئی تھی، صرف حجر اسود کا نصب کرنا باقی رہ گیا تھا، اب قریش میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون حجر اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب کرے۔ یہ جھگڑا بڑھا اور ہر قریشی حجر اسود کے اٹھانے پر اپنی جان تک کی پرواہ نہ کرنے لگا، آخر اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو، وہی ہمارا حاکم ہو گا جو فیصلہ وہ کرے گا، وہ ہمیں منظور ہو گا۔ چنانچہ اس صبح سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور قریش نے بخوشی آپ کا حکم مان لیا اور حضور علیہ السلام نے فیصلہ یوں فرمایا کہ ایک چادر منگوائی اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو چادر میں رکھ دیا پھر تمام قریش سے فرمایا کہ اب تم سب مل کر اس چادر کو اٹھاؤ، سب نے چادر کو اٹھایا اور سب کو حجر اسود کے اٹھانے کا شرف حاصل ہو گیا، جب قریش چادر کو اٹھا کر دیوارِ کعبہ کے قریب لے گئے تو حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب فرما دیا۔[333]

اس روایت سے روشن ہو گیا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ کی تعمیر فرمائی اور حضور نے روحِ کعبہ یعنی حجر اسود کو تعمیر کیا۔

---

(333)۔۔۔: مواہب لدنیہ، الفصل الثانی: فیما خصہ اللہ تعالی بہ من المعجزات ۔۔۔ الخ، ج2، ص247

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: ولا خفاء أن البيت جسد وروحه الحجر الأسود اس میں کوئی خفا نہیں کہ کعبہ جسم ہے اور حجر اسود کعبہ کی روح ہے۔(334)

اس لیے دیلمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: الحجر يَمِين الله فِي الأَرض فَمن مسح يَده على الحجر فقد بَايع الله کہ حجر اسود یمین اللہ ہے، اس کو ہاتھ لگانا اللہ سے بیعت کرنا ہے۔(335)

سبحان اللہ جو شرف حضور کو عطا ہوا وہ حضرت خلیل کو نہ ملا، خلیل اللہ نے جسم کعبہ کو بنایا اور حبیب اللہ نے روح کعبہ کی تعمیر فرمائی۔

کعبہ معظمہ:

حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ کو قبلہ بنادیا، اور اس کو وہ عزت دی کہ آج ساری دنیا کے غوث و قطب اور تمام مسلمان اسی طرف اپنی گردنیں جھکاتے ہیں۔

کعبہ کو یہ اعزاز و احترام حضور علیہ السلام کا عطیہ ہے کیونکہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ قلبِ نبوی میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کعبہ قبلہ ہو جائے، بیت المقدس کی طرف منہ کرکے(336) نماز ہو رہی ہے اور حضور محبوب خدا اسی تمنا کو دل میں لیے وحی کے انتظار میں آسمان کی جانب بار بار محبوبانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے، اسی وقت آیت اتری اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا ۖ﴾

محبوب! تمہارا بار بار آسمان کی جانب چہرہ مبارک پھیرنا ہم نے دیکھ لیا، ہم تمہاری رضا کے

(334)۔۔: مواہب لدنیہ، الفصل الثانی: فیما خصہ اللہ تعالیٰ بہ من المعجزات۔۔۔الخ، ج2، ص247

(335)۔۔: مسند الفردوس، باب الحا، ج2، ص159، حدیث: 2808

(336): کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے، یہاں "بیت المقدس میں" لکھا ہوا تھا، ہم نے درستی کردی ہے۔

لیے ضرور کعبہ کو قبلہ بنادیں گے۔[337]

اللہ عزوجل نے اپنے پیارے محبوب سے تحویل قبلہ کا وعدہ فرمایا مگر قلبِ محبوب میں عجلت ہے، یعنی سرکار کی تمنا یہ ہے کہ کعبہ کو ابھی قبلہ بنادیا جائے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ﴾

محبوب اگر جلدی چاہتے ہو تو پھر اپنا چہرۂ زیبا مسجد حرام و کعبہ کی طرف پھیر لو۔[338]

سبحان اللہ !ساری کائنات قانونِ الٰہی کی پابند اور قانون مرضی محبوب کا پابند، مصطفیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ کعبہ قبلہ ہو جائے، خدا نے آپ کی مرضی کو پورا فرمادیا، اللہ اکبر قلبِ نبوی میں ابھی صرف تمنا پیدا ہوئی تھی، زبانِ اقدس پر یہ تمنا الفاظ بن کر نہ ظاہر ہوئے تھے، مگر رضاجوئے محبوب دیکھئے کہ خدا حضور کی ہر تمنا پوری فرماتا ہے، معلوم ہوا کہ۔

اَحمد کی رضا خالق عالم کی رضا ہے
مرضیِ خدا مرضیِ شاہِ دوسرا ہے

ثابت ہوا کہ کعبہ کو قبلہ بنانے والے حضور علیہ السلام ہی ہیں، آپ کی وجہ سے کعبہ کو یہ عزت ملی یعنی خلیل نے کعبہ تعمیر کیا اور حبیب نے کعبہ کو قبلہ بنادیا۔

ان کی چتون[339] کیا پھری سارا زمانہ پھر گیا

کعبہ کے کعبہ:

معلوم ہوا کہ حضور کعبہ سے افضل ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجود اللہ ساجد سے افضل ہو، حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرتِ یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے افضل تھے، اسی طرح حضور علیہ السلام نے کعبہ کو سجدہ کیا، مگر حضور کعبہ سے افضل ہیں۔ بلکہ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں، یعنی اپنا قبلہ اور ہے

---

(337)۔۔۔:پارہ2، البقرۃ، آیت:144

(338)۔۔۔:پارہ2، البقرۃ، آیت:144

(339)۔۔۔: نظر، نگاہ

قبلہ کا قبلہ اور ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کعبہ بھی ہے اِنھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن اِنہی کے عکس سے پُتلی حجر کی ہے

یہ ہی وجہ ہے کہ سعید ابن معلیٰ نماز پڑھ رہے ہیں، نبی علیہ السلام انہیں آواز دیتے ہیں، یہ صحابی نماز میں تھے، نماز پوری کر کے دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام سبب تعویق (تاخیر) دریافت فرماتے ہیں، سعید عرض کرتے ہیں سرکار نماز پڑھ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی کہ۔

﴿اِستَجِیبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاکُم﴾

خدا اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں اسی وقت حاضر ہو جاؤ۔[340]

اس آیت کے ماتحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کو نماز میں حضور علیہ السلام آواز دیں تو نماز چھوڑ کر دربارِ رسالت میں حاضر ہونا واجب ہے۔[341] اور پھر لطف یہ ہے کہ نمازی نماز چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو اور حضور سے باتیں کرے، کعبہ سے سینہ بھی پھیر لے، مگر نماز نہ ٹوٹے اور بدستور نماز میں رہے، حالانکہ مسئلہ یہ ہے اگر نمازی نماز میں گفتگو کرے یا کعبہ سے پھر جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی، لیکن یہ حضور کی خصوصیت ہے کہ آپ سے کلام کرنے میں نماز نہیں ٹوٹتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں خدا سے باتیں ہوتی ہیں اور حضور سے باتیں کرنا خدا سے باتیں کرنا ہے یا یہ کہ کعبہ سے پھرا، مگر کدھر پھرا۔ جو کہ کعبہ کے بھی قبلہ ہیں جن کو نماز میں السلام علیک ایہا النبی کہنا واجب ہے، اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

---

(340)۔۔: پارہ 9، الانفال، آیت: 24
صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب "یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا۔۔الخ، ج 3 ص 229، حدیث: 4647
(341)۔۔: شرح زرقانی علی المواہب، النوع الثامن فیما تضمن الادب۔۔الخ، ج 8، ص 527

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کعبہ سے افضل ہیں، بلکہ حضور کا روضہ انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین   معمور اِسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

روضہ انور کعبہ سے افضل ہے:

شک نہیں کہ کعبہ ہمارا قبلہ ہے اس کی عظمت و رفعت ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ مگر یہ بھی ہمارے ایمان کی جان ہے، کہ جس خاکِ پاک پر نبی الانبیاء جلوہ فرمائیں، جس خاک سے ترکیب جسمِ نبوی ہوا ہے وہ خطہ خاک تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ، بہتر و بالا ہے۔

اے مدّعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھو
اس خاک میں مدفوں شہِ بطحاہے ہمارا

امام قاضی عیاض و علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَلَا خِلَافَ أَنَّ مَوضِعَ قَبرِهِ أَفضَلُ بقَاعِ الأَرضِ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ موضع قبر نبی علیہ السلام تمام طبقات ارض و سماء سے افضل ہے۔[342]

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کل هو افضل من السموات والعرش والكعبة بلکہ تربتِ حضور آسمانوں، عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔[343]

کعبہ دُلہن ہے تربت اَطہر نئی دُلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی اَنیلی بنی مگر

(342)۔۔۔:الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل: فیما یلزم من دخل مسجد النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج2، ص91

(343)۔۔۔:حوالہ سابق

سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الثامن فی تفضیلها علی البلاد، ج3، ص315۔ خصائص کبریٰ، باب اختصاصہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بتفضیل بلدیہ۔۔الخ، ج2ص351۔ جواہر البیان فی اسرار الاحکام، ص226

جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور [344] کی ہے

ان اشعار میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کعبہ اگرچہ افضل ہے، مگر وہ بقعۂ نور جس میں حبیب خدا جلوہ گر ہیں، وہ پی کے پاس ہے اس لیے اس کی زیادتِ فضیلت کا کون انکار کر سکتا ہے، اس لیے فرماتے ہیں۔

کعبہ ہے بے شک اَنجمن آرا دُلہن مگر
ساری بَہار دُولہنوں میں دُولہا کے گھر کی ہے

یہ ہی وجہ ہے کہ روضہ اقدس سبز پوش ہے، اس کا غِلاف مبارک سب کچھ سبز رنگ کا ہے اور کعبہ معظمہ سیاہ پوش ہے، اس کے پتھر اس کا غلاف، سنگِ اسود، غرض کہ ہر چیز سیاہ ہے، شاہوں سے چلا آرہا ہے کہ وہ کعبہ کو سیاہ رنگ کا غلاف چڑھاتے ہیں، آخر یہ سبز پوشی اور کعبہ کی سیاہ پوشی کیوں ہے فرماتے ہیں۔

سرسبز وَصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

یعنی سیاہ رنگ ہجر کی علامت ہے اور سبز رنگ علامت وصال ہے، کعبہ کو محبوب دوعالم کا فراق ہے، سیاہ پوش ہے اور روضہ کو محبوب کا وصال ہے اس لیے وہ سبز پوش ہے۔

نیز آئمہ کرام کے مذکورہ بالا ارشادات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب وہ خطہ پاک جس پر سید الانبیاء تشریف فرما ہیں وہ تمام افلاک و سماوات بلکہ عرش اعظم و کعبہ مقدس سے افضل و اعلیٰ ہے، تو مدینہ منورہ کا مکہ معظمہ سے افضل ہونا بھی ظاہر ہے۔[345] مگر اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ کا فیصلہ یوں فرمایا ہے اور خوب فرمایا ہے۔

طیبہ نہ سہی اَفضل مکّہ ہی بڑا زاہِد
ہم عِشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

---

(344)۔۔: ''کنور'' بزبانِ ہندی معنی امیر، سردار، خوب صورت حسین

(345)۔۔: کذافی جواہر البحار، ومن جواھرہ کلامہ علی زیارۃ المدینۃ المنورہ، ص766

(34) آگ کا معجزہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نارِ نمرودی گلزار ہوگئی تو حضور علیہ السلام کے غلاموں کے لیے کئی بار نارِ کفار سرد ہوگئی یعنی وہ ایک بار اور حضور کے غلام کئی آگ سے محفوظ و مصئون رہے اور حضور علیہ السلام کے غلاموں کے جسموں کو آگ نے نہ جلایا۔

ابن وہب ابن لھیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اسودِ عنسی نے دعویٰ نبوت کیا اور صنعا پر غالب آگیا تو اس نے حضور علیہ السلام کے صحابی ذویب بن کلیب کو آگ میں ڈال دیا، کیونکہ یہ حضور پر ایمان لے آئے تھے اور آگ نے انہیں نہ جلایا یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

الحَمد لله الَّذِي جعل فِي أمتنَا مثل إِبرَاهِيم الخَلِيل پاکی ہے اس کو جس نے امتِ نبوی میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مثل بنائے۔[346]

اسی طرح ابا مسلم خولانی و دیگر صحابہ کرام کو ان کی قوموں نے آگ میں ڈال دیا اور آگ نے انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا[347] غرضکہ جو منصب خلیل اللہ کو ملا اسی کا پر تو سید الانبیاء کے غلاموں کو عطا ہو۔

حضور کا رومال مبارک:

پھر اگر خلیل اللہ کے جسم اقدس کے لیے آگ سرد ہوگئی تو سید الانبیاء کے رومال مبارک کے لیے متعدد بار آگ گل و گلزار ہوگئی، یعنی خلیل کا جسم سلامت رہا اور محبوب کا رومال مبارک بھی آگ نے نہ جلایا۔

امام ابو نعیم عباد بن عبد الصمد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چند آدمی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں گئے، حضرت انس نے کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا، کنیز جو رومال لائی وہ میلا

---

(346)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فی انواع الجمادات۔۔الخ، باب الآیۃ فی النار، ج2، ص133

(347)۔۔: حوالہ سابق

تھا۔ حضرت انس نے فرمایا: اسجري التَّنور فأوقدته فَأمر بالمنديل فَطرح فِيهِ فَخرج أَبيض كَأَنَّهُ اللَّبن تنور جلا اس میں رومال ڈال دے، کنیز نے رومال تنور میں ڈال دیا اور تھوڑی دیر بعد دودھ کی طرح سفید رومال تنور سے نکالا۔

حاضرین نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے، آگ نے اس رومال کو نہ جلایا بلکہ صاف و شفاف کر دیا۔ حضرت انس نے جواب دیا:

هَذَا منديل كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم يمسح بِهِ وَجهه فَإِذا اتسخ صنعنَا بِهِ هَكَذَا یہ رومال ہے جس سے حبیب خدا اپنا چہرہ اقدس صاف فرمایا کرتے تھے، جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسی طرح تنور میں ڈال کر اجلا کر لیتے ہیں۔ (348)

اللہ اکبر! یہ رومال متعدد بار آگ میں ڈالا جاتا ہے، مگر نہیں جلتا، اس لیے کہ حضور علیہ السلام اس رومال سے اپنا چہرہ مبارک صاف فرمایا کرتے تھے، ثابت ہوا کہ خلیل اللہ کے جسم مبارک کو آگ نے نہ جلایا اور حبیب اللہ کے جسم مبارک سے جو چیز مس کر جائے اس کو آگ نہیں جلا سکتی۔

(35) خلیل مصطفیٰ علیہ التحیتہ والثناء

پَرتَوِ اسمِ ذاتِ اَحد پر درود
نسخۂ جامِعیَّت پہ لاکھوں سلام

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خلیفہ اعظم و نائب اکبر ہیں، یہ ہی وجہ ہے کہ جس طرح بحکم خدا خلیل اللہ کے لیے آگ سرد ہو گئی اسی طرح بحکم مصطفی علیہ السلام حضرت عمار کے لیے آگ سرد ہو گئی اور حضرت عمار کا ایک رواں بھی نہ جلا۔

(348)۔۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی انواع الجمادات۔۔۔الخ، باب الآیۃ فی النار، فائدۃ فی عدم احتراق المندیل۔۔۔الخ، ج2، ص134

ابن سعد حضرت یحییٰ بن حماد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافروں نے آگ میں ڈال دیا۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے آگ کو حکم دیا۔يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى عَمَّارٍ كَمَا كُنتِ عَلَى إِبرَاهِيمَ اے آگ عمار کے لیے تو اسی طرح ٹھنڈی ہو جا جس طرح حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی ہو گئی تھی آگ فوراً سرد ہو گئی۔[349]

ناظرین! حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے اور حضرت عمار خلیل مصطفیٰ علیہ السلام ہیں جس طرح اللہ عزوجل نے اپنے خلیل کا امتحان لیا اور آگ میں ڈلوا کر خود ہی ان کی مدد و نصرت فرما کر دنیا پر ظاہر فرما دیا کہ میرا خلیل میری رضا پر راضی ہے۔ اسی طرح بلا تمثیل حضرت عمار کے صبر اور استقامت علی الدین کا امتحان ہوا، کفار مکہ نے حضرت عمار کو آگ میں ڈال دیا، دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ خلیل مصطفیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

جس طرح نارِ نمرودی مشتعل ہوئی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام گوپھیہ کے ذریعہ آگ میں ڈالے گئے اس خونی منظر کو دیکھ کر بزم ملائکہ میں کھلبلی پڑی عرش مجید لرز اٹھا کائنات کا ہر ذرہ بلک پڑا اور حورانِ مہ جبین نے اس منظر بے نیازی کو دیکھ کر اپنے کلیجے تھام لیے، ملائکہ جناب الٰہی سے امداد کی اجازت لے کر خلیل علیہ السلام کے حضور حاضر آئے ملک وہوا ونار نے اپنی خدمات پیش کیں مگر خلیل اللہ نے انکار کر دیا، بالآخر رب العزت جل جلالہ کا حکم پہنچا اور آگ گلزار ہو گئی۔[350]

اسی طرح بلا تمثیل آج سرور انبیاء حبیب کبریا علیہ السلام کے خلیل حضرت عمار کا امتحان ہے، نارِ مشرکین مشتعل ہوئی اور خلیل مصطفیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ عمار آگ میں ہیں، رضائے مصطفیٰ پر راضی ہوئے، مشرکین خوشیاں منا رہے ہیں، کہتے ہیں اب کون

---

(349)۔۔: الطبقات الکبری لابن سعد، طبقات البدریین من المهاجرین، عمار بن یاسر، ج3، ص188

(350)۔۔: تفسیر نسفی، الانبیآء، تحت الآیۃ:68، ج2، ص412
تفسیر جلالین، الانبیآء، تحت الآیۃ:69، ص274، بتغیرٍ قلیل

بچائے گا، جسے رسول مانا ہے اسے پکارو، جس کا کلمہ پڑھتے ہو اسے بلالو، غرض کہ ادھر کفار خوشی و مسرت کے شادیانے بجا رہے ہیں، ادھر ملائکہ محو حیرت ہیں، حوران بہشتی بے چین ہیں وحوش وطیور غمگین ہیں، عرش مجید کانپ رہا ہے، کائنات کا ہر ذرہ لرز رہا ہے۔ اور حضرت عمار کی شجاعت اور استقامت علی الدین پر انگشت بدنداں[351] ہے۔ کہ یکدم سلطان دارین، محبوب رب المشرقین والمغربین، مدنی تاجدار، نائب پروردگار، رسول مکرم خلیفۃ اللہ الاعظم رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین محمد مصطفٰے علیہ التحیتہ والثناء نے طلوعِ اجلال فرمایا، پھر کیا تھا، یہ تو دنیا کی آگ تھی ان کی تو یہ شان ہے کہ۔

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارعارض
ظلمتِ حشر کو دِن کر دے نہارِ عارِض

حضور نے بے دھڑک حکم فرمایا کہ اے آگ جس طرح تو خلیل خدا کے لیے ٹھنڈی ہو گئی تھی اسی طرح آج میرے خلیل عمار کے لیے سرد ہو جا۔ العظمة للہ مصطفٰی علیہ السلام کا حکم پاتے ہیں آگ گلزار ہو گئی، حضرت عمار صحیح وسلامت باہر تشریف لائے یہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور کفار، مشرکین طاقتِ نبوی کا سکہ مان گئے، وہ جان گئے کہ یہ نائب خدا اور رسول صادق ہیں، ان کا حکم جہان کا ہر ذرہ مانتا ہے، اور ساری کائنات ان کے زیر فرمان ہے۔

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں
اس کی قاہِر ریاست پہ لاکھوں سلام

نارِ نمرودی:

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نارِ نمرودی ایک ساعت کے لیے تھی بجھادی گئی، مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث ایک ہزار برس کی آگ سرد ہو گئی۔ چنانچہ فارس کے آتش کدہ میں ایک ہزار برس سے آگ روشن تھی، پارسی اسی کی پوجا کرتے تھے جب

(351): دانتوں تلے انگلی دبانا، حیرت، تعجب کا اظہار کرنا

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحنِ عالم میں قدم رنجہ فرمایا: وَخَمَدَت نَارُ فَارِسَ وَلَم تَخمَد قَبلَ ذَلِكَ بِأَلفِ عَامٍ تو فارس کے آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار برس سے روشن تھی سرد ہو گئی۔ (352)

دیکھئے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے جسم مبارک کے لیے آگ گل وگلزار ہو گئی، جو ایک ساعت کے لیے تھی، مگر محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی صرف آمد نے ایک ہزار برس کی آگ کو سرد کر دیا۔

(36) ملکوت السمٰوات

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرایا جس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے (353) آپ کا ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرنا آپ کا اعزاز ہے اور ایک مرتبہ لیکن حضور سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کا مرتبہ سب سے بڑا ہے، اللہ نے چشم نبوی میں وہ طاقت رکھی ہے کہ کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہی بلکہ یوں کہیے کہ جہاں ابراہیم خلیل کی نظر پہنچی ہے وہاں شبِ معراج حبیب خدا کے قدم پہنچے ہیں ان کے دیکھے ہوئے کا نام سموات ہے اور حبیب کے پامال قدم کا نام عرش اعظم ہے۔

جس کو شایان ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

امام احمد و طبرانی حضرت عبدالرحمن بن عائش سے راوی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا اور اس کی ٹھنڈک میرے سینہ

---

(352)۔۔۔: دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل التاسع: فی ذکر حمل امہ ووضعہا۔۔ الخ، ص77
حجۃ اللہ علی العالمین، الباب الثانی: فی بعض ما وقع من الایات وخوارق العادات۔۔ الخ، ص174

(353)۔۔۔: وَكَذٰلِكَ نُرِیٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ(۷۵) ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔ (پارہ7، الانعام، آیت: 75)

میں محسوس ہوئی۔ حَتَّى تَجَلَّى لِي مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب میرے لیے روشن ہو گیا۔[354]

فضل خدا سے غیب و شہادۃ ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت ووحی اثر کی ہے

امام طبرانی ابن عمر سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ نے میرے لیے زمین کو ظاہر فرمایا۔ فَأَنَا أَنظُرُ إِلَيهَا وإِلى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلى يَومِ القِيَامَةِ، كَأَنَّمَا أَنظُرُ إِلى كَفِّي هَذِه تو دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔[355]

دیکھئے اگر سیدنا خلیل علیہ السلام کی نظر ملکوتِ آسمان پر ہے، تو حضور علیہ السلام کی نظر نہ صرف ملکوتِ السموات پر ہے، بلکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہو گا ہو گیا، ہو رہا ہے تمام واقعات آئندہ و ماضیہ پر ہے۔

ثابت ہوا کہ رؤیت خلیل صرف آیت کی رؤیت اور رؤیت حبیب آیات کی رؤیت ہے۔

غیبُ الغیب:

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ جسے انسان کے حواسِ خمسہ ظاہری و باطنی ادراک نہ کر سکیں، وہ غیب ہے،[356] جیسے جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ ان چیزوں کو ہمارے حواسِ خمسہ ادراک نہیں کر سکتے، لہذا غیب ہوئے۔ اسی طرح ملائکہ کے لیے اللہ عزوجل غیب ہے۔ کیونکہ ملائکہ اللہ عزوجل کے ادراک سے قاصر ہیں، لہذا جب فرشتے ہمارے لیے غیب اور فرشتوں کے لیے خدا غیب تو ہمارے لیے اللہ عزوجل غیب الغیب ہوا۔ اور حضور علیہ السلام نے شبِ

---

(354)۔۔: مسند امام احمد بن حنبل، مسند المدنیین، حدیث رجال یتحدثون۔۔الخ، حدیث بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ، ج5، ص584، حدیث: 16621

(355)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ج13، ص319، حدیث: 14112

(356)۔۔: تفسیر بیضاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: 3، ص144

معراج غیب الغیب (خدا) کو دیکھا، لہٰذا جس آنکھ سے غیب الغیب نہ چھپا تو غیب اس آنکھ سے کیونکر چھپ سکتا ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نِہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروروں درود

ہماری آنکھیں:

دیکھنا ایسی صفت ہے جو خلاقِ عالم نے ہر انسان و حیوان کو عطا فرمائی ہم بھی دیکھتے ہیں اور حضور کی مقدس نورانی آنکھیں بھی دیکھتی ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے دیکھنے والی آنکھ کی کیا تعریف کی ہے، پس جس کی آنکھیں قرآن حکیم کی تعریف کے ماتحت آجائیں، انہیں آنکھوں کو دیکھنے والی آنکھ کہا جائے گا، اور وہی آنکھیں حقیقی معنوں میں وصفِ رؤیت کے ساتھ متصف ہوں گی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۱) ﴾

حضور کی آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔[357]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ میرے محبوب کی آنکھیں جو کچھ دیکھتی ہیں آپ کا دل اس کی تصدیق کرتا ہے، معلوم ہوا کہ دیکھنے والی آنکھ اسے کہا جائے گا جو دیکھے اور دل آنکھ کے دیکھے کی تصدیق کرے، اب ذرا ہر شخص یہ دیکھے کہ کیا اس کی آنکھوں پر قرآن حکیم کی یہ تعریف صادق آتی ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن حکیم کی یہ تعریف سوائے حضور علیہ السلام کی آنکھوں کے اور کسی کی آنکھوں پر صادق نہیں آتی، کیونکہ ہماری روشن آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو دل آنکھ کے دیکھے کو جھٹلاتا ہے۔

1۔ ہم ہر صبح آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھتے ہیں ہماری آنکھیں کہتی ہیں کہ آفتاب کرۂ ارض سے کروڑواں حصہ چھوٹا ہے، مگر دل کہتا ہے کہ اسے آنکھ تو غلطی کر رہی ہے، آفتاب تو

(357)۔۔:پارہ27، النجم، آیت:11

زمین سے کروڑ حصے بڑا ہے۔

2۔ ہم پانی میں گری ہوئی چیز کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑی اور ابھری ہوئی ہے، مگر دل کہتا ہے اے آنکھ تونے جو کچھ دیکھا غلط ہے۔

3۔ ہم سَراب کو پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتے ہیں، مگر دل کہتا ہے کہ آنکھ تیری یہ نادانی ہے۔

4۔ ہماری آنکھ کسی چیز کو دیکھ کر اسے انسان تصور کرتی ہے، مگر دل کہتا ہے یہ انسان نہیں مٹی کا مجسمہ ہے۔

5۔ ہماری آنکھ بعض اوقات رسی کو سانپ کہتی ہے، مگر دل بتاتا ہے یہ سانپ نہیں رسی ہے۔

6۔ ہماری آنکھ سورج کی روشنی کو سپید بتاتی ہے مگر دل کہتا ہے نہیں یہ روشنی سات رنگوں پر مشتمل ہے۔

غرضکہ ہمارے دیدہ و دل میں اختلاف عظیم ہے، ہماری آنکھ جو دیکھتی ہے، دل اس کو جھٹلاتا ہے، جب ہمارے دیدہ و دل میں یہ اختلاف کثیر ہے، تو جان لیجئے کہ ہماری آنکھ حقائق امور کے ادراک سے قاصر ہے، اور حقائق کی اصلیت اور اس کی حقیقت سے بے بہرہ ہے۔

لیکن سید المرسلین محبوب رب العالمین علیہ السلام کی مقدس نورانی آنکھیں جو دیکھتی ہیں دل اس کی تصدیق کرتا ہے، اسی لیے نبی علیہ السلام کی آنکھیں شے کی حقیقت اور کنہ تک پہنچتی ہیں، اور کائنات عالم کا ادرک حقیقی فرماتی ہیں، کیونکہ جب حقائق کی اصلیت اور انکشافات کی حقیقت پر دل و دیدہ کا یقین کامل اور وثوق و اعتبار ہو جائے، تو شک نہیں کہ یہ نظارہ بصیرت افروز اور بصارت افزا ہوتا ہے۔

آیت بالا میں اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ محمد مصطفی علیہ السلام کی آنکھ نے مجھے دیکھا اور دل نے آنکھ کے دیکھنے کی تصدیق کی، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانے سے مقصود یہ ہی ہے کہ میرے محبوب کے نظارہ پاک کو جملہ ظنون و شکوک سے برتر اور جملہ صداقتوں اور حقیقتوں پر حاوی یقین کرنا چاہیے اور ان کے دیکھنے کو اپنے دیکھنے پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے قضائے لا مکان تک جن کا رہنا نور کا

(37) کسرِ اصنام

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے غضباً للہ اپنی قوم کے بتوں کو مسمار کر دیا۔[358] مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ممتاز شان سے بتوں کو توڑا یعنی خلیل کے مقدس ہاتھوں نے بت توڑے اور محبوب علیہ السلام کے صرف اشارے سے بت گر گئے اور حضور کو اپنا دستِ اقدس بھی بتوں کو نہ لگانا پڑا۔

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کعبہ میں تین سو 360 بت نصب تھے جب حضور کا مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخل ہوا۔ **جعل يشير بقضيب في يده ولا يمسها فما اشارا الى وجه منهم ان وقع لوجهه** تو آپ شاخ خرما سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر جاتا تھا۔[359]

بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے روئے زمین کے بت اوندھے مُنہ گر گئے، امام ابو نعیم عمر بن قتیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور علیہ السلام نے صحن عالم میں قدم رکھا۔ **كسرت الاصنام** تو روئے زمین کے بت اوندھے منہ گر گئے۔[360]

دیکھئے خلیل اللہ اپنے مقدس ہاتھوں سے بت مسمار فرماتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی صرف آمد سے روئے زمین کے بت خود بخود اوندھے منہ گر جاتے ہیں۔

---

(358)۔۔:وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ(۵۷) ترجمۂ کنزالایمان:اور مجھے اللہ کی قسم ہے میں تمہارے بتوں کا بُرا چاہوں گا بعد اس کے کہ تم پھر جاؤ پیٹھ دے کر۔(پارہ17،الانبیآء،آیت:57)

(359)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب و قل جاء الحق و زھق الباطل۔۔الخ،ج3،ص262،حدیث:4720، ماخوذاً

دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل: الخامس والعشرون، ذکر ماکان فی فتح مکۃ، عن ابن عمر، ص310،حدیث:446 ملخصاً

(360)۔۔:خصائص کبریٰ، باب ماظھر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔الخ،ج1،ص81،ذکر المعجزات والخصائص۔۔الخ، باب ماسمع من الکہان والاصوات۔۔الخ،ج1،ص178 ماخوذاً

تیری آمد تھی کہ بیتُ اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کر گر گیا

(38)تبدیلِ زبان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم نارِ نمرود سے بچ کر مقام کُوثیٰ[361] تشریف لے گئے، تو اس وقت آپ کی زبان سریانی تھی، نمرود نے آپ کے تعاقب میں سپاہی روانہ کیے اور ان سے کہا کہ جو شخص تمہیں سریانی زبان بولتا ملے اسے گرفتار کرلینا، چنانچہ جب حضرت ابراہیم نے نہر فرات کو عبور فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان عبرانی کردی، اب نمرود کے سپاہی آپ کو ملے، آپ نے ان سے عبرانی زبان میں گفتگو فرمائی، سپاہیوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔[362]

ناظرین: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سریانی تھی، مگر آپ نے عبرانی زبان میں گفتگو فرمائی، لیکن اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کی زبانیں بدل دیں، یعنی خلیل کی زبان خدا نے بدلی اور صحابہ کی زبان حضور علیہ السلام نے تبدیل کردی۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار صحابیوں کو قیصر، کسریٰ، مقوقش، اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔

فَأَصبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِنهُم يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ القَومِ الَّذِينَ بُعِثَ إِلَيهِم ان صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا، اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔[363]

دیکھئے چار صحابیوں کو مختلف ولایتوں میں بھیجا جارہا ہے اور یہ چاروں صحابی صرف عربی زبان ہی جانتے ہیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ جب یہ صحابی صبح کرتے ہیں

---

(361)۔۔: یہ وہ مقام ہے جہاں ابرہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

(362)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر موازاۃ الانبیاء۔۔الخ، باب فیما اوتیہ ابراہیم خلیل۔۔۔الخ، ج2، ص307ماخوذاً

(363)۔۔: مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، ما قالوا فی مہاجر۔۔الخ، ج7، ص347، حدیث:36628

تو اسی قوم کی زبان میں کلام کرتے ہیں جس کی طرف بھیجے گئے ہیں، ظاہر ہوا کہ جب حضور علیہ السلام تبدیل السنہ پر قادر ہیں اور دوسروں کی زبانیں بدل دیتے ہیں تو خود کیوں نہ ہر ہر ملک کی زبان جانتے ہوں گے، ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر زبان جانتے ہیں۔

(39) آمدِ ملائکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دولت کدہ پر ملائکہ مہمان بن کر آئے (364) ملائکہ جیسی بزرگ ہستیوں کا مہمان بن کر آنا میزبان کی عزت و عظمت پر دال ہے، مسلمان شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عظمت و رفعت کا کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ مہمان اعزازی شان رکھتا ہے، اگرچہ مہمان میزبان سے کم درجہ کا ہو پھر بھی میزبان مہمان کی عزت کرتا ہے، لیکن سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا وہ دربار ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

مکاں عرش اُن کا فلک فرش اُن کا
مَلَک خادمانِ سَرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لہٰذا اس دربار پُر انوار میں ملائکہ حاضری دیتے ہیں، مگر نیاز مندانہ آتے ہیں، جبریل علیہ السلام جیسا ملکوتیوں کا شہنشاہ اس مقدس دربار کی دربانی کرتا ہے۔

روایت ہے جب ابوجہل نے حضور کو پتھر سے شہید کرنے کی ناپاک کوشش کی اور وہ آپ کے قریب آیا تو اس نے شانہ ہائے اقدس پر ایک بہت بڑے چیتے کو دیکھا، جس سے ڈر کر بھاگا اور ایسا مبہوت ہوا کہ پتھر ابوجہل کے ہاتھ سے گر گیا، دربارِ نبوت میں خدام بارگاہ نے اس واقعہ کا ذکر کیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ذاك جبريل لو دنا لأخذه یہ جبریل تھے جو ہمارے گھر کی دربانی کر رہے تھے، اگر

(364)۔۔وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (۶۹) ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے بولے سلام کہا سلام پھر کچھ دیر نہ کی کہ ایک بچھڑا بھنا لے آئے۔ (پارہ 12، ھود، آیت: 69)

ابو جہل ہم سے قریب ہوتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔[365]

بلکہ حضور علیہ السلام کے شہر کی چوکیداری کے لیے فرشتے مقرر ہوں گے، امام بخاری حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ ومکہ معظمہ ملائکہ کی حفاظت میں ہیں۔عَلَىٰ كُلِّ نَقبٍ مِنهَا مَلَكٌ لَا يَدخُلُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُون ان شہروں کے ہر کونہ پر فرشتے چوکیدار ہیں جو دجال اور طاعون کو مدینہ میں نہ داخل ہونے دیں گے۔[366]

دیکھئے وہاں فرشتے مہمان ہیں اور یہاں خدا کے محبوب کے شہر کی چوکیداری کر رہے ہیں، حضرت خلیل کے گھر فرشتے اعزازی شان سے آئے اور دربارِ رسالت میں اعزازی شان سے نہیں بلکہ ڈرتے جھجکتے ادب سے نیاز مندانہ حاضری دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا ہے۔

اَغنیا پلتے ہیں دَر سے وہ ہے باڑا تیرا
اَصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رَستا تیرا

گنبدِ خضرا پر ملائکہ کی حاضری:

چھاتے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود!
بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش دُرر کی ہے
سَتر ہزار صبح ہیں سَتّر ہزار شام
یُوں بندگیِ زُلف و رُوخ آٹھوں پہر کی ہے

حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روضہ اقدس تجلی الٰہی کا گھر اور عطائے ایزدی کا مسکن ہے،روضہ منورہ پر ہر وقت ستر ہزار ملائکہ حاضر رہ کر صلوۃ وسلام عرض

---

(365)۔۔: سبل الہدیٰ والرشاد، الباب العاشر فی اسئلۃ المشرکین رسول اللہ، ج2، ص341

(366)۔۔: صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب لایدخل الدجال المدینۃ، ج1/ص619، حدیث:1881 بتغیرٍ مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین، مسند ابی ہریرہ، ج3، ص531، حدیث:10269

کرتے ہیں، ستر ہزار فرشتے صبح کو آتے ہیں اور عصر کے وقت ان کی تبدیلی ہو جاتی ہے، ان کی جگہ ستر ہزار دوسرے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جو صبح تک رہتے ہیں، یوں ہی یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے، جو فرشتے ایک بار روضہ اقدس پر حاضری دے چکے اب قیامت تک انہیں حاضری نصیب نہیں۔

جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رُخصَت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے
تڑپاکریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے

ملائکہ کی یہ تبدیلی اس لیے ہے تاکہ تمام فرشتے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہو جائیں، اگر یہ تبدیلی نہ ہو تو کروڑوں ملائک اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہ جائیں۔

یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروروں کی آس جائے
اور بارہ گاہ مرحمت عام تر کی ہے

امام ابو نعیم کعب احبار سے روایت کرتے ہیں:

ما من فجر يطلع إلا نزل سبعون ألفا من الملائكة حتى يحفوا بالقبر يضربون بأجنحتهم ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم حتى إذا استوى عرجوا وهبط مثلهم فصنعوا مثل ذلك حتى إذا انشقت الأرض

ابو نعیم کعب احبار سے راوی ہیں کہ ہر صبح ستر ہزار ملائکہ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں اور روضہ مبارک پر اپنے پروں کو ملتے ہیں اور حضور پر درود بھیجتے ہیں اور شام کو واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں کی مثل شام کو دوسرے فرشتے آجاتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری رہے گا۔[367]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصوم فرشتے تمنائیں کریں، مچلیں تڑپیں، مگر دوبارہ روضہ

---

(367)۔۔: سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ، ج 1، ص228، حدیث 94

انور پر حاضری نصیب نہ ہو، مگر امت مرحوم پر یہ رحمت ہے کہ چاہے عمر بھر مدینہ میں پڑے رہیں۔

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایکبار بار
عاصی پڑے رہیں تو صَلا عمر بھر کی ہے

(40) دربارِ نبوی میں ملائکہ کی حاضری

آمد ملائکہ:

کی بحث میں صرف یہ ہی بتانا تھا کہ اگر حضرتِ آدم علیہ السلام کی بارگاہ میں ملائکہ نے سجدہ کیا، حضرت خلیل کے مہمان خانہ میں فرشتے بھیجے گئے۔[368] حضرت لوط کی حفاظت اور ان کی قوم کی بربادی پر یہ مامور ہوئے۔[369] حضرت ہاجرہ کو بیابان میں یہ نظر آئے۔[370] حضرت یعقوب کے خیمہ میں ان کا دنگل ہوا[371] حضرت زکریا اور مریم کو انہوں نے بشارت

---

(368)۔۔:(وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی۔ترجمۂ کنزُالایمان: اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے۔(پارہ12،ھود، آیت:69)

(369)۔۔:وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ قف اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ(۳۳) ترجمۂ کنزُالایمان: اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا اُسے ناگوار ہوا اور اُن کے سبب دل تنگ ہوا اور اُنہوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجئے بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے۔(پارہ20،العنکبوت، آیت:33) فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ(۸۲) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ(۸۳) ترجمۂ کنزُالایمان: پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔(پارہ12،ھود، آیت:82،83)

(370)۔۔: تفسیر خازن، ابراہیم، تحت الآیۃ:37ج3،ص87

(371)۔۔: تفسیر خازن، پارہ4،اٰل عمرٰن، تحت الایۃ:93،ج1،ص273

دی۔[372]

توحضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی ملائکہ مختلف خدمات پر مامور ہوئے، دشمنوں سے وجود اقدس کی حفاظت ان کے سپرد تھی، کمزور اور ناتواں مسلمانوں کی دستگیری ان کا فرض تھا، جنگ جدال غرض کہ ہر موقع پر فرشتے مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے آسمان سے اترتے تھے۔

غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول:

چنانچہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تین سو انیس[373] تھی لیکن اس شر ذمہ قلیلہ کے مقابلے میں کفار کا ٹڈی دَل لشکر[374] الٹا چلا آتا تھا، حضور علیہ السلام نے جب اس منظر کو دیکھا تو درگاہِ الٰہی میں اپنے گورے گورے نازک ہاتھ اٹھانے کی دیر تھی کہ دفعتاً ایک ہزار فرشتوں کی روحانی فوج حضور علیہ السلام کے صحابہ کی مدد کے لیے آکر کھڑی ہو گئی۔

فرشتوں نے مدد کی:

ملائکہ کے اس لشکر نے جس طرح مسلمانوں کی مدد کی، اس کی کیفیت مسلم شریف باب امداد الملائکہ کتاب الجہاد میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح بیان فرماتے ہیں: ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا کہ اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی

---

(372)۔۔:هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (۳۸) فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳۹) ترجمۂ کنزُالایمان: یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو بولا اے رب میرے مجھے اپنے پاس سے دے ستھری اولاد بے شک تو ہی ہے دعا سننے والا۔ تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحیٰی کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔ (پارہ3، اٰل عمرٰن، آیت:38، 39)

(373)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر۔۔ الخ، ص750، حدیث:4588 ماخوذاً

(374)۔۔: بڑا لشکر

آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آگے بڑھ اے حیزوم، یہ کہنا تھا کہ کافر زمین پر چت گر پڑا، مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس کافر کی لاش کو دیکھا تو اس کے ناک میں سوراخ ہو گیا تھا جس میں نکیل پڑی ہوئی تھی، اور تمام چہرہ پھٹ گیا تھا۔ اور اس میں نیلی بدھیاں پڑ گئیں تھیں، جب ایک انصاری صحابی نے حضور کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: سچ کہتے ہو، تیسرے آسمان کی مدد ہے۔ (375)

غزوہ احد میں ملائکہ:

اسی طرح غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت کم تھی مسلمانوں کو یہ دیکھ کر اضطراب ہوا، لیکن حضور علیہ السلام نے صحابہ کو تسلی دی اور فرمایا کہ اپنی قلت تعداد اور بے سر و سامانی پر نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ ہزاروں فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا چنانچہ سورہ آل عمران اور انفال میں اللہ عزوجل نے ان دونوں واقعوں کو بہ تفصیل ذکر فرمایا ہے۔

غزوہ خندق میں ملائکہ کا نزول:

اسی طرح غزوہ خندق میں مسلمانوں کی بیچارگی بے سر و سامانی کا وہی عالم تھا، سلسلہ رشد کی یہ کیفیت تھی کہ مسلمان سپاہی کئی کئی وقت بھوکے رہتے تھے، اس نازک وقت میں اللہ عزوجل نے حضور کے صحابہ کی مدد کے لیے روحانی فوج نازل فرمائی جو بھوک اور پیاس سے بے نیاز تھی، چنانچہ سورہ احزاب میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا وَّ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ﴾

تو ہم نے تمہاری مدد کے لیے کافروں پر ہوا اور اس فوج کو بھیجا جس کو تم نے نہیں دیکھا۔ (376)

غرضیکہ تمام انبیاء کرام کی سیر تیں فرشتوں کی آمد اور ان کی بشارت اور نامہ و پیام سے

---

(375)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر۔۔ الخ، ص750، حدیث:4588 ملخصاً

(376)۔۔: پارہ21، الاحزاب، آیت:9

لبریز ہیں اور توریت وانجیل اور قرآن کریم ان کے کارناموں کا شاہد ہے، مگر یہاں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

ایک تو یہ خلیل اللہ کے ہاں فرشتے مہمان بن کر آئے، کہیں عذاب لے کر آئے کہیں کسی قوم کا تختہ الٹنے اور ان کی تباہی وبربادی پر مامور ہوئے، اور کہیں آگ اور پتھر برسا کر چلے گئے، لیکن رحمت اللعالمین محبوب رب العالمین کے دربار میں ملائکہ خادم بن کر حاضر ہوتے ہیں، کہیں حضور کی حفاظت سر انجام دے رہے ہیں، کہیں حضور کے صحابہ کی جنگ میں مدد کررہے ہیں اور کہیں حضور کے دشمنوں کو اپنی روحانی طاقت سے کچل رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ انبیاء سابقین کے حضور فرشتے حاضر ہوئے، مگر دربارِ رسالت میں ان ملائکہ نے بھی حاضری دی جو کبھی زمین پر نہ اترے اور نہ کسی نبی ورسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور کی خدمت میں خاص فرشتے کی آمد:

امام ترمذی حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نماز عشاء پڑھ کر چلے، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا، حضور نے فرمایا کون حذیفہ؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَم يَنزِلِ الأَرضَ قَطُّ قَبلَ هَذِهِ اللَّيلَةِ آج رات مجھ پر وہ فرشتہ اترا جو آج تک زمین پر کبھی نہیں اترا تھا، اس نے اللہ سے اذن مانگا کہ وہ میرے پاس آکر مجھے یہ بشارت سنائے، کہ فاطمہ جنتی بیبیوں اور حسن حسنین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔(377)

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ دربارِ نبوی میں ان خاص فرشتوں نے بھی حاضری دی، جو کبھی زمین پر نہ اترے اور کسی نبی ورسول کی خدمت میں نہ آئے۔

جبریل ومیکائیل کی حاضری:

بارگاہِ نبوی میں ملکوتیوں کے شہنشاہ نوریوں کے سردار فرشتوں کے سرخیل جبریل امین

---

(377)۔۔:سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، ج5، ص431، حدیث:3806

اور مکرم و معظم فرشتہ میکائیل کی حاضری بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ غزوہ بدر میں حضور نے فرمایا دیکھو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں۔[(378)]

غزوہ خندق سے جب حضور مسلمانوں کی فوج کو لے کر واپس تشریف لائے تو جبریل نے سامنے آکر عرض کی، سرکار آپ نے ہتھیار کھول دیئے حالانکہ ہم اب تک مسلح ہیں اور بنو قریظہ کو ابھی ان کی غداری کا صلہ دینا ہے۔[(379)]

حضور کے دربار میں جبریل کی آمد کا کوئی وقت مقرر نہ تھا، صبح و شام، روز و شب صلح و جنگ ہر موقع پر فیضانِ الٰہی کا چشمہ ابلتا رہتا تھا ہاں سب سے زیادہ جبریل کی آمد رمضان شریف میں ہوتی تھی، جس میں وہ ہر روز حاضر ہو کر قرآن حکیم کا دورہ کرتے تھے۔[(380)]

اسی طرح میکائیل بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، معراج کے موقع پر شق صدر کی خدمت انہیں کے سپرد تھی۔[(381)] غزوہ احد میں جو دو فرشتے دشمنوں سے حضور کی حفاظت کر رہے تھے وہ جبریل میکائیل ہی تھے۔[(382)] الغرض نورِ مجسم کے حضور نوریوں کا ہجوم رہتا تھا اور ملائکہ شمع نبوت سے فیض حاصل کرنے کے لیے ہر وقت حاضر رہتے تھے۔

جبریل کی اصلی شکل:

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا تھا۔[(383)] چنانچہ خود سرکار دوعالم فرماتے ہیں: رَأَیت جبرئیل لَهُ سِتّمائَة جنَاح من لُؤلُؤ میں نے جبریل کو دیکھا ان کے چھ سو موتیوں کے

(378)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائکۃ بدراً، ج3، ص17، حدیث:3995

(379)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم من الاحزاب۔۔الخ، ج3، ص56، 57 حدیث: 4122ملتقطاً

(380)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج2، ص488

(381)۔۔: شرف المصطفیٰ، الجزء الثانی، باب فی معاریج النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج2، ص152

(382)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی قتال جبریل ومیکائیل۔۔الخ، ص971، حدیث:6004

(383)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم، باب، ج3، ص337، حدیث:4855

بازو تھے۔ پھر جبریل نے اپنا ایک بازو پھیلایا تو اس نے سارے آسمان کو گھیر لیا، ان کے بازووں سے مختلف قسم کے رنگ ظاہر ہوتے تھے اور موتی و یاقوت۔(384)

ناظرین: یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنا بشر کی طاقت سے باہر ہے، جمہور مفسرین نے فرمایاہے: لَا طَاقَةَ لِلبَشَرِ عَلَى رُؤيَةِ المَلَك کہ بشر میں ملائکہ کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔(385) اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبریل کو ان کی شکل میں دو بار ملاحظہ فرمارہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ

بشر ضرور ہیں پر داخل انعام نہیں
شمارِ دانہ تسبیح میں امام نہیں

(41) مکالمہ الٰہی

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر خدا سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔(386) مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام نے حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر خدا سے باتیں کیں گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلام کوہ طور ہے اور محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام مناجات سدرۃ المنتہی سے بھی اوپر ہے، حضرت موسی دور سے کلام کرتے ہیں اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے اور اتنے قریب سے کہ دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ

---

(384)۔۔: مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبد اللہ بن مسعود، ج2، ص49، حدیث: 3748

خصائص کبریٰ، باب اختصاصہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بروٴیۃ جبریل فی صورتہ۔۔ الخ، ج1، ص201

(385)۔۔: اوضح التفاسیر، پارہ7، الانعام، تحت الآیۃ:9، ص151

تفسیر جلالین، پارہ7، تحت الآیۃ:09، ص112

(386)۔۔: پارہ9، الاعراف، آیت:143

جاتا ہے۔

خدا رُخ سے پردہ اٹھاتا ہے آج
محمد کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا
کہ زانو بہ زانو بٹھاتا ہے آج

مکالمہ الٰہی کا طریقہ:

خدا سے کیونکر کلام ہو سکتا ہے، اس کا طریقہ کیا ہے، خود رب العزت اس کی تصریح فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَن يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحيًا اَو مِن وَّرَآئِ حِجَابٍ اَو يُرسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِاِذنِهٖ﴾

کسی بشر میں یہ تاب نہیں کہ اللہ اس سے کلام فرمائے، مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے جو اس کے حکم سے وحی کرے۔[387]

اس آیت میں مکالمہ الٰہی کے تین طریقے بیان ہوئے ہیں۔

1۔کلام بالوحی

2۔کلام پس پردہ

3۔کلام بذریعہ ملائکہ

یاد رہے کہ آیت مذکورہ میں یہ تینوں طریق بشر کے لیے بتائے گئے ہیں، یعنی بشر سے اگر خدا کلام کرے گا، تو ان طریقوں میں سے کسی نہ کسی طریقہ پر کلام ہو گا، یا بذریعہ وحی یا بذریعہ ملائکہ یا پس پردہ اور ان طریقوں کے علاوہ خدا سے ہم کلام ہونے کی بشر میں طاقت نہیں ہے جیسے حضرت موسیٰ نے کلام کیا، لیکن حضرت موسیٰ کی یہ ہم کلامی پس پردہ تھی، طور سینا حجاب تھا اور بے حجاب کلام کرنا کسی اور کا حصہ تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ

---

(387)۔۔:پارہ25،الشوریٰ، آیت:51

عزو جل سے کلام فرمایا، پس پردہ کلام کیا، کلام بالوحی کی لذت بھی حاصل کی، بذریعہ جبریل بھی نام وپیام ہوا، گویا حضور نے تینوں مذکورہ بالا طریقوں خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، لیکن یہ حضور ہی کی خصوصیت ہے آپ کا ہی اعزاز و احترام ہے کہ آپ ان طرق ثلاثہ کے علاوہ بھی خدا سے ہم کلام ہوئے، جو طاقت بشری سے باہر تھا۔

جہاں نہ پردہ تھا نہ حجاب، نہ زمان تھا نہ مکان، نہ دشت [388] ایمن تھا نہ نخلِ وادی، نہ کوہِ سینا تھا، نہ برق طور، بلکہ وہاں تو جلوہ و نگاہ کی شرکت بھی مخل تنہائی تھی، محبوب و محب کے سوا کوئی نہ تھا، بس خدا تھا اور محمد مصطفی تھے صورت سرمدی سامعہ نواز تھی اور حقیقت محمدی گوش سامع ﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ [389] اور یہ ہی خدا سے ہم کلامی کا چوتھا طریقہ تھا، جو بشر کے ساتھ نہیں بلکہ سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔

(42) انفلاق بحر

حضرت موسیٰ کو انفلاق بحر کا معجزہ ملا، عالم سفلی میں دریا سڑک بن گیا اور سید الانبیاء حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے عالم علوی میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے یعنی حضرت موسیٰ کا تصرف زمین پر رہا۔ اور حضور علیہ السلام کا تصرف آسمان پر ظاہر ہوا جو اس سے بداہتہً افضل و اقویٰ ہے۔

جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
نُورِ وَحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے حضور سے آپ کی صداقت پر نشان طلب کیا۔ فَأَرَاهُمُ انشِقَاقَ القَمَرِ تو حضور نے انہیں چاند کے

(388)۔۔۔: جنگل، بیابان

(389)۔۔۔: ترجمۂ کنزُالایمان: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (پارہ 27، النجم، آیت: 10)

دو ٹکڑے کر کے دکھایا۔[390]

سُورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اِشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

بحر مکفوف:

علامہ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک سمندر ہے جس کا نام بحر مکفوف ہے، اس سمندر کے مقابلہ میں دنیا کے سمندر ایک قطرہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے لیے دنیا کا سمندر پھٹ گیا۔ اسی طرح شبِ معراج حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بحر مکفوف کا انفلاق ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان سمندر کو عبور فرماگئے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو انفلاق ہوا وہ کلیم اللہ کے انفلاق سے کہیں افضل ہے۔[391]

عرش پر جس کی کمانیں چڑھ گئیں
صدقے اس بازو پہ قوت کیجیے

حضور کے غلاموں کے لیے سمندر سڑک بن گیا:

بلکہ سید الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے غلاموں کے لیے سمندر سڑک بن گیا۔ اور آپ کے صحابی علاء الحضرمی نے سمندر کو عبور کیا، اور اس شان سے سمندر عبور کیا کہ ان کے پاوؤں تک نہ بھیگے۔

ابو نعیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت علاء الحضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا اور راستہ میں سمندر آیا۔ فَعَبَرنَا فَمَا بَلَّ المَاءُ إِلَّا أَسَافِلَ خِفَافِ إِبِلِنَا، تو ہم نے سمندر کو عبور کرلیا اور ہمارے اونٹوں کے سم تک نہ

(390)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب وانشق القمر۔۔۔ج3، ص340، حدیث:4867

(391)۔۔: مواہب لدنیہ، الفصل الثانی: فیما خصہ اللہ تعالی بہ۔۔ الخ، ج2، ص248

بھیگے۔ (392)

دیکھئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر سڑک بنا تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کے لیے بھی سمندر پھٹ گیا اور صحابہ کرام نے سمندر کو عبور کر لیا اور انکے پاؤں تک نہ بھیگے۔

استفسار:

حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شب معراج جب میں حریم خلوت گاہ اقدس میں پہنچا اور اللہ عزوجل سے قریب ہوا اور اتنا قریب ہوا کہ قوسین کا قاب بن گیا، جب مجھے اس مقامِ قرب میں باریابی ہوئی تو اس وقت رب العزت نے مجھ سے استفسار فرمایا۔

یا محمد!قال: هل غمك أن جعلتك آخر النبيين؟ قلت: يا رب؟ لا، قال: هل غم أمتك أن جعلتهم آخر الأمم؟ قلت: يا رب! لا

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمہیں آخری نبی ہونے کا غم ہے، میں نے عرض کی نہیں، فرمایا تو کیا تمہاری امت کو آخری امت ہونے کا رنج ہے، میں نے عرض کی نہیں اے رب۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، محبوب اپنی امت کو یہ خوش خبری سنادو کہ میں نے انہیں آخر الامم اس لیے بنایا ہے تا کہ۔ لأفضح الأمم عندهم ولا أفضحهم عند الأمم امم سابقہ کو تمہارے سامنے رسوا کیا جائے اور تمہیں کسی امت کے سامنے رسوائی نہ اٹھانی پڑے۔ (393)

ناظرین!

ذرا استفسار فرمانے والے کی سطوت و جبروت کو ملحوظِ رکھتے ہوئے ان کلمات محبت پر غور

(392)۔۔: معجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ الحسین، ج4، ص15، حدیث:3495

(393)۔۔: کنز العمال، الفصل الثالث: فی فضائل متفرقۃ۔۔الخ، ج11، ص449، حدیث:32111

فرمائیے، کہ پوچھنے والا خطاب کرنے والا کون ہے، کس سے پوچھا جارہا ہے، اور کس شان سے پوچھا جارہا ہے، اور اس ساعتِ خاص میں پوچھا جارہا ہے، جب کہ محب، محبوب کے خلوت کدہ میں جلوہ فرما ہے، ہاں ہاں پوچھنے والا وہی ہے جس نے حضرتِ موسیٰ سے پوچھا تھا کہ

﴿ مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى(١٧) ﴾ موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔[394]

لاریب پوچھنے والا وہی ہے جس نے کلیم سے فرمایا تھا کہ ﴿لَن تَرٰىنِي﴾ تم ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔[395]

تَبَارَكَ الله شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَن تَرَانِی کہیں تقاضے وِصال کے تھے

وہی رب العزت ہے، جو غنی عن العالمین ہے جو بڑا بے نیاز ہے، جسے کسی کی پرواہ نہیں ہے، وہی آج اپنے محبوب کے دکھ درد کو پوچھتا ہے اور نہ صرف آپ کے بلکہ آپ کی امت کے مزاج پوچھے جارہے ہیں۔

آخر الامم:

حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر نبی ہیں اور آپ کی امت آخری امت ہے، چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں: أَنَا آخِرُ الأَنبِيَاءِ، وَأَنتُم آخِرُ الأُمَمِ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔[396]

آئے جو یہاں حبیب یزداں پیچھے یعنی شہِ مرسلان ذی شان پیچھے
کیا معترضوں کو اس میں جائے حجت فوج آگے رہا کرتی ہے سلطان پیچھے

اور ہمارا آخر امت ہونا بھی ایک ایسا عظیم وجلیل شرف ہے جو کسی نبی کی امت کو نہ حاصل ہوا، بالیقین یہ شرف وفضیلت بھی اسی گیسوؤں والے آقا کا صدقہ ہے، اللہ رب العزت جل

---

(394)۔۔:پارہ16، طٰہٰ، آیت:17

(395)۔۔:پارہ9، الاعراف، آیت:143

(396)۔۔:سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی۔۔الخ، ج4، ص404، حدیث:4077

مجدہ نے ہمیں آخری امت اس لیے بنایا تاکہ امم سابقہ کے سامنے ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے برعکس امم سابقہ کے احوالات کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے، ہمیں معلوم ہے قوم نوح نافرمان تھی، طوفان کے عذاب میں مبتلا ہوئی، کسی پر پتھر برسے اور کسی کی شکلیں بندر اور سور جیسی بنادی گئیں، غرض کہ امم سابقہ کے انجام اور ان کے اعمال سے ہم واقف ہوگئے اور عبرت کے پیش کرنے لگے۔

لیکن یہ رحمت العالمین کا صدقہ ہے، انہیں کا اجلال و احترام ہے، کہ باوجود اس کے کہ ہمارے جرائم امم سابقہ سے بڑھ چڑھ کر ہیں، ہم گناہوں اور عیبوں میں ان سے کم نہیں، مگر ہمارے عیوب اور تمام جرائم رحمت العالمین کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں اور ہم پر وہ عذاب نازل نہیں ہوتا اور نہ ہمیں امم سابقہ کی طرح ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

(43)عصائے کلیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معروف ومشہور معجزہ عصا بھی ہے، لکڑی کا عصا تھا مگر دشمنوں کے لیے اژدہا بن کر آپ کی حفاظت کرتا تھا، لیکن سرورِ انبیاء حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی نرالی شان ہے اور آپ کی حفاظت وصیانت بغیر عصا کے بھی ہو جاتی ہے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ جب ابو جہل نے پتھر سے آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو۔ رَأَى عَلَى كَتِفَيهِ ثُعبَانَينِ، فَانصَرَفَ مَرعُوبًا اس نے آپ کے شاہانہ ہائے اقدس پر دو اژدھے دیکھے اور سراسیمہ(397) ہو کر بھاگا۔(398)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عصائے کلیم اژدھا بن کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کرتا تھا تو یہ چیز ہمارے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاعصا ہی حاصل تھی اور آپ کی حفاظت وصیانت تو خود رب العزت جل مجدہ فرماتا تھا، قرآن فرماتا ہے:

---

(397)۔۔۔:حیران ہو کر، گھبرا کر

(398)۔۔۔:تفسیر کبیر، الکوثر: تحت الآیۃ:1، 32/125 ماخوذاً

شرح زرقانی علی المواھب، الفصل الثانی فی ماخصہ اللہ تعالی۔۔۔الخ، 7/88

﴿وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ﴾
خدا لوگوں سے تمہاری حفاظت کرے گا۔(399)

سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب دعوت کا آغاز فرمایا تو مکہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن ہو گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف سینکڑوں منصوبے باندھے گئے، قتل کی سازشیں شروع ہوئیں، زہر میں تلواریں بجھا کر رکھی گئیں، کھانے میں زہر دیا گیا۔ سرِ اقدس پر پتھر گرانے کی تدبیر سوچی گئی، کمین گاہوں (400) سے آپ پر حملے کیے گئے، غرض کہ طرح طرح کے آزار پہچانے کی تدبیریں سوچی گئیں اور ایک جان بے خطا کا سارا عرب مخالف ہو گیا، مگر سبحان اللہ! ہر موقع پر یہ ظاہر ہوا کہ

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تراست (401)

واقعہ ہجرت:

سب کو معلوم ہے کہ جس شب حضور علیہ السلام نے ہجرت کا قصد فرمایا، قریش کے تمام خاندانوں نے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا۔ قریش کے بہادروں نے خانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تھا تاکہ حضور جب باہر تشریف لائیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

ایسے خطرناک موقع پر جب کہ آستانہ اقدس دشمنوں کے نرغہ میں تھا اور ہر طرف سے تلواروں کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں، حضور علیہ السلام اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ آیتِ کریمہ تھی:

﴿وَ جَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰہُمۡ فَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ﴿۹﴾﴾ ہم نے ان کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر دیں اور انکی آنکھوں پر پردہ ڈال

(399)۔۔:پارہ 6، اعراف، آیت: 67
:(400)
(401)۔۔:دشمن اگر قوی ہے تو اس کا رب زیادہ قوی ہے

دیا کہ وہ نہیں دیکھتے ہیں۔[402]

پہرہ داروں کی آنکھوں پر محافظِ حقیقی نے مہر لگادی، وہ اندھے ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب سے نکل کر تشریف لے گئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

صبح ہوئی اور دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں اس غار تک پہنچ گئے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر جلوہ فرما تھے، جب وہ غار کے دہانے پر پہنچے تو وہاں یہ منظر دیکھا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت ہے اور اس میں کبوتروں نے گھونسلا بنایا ہوا ہے اور مکڑی نے جالا بھی بنا ہوا ہے، یہ دیکھ کر انہیں خیال ہوا کہ غار کے اندر اگر کوئی جاتا تو گھونسلا سلامت نہ رہتا۔[403]

مسلم شریف میں ہے اگر کافر غار کی طرف ذرا جھک کر دیکھتے تو ان مقدس پناہ گزینوں پر ان کی نظر پڑ جاتی، مگر محافظ حقیقی نے ان کی عقل اور دور اندیشی کے نور کو بجھا دیا اور انہیں جھک کر دیکھنے کا خیال نہ آیا اور حافظِ عالم نے کفارِ مکہ پر یہ ظاہر کر دیا کہ۔[404]

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

سراقہ کا تعاقب:

مکہ میں کفار نے اعلان کیا کہ جو ان کو گرفتار کرکے لائے گا، اس کو سو اونٹ انعام میں ملیں گے، سراقہ لالچ میں آگئے۔ اور اسپ[405] رہوار پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(402)۔۔:پارہ22،یٰسٓ، آیت:09

(403)۔۔:مسند امام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس۔۔۔الخ،ج1، ص744،حدیث:3251ملتقطاً

(404)۔۔: صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل ابی بکر۔۔الخ،ص998، حدیث: 6169

خصائص کبریٰ، باب ماوقع فی الھجرۃ۔۔الخ،ج1، ص305

(405):گھوڑا

وآلہ وسلم کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بتقاضائے بشری اضطراب ظاہر کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:﴿لَا تَحزَن اِنَّ اللهَ مَعَنَا﴾ گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔[406]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی، دفعتاً سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سراقہ اپنے ارادہ فاسد سے باز آئے اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اور راز ہے، ان کی محافظت خالق اکبر فرما رہا ہے اور یہ ہی معجزہ دیکھ کر بعد کو مسلمان ہو گئے۔[407]

بکری کے گوشت میں زہر:

امام ابو نعیم حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو مدینہ میں ایک یہودیہ نے بھنا ہوا گوشت ہدیہ کیا، اور عرض کی کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں صحیح و سلامت تشریف لائیں گے، یہ بکری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدیہ کروں گی، بکری کا بھنا ہوا گوشت جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو اس گوشت میں سے آواز آئی:

یا محمد لا تا کلنی فانی مسموم

تو بکری کے گوشت نے کہا سرکار مجھے تناول نہ فرمائیں، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔[408]

غرض کہ ایسے خطرناک ہنگاموں، سازشوں، فتنوں، کے عالم میں خصوصاً عرب کے ملک میں جہاں اقتدارِ حکومت اور نظامِ امن کا نام و نشان تک نہ تھا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

---

(406)۔۔:پارہ10، التوبۃ، آیت:40

(407)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، 2/505، حدیث:3615 ماخوذاً

مدارج النبوۃ، قسم دوم، باب چہارم، ج2، ص62

خصائص کبریٰ، باب ماوقع فی الھجرۃ۔۔الخ، ج1، ص307

(408)۔۔:حجۃ اللہ علی العلمین، الباب الخامس فی معجزاتہ المتعلقۃ بتکلیم الجمادات۔۔۔ص324

دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثالث عشر: ذکر ما خصہ اللہ بہ من العصمۃ۔۔الخ، عصمۃ اللہ ورسولہ حین تعاقد۔۔الخ، ص114

بحفاظت تمام فرائض نبوت کو سرانجام دینا ایک مستقل معجزہ تھا۔

پہریداروں کی علیحدگی:

شروع شروع میں جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو صحابہ جاں نثاری کی بناپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پہرہ دیا کرتے تھے ایک رات صحابہ خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ﴾ (409)
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وقت خیمہ مبارک سے اپنا سر اقدس باہر نکالا اور پہرے والوں کو خطاب کرکے فرمایا:الیک عنی الیک عنی قد عصمنی ربی لوگو! واپس جاؤ خدا نے میری حفاظت کا قرض اپنے ذمہ لے لیا ہے۔(410)
لیجئے پہرے بھی ہٹا دیئے گئے اور حفاظت کے ظاہری اسباب معطل کر دیئے گئے اور ایسی صورت میں بھی کوئی ارادہ فاسد لے کر آتا تو قدرت اس کے منہ پر غضب کا طمانچہ لگاتی اور وہ خائب وخاسر واپس ہوتا۔

ناظرین! اس مختصر سی تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ اگر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ کو عصا دے کر ان کی حفاظت وصیانت فرمائی تھی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و صیانت خود رب العزت نے اپنے ذمہ لے لی اور یہ منصب جلیل حضور علیہ السلام کو بغیر عصا کے حاصل ہوگیا، پھر عصائے کلیم بنی اسرائیل کے لیے قہر وغضب بن کر آیا تھا اور حضور علیہ السلام رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ کی کوئی چیز قہر وغضب نہیں ہے، آپ کا عصا مبارک بھی گرتوں کا سہارا اور بیکسوں کا یار ہے۔

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا گِرتوں کا سَہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عصائے کلیم پر نظرِ ثانی:

عطائے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو معجزات پر مشتمل ہے،اول تقلیب اعیان یعنی

(409)۔۔:پارہ6،المآئدۃ،آیت:67

(410)۔۔:سنن ترمذی،کتاب التفسیر،باب ومن سورۃ المائدۃ،ج5،ص35،حدیث:3057

وہ لکڑی کا عصا اژدھا بنا اور اس کی نوعیت بدل گئی، دوم عصا اژدہا بن کر آپ کے سچے نبی ہونے کا نشانِ قاہر بنا اور بہت سے جادو گر آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے، ہم یہاں دونوں اُمور پر مختصر سی گفتگو کرتے ہیں۔

تقلیبِ اعیان:

قلبِ ماہیت کا مطلب یہ ہے کہ شے کی حقیقت وماہیت کو بدل دینا جیسے، مٹی کو سونا، لکڑی کو لوہا بنا دینا، حضور علیہ السلام کو تقلیبِ اعیان کی قوت دی گئی، چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔

لکڑی کا تلوار بننا:

واقدی بنی عبد اشہل کے کئی مردوں سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ بدر میں سلمہ بن اسلم [411] کی تلوار ٹوٹ گئی اور یہ نہتے ہوگئے۔فأعطاه رسول الله صلّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ قَضِيبًا كَانَ فِي يَدِهِ فَقَالَ: اضرِب بِهِ! فَإِذَا هُوَ سَيفٌ جَيّدٌ حضور نے انہیں ایک تازیانہ [412] عطا فرمایا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا: اس کے ساتھ لڑ، بس ناگاہ وہ لاٹھی چمکتی ہوئی تلوار بن گئی۔ [413]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تقلیب اعیان کی قوت دی گئی تھی تو حضور علیہ السلام میں بھی یہ طاقت موجود تھی۔

ستونِ حنانہ:

ستونِ حنانہ جو ایک کھجور کا سوکھا ہوا درخت تھا، حضور علیہ السلام اس کے ساتھ تکیہ لگا کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، کچھ دن بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر تیار کر دیا، جب پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ دیا تو اس

---

(411)۔۔: یہاں سلمہ بن اکوع لکھا تھا جو شاید کاتب کی غلطی تھی اس لئے ہم نے متن میں درستی کر دی ہے۔ جاوید قادری

(412): چابک، ہنٹر، کوڑا

(413)۔۔: مغازی الواقدی، بدر القتال، ج1، ص 93، 94

ستون سے رونے کی آواز آنے لگی۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ستونِ حنانہ حضور علیہ السلام کے فراق میں تھر تھر کانپتا اور روتا تھا۔(414)

ستونِ حنانہ کی پوری تفصیل تو موازنہ عیسیٰ علیہ السلام میں آئے گی، یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ وہ کھجور کی خشک لکڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ لگانے کی برکت سے زندہ ہوگئی اس نے حضور سے کلام بھی کیا، اس میں صفاتِ انسانی بھی پیدا ہو گئیں۔

نیز عصائے کلیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ تھے جن کے لیے لکڑی کی ماہیت بدلی اور وہ اژدھا بن گئی، مگر انسان نہ بن سکی، لیکن حضور سید المرسلین علیہ السلام کا اعجاز دیکھئے کہ آپ کے لیے کھجور کی خشک لکڑی کی ماہیت بدلی اور پھر لطف یہ کہ اس میں صفاتِ انسانی بھی پیدا ہو گئیں، اور شرفِ صحبت نبوی کی وجہ سے علم و ادراک فہم و عقل اس میں پایا گیا، سبحان اللہ ،! اس لیے حضور کا یہ معجزہ حضرتِ موسیٰ کے معجزہ کی نظیر بھی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔(415)

نفس قلب ماہیت پر نظر ثانی:

اس کے بعد آپ نفس تقلیب ماہیت پر نظر کیجئے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکڑی کی نوعیت بدلی، مگر کچھ دیر بعد وہ لکڑی پھر لکڑی ہو گئی، لیکن سید المرسلین کا یہ اعجاز ہے کہ جب وہ لکڑی تلوار بنی تو ہمیشہ تلوار ہی رہی، چنانچہ حدیثِ مذکور کے آخری جملے یہ ہیں کہ۔

فلم یزل عنده حضرتِ سلمہ بن اکوع کے پاس وہ تلوار ہمیشہ تلوار ہی رہی۔(416)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کی خشک لکڑی میں انسانی صفات پیدا ہو گئیں تو ہمیشہ اس میں صفاتِ انسانی پائی گئیں اور اب بھی وہ لکڑی فہم و ادراک کی مالک ہے۔

---

(414)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، 2/497، حدیث:3584 ماخوذاً

(415)۔۔: دلائل النبوة للبیہقی، باب ماجاء فی حنین الجذع۔۔ الخ، ج6، ص68

خصائص کبریٰ، باب حنین الجذع، ج2، ص128

(416)۔۔: مغازی الواقدی، بدر القتال، ج1، ص93

اس توضیح سے نفس تقلیب ماہیت میں بھی نمایاں فرق حاصل ہو گیا کہ حضرت موسیٰ کے لیے جس چیز کی حقیقت بدلی کچھ دیر بعد وہ چیز اپنی اصلی حالت پر آگئی۔ مگر سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بطورِ معجزہ جس کی حقیقت وماہیت کو بدلا تو، پھر کبھی اس چیز نے اپنی اصلی حالت پر آنے کا نام نہ لیا اور کوئی طاقت اس چیز کو اس کی اصلی حالت پر نہ لا سکی، فالحمدللہ علی ذلک۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا لکڑی کو تلوار بنا دینا، حضرت موسیٰ کے معجزہ عصاء سے افضل واعلیٰ ہے۔

نبوتِ کلیم کا مصدق:

اگر عصائے کلیم کو اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ وہ اژدھا بن کر حضرت موسیٰ کی نبوت کا مصدق ہوا، تو یہ چیز حضور کو بلا عصا حاصل تھی، کائنات کے ہر ذرہ نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی، اور عالمِ علوی کے ہر ریزے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی، چنانچہ خود حضور ہی فرماتے ہیں:

مَا مِن شَيءٍ إِلَّا يَعلَمُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا كَفَرَةَ الجِنِّ وَالإِنسِ

کائنات کا ہر ذرہ مجھے رسول مانتا ہے مگر بے ایمان جن اور انسان۔(417)

چنانچہ چاند نے دو ٹکڑے ہو کر ڈوبے ہوئے سورج نے واپس آکر، کنکروں نے کلمہ پڑھ کر، درختوں نے اشاروں پر چل کر، حیوانات نے تابعدار ہو کر جمادات نے حکم مان کر، آسمان وزمین نے محکوم ہو کر پتھروں نے عرض سلام کر کے، جبریل نے خادم ہو کر، ملائکہ نے درود پڑھ کر حضور علیہ السلام کی نبوت کی گواہی دی اور ساری کائنات رسالتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصدّق ہو گئی۔

---

(417)۔۔:الاحادیث الطوال للطبرانی، حدیث یعلی بن مرہ ثقفی۔۔۔الخ 1/126، حدیث:54

(44)پانی کے چشمے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو" تفجر ماء من الحجارۃ "کا معجزہ عطا ہوا۔اور آپ نے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔[418] لیکن سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم نے وہ دکھایا جس پر حضرت موسیٰ بھی شیدا ہو گئے۔یعنی کلیم نے پتھر سے اور حبیب نے انگلیوں سے دریا بہادیئے۔

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں

امام بخاری حضرت انس سے راوی کہ حضور علیہ السلام مقامِ زوراء میں تھے آپ کے سامنے ایک پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔فوضع كفه فِيهِ فَجعل الْمَاء يَنبع من بَين أَصَابِعه كَانُوا زهاء ثَلَاث مِائَة حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک پیالہ میں رکھا،انگشت مبارک سے پانی نکلنے لگا،پانی پینے والے تین سو آدمی تھے۔[419]

امام بخاری و مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حدیبیہ میں پانی نہ رہا۔لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔صحابہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کی سرکار پانی نہیں ہے۔فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي الرَّكوَةِ، فَجَعَلَ المَاءُ يَفُورُ مِن بَينِ أَصَابِعِهِ كَأَمثَالِ العُيُون ِ

حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا،حضرت جابر کہتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو وہ بھی اس پانی سے سیراب ہو جاتے مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔[420]

---

(418)۔۔:عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری،بیان رجالہ ولطائف اسنادہ،باب التماس الوضوء اذا حانت الصلاۃ۔۔الخ، تحت الحدیث:34،ج3،ص34

(419)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،2/493،حدیث:3572
خصائص کبریٰ،ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل۔۔۔الخ،باب نبع الماء من بین اصابعہ۔۔الخ2/68

(420)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیۃ،ج3،ص69،حدیث:4152ملتقطاً

ناظرین! دیکھئے اگر حضرتِ موسیٰ نے پتھر سے پانی جاری کیا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلیوں سے دریا بہا دیئے اور پتھر سے پانی جاری ہونا اتنا عجیب نہیں، جتنا کہ انگلی سے پانی جاری ہونا، عجیب وغریب ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی نکلا کرتا ہے مگر گوشت پوست سے پانی نہیں نکلتا۔(421)

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹُوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

معجزہ موسوی کی تحریف

بعض ایسے افراد واشخاص بھی ہیں جو انبیاء کرام کے معجزات کی تحریف کیا کرتے ہیں اور نبیوں کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں، وہ معجزہ موسوی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ بعض اوقات زمین یا پتھر کی قابلِ غور سورتیں کسی بیرونی رکاوٹ کی وجہ سے بند ہو جاتی ہیں اور جب زمین سے یہ رکاوٹ ہٹا دی جائے تو پانی نکل آتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دبے ہوئے پانی کا مقام بتا دیا اور آپ کے عصا مارتے ہی رکاوٹ ہٹی اور پانی نکل آیا۔

معجزہ موسوی کی یہ تاویل اگرچہ عقل سے بعید اور آیاتِ قرآن کی صریح تحریف ہے مگر یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعجاز ہے کہ اس تاویل کے باوجود ان کے معجزہ کی نفی نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ بتانا کہ فلاں جگہ پانی دبا ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فعل سے پانی کا جاری ہونا مخالف کو بھی تسلیم ہے گویا تحویل کے باوجود حضرت موسیٰ کا یہ معجزہ تو ثابت ہی رہا کہ رب تعالیٰ نے انہیں غیب کی خبر دی۔

مگر کہنا یہ ہے کہ گمراہوں نے معجزہ کلیم کی تحریف کر کے اس کا نام تاویل رکھ دیا، لیکن حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گوشت و پوست سے پانی کے چشمے جاری فرمانا، ایسا جلیل وعظیم معجزہ ہے کہ جس کی تاویل ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ امام بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ

---

(421)۔۔عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، بیان رجالہ ولطائف اسنادہ، باب التماس الوضوء اذا حانت الصلاۃ۔۔الخ، تحت الحدیث:34، ج3، ص34

فَجَعَلَ المَاءُ يَفُورُ مِن بَينِ أَصَابِعِهِ

پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے جوجوش مارنے لگا۔ [422]

اور اگر حضور علیہ السلام زمین یا پتھر پر دستِ اقدس رکھ کر جاری فرماتے تو شاید کوئی گمراہ اس کی بھی وہی تاویل کرتا جو اس نے معجزہ موسوی کی کی۔ مگر قربان دستِ نبوی کے کہ آپ نے کبھی چھاگل میں، کبھی پیالہ میں کبھی لوٹے میں دستِ اقدس رکھ کر پانی کے فوارے جاری فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ میرے اعجاز کی تاویل نہیں ہے۔

معجزہ موسوی کی توثیق:

بلکہ حضور نے انگشتانِ مبارک سے پانی جاری فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی توثیق فرمادی اور معجزہ موسوی کی صداقت وحقانیت دنیا پر ظاہر کر دی۔

کہ پانی کا جاری ہونا زمین سے خاص نہیں ہے بلکہ اللہ کے نبی جہاں سے چاہتے ہیں پانی جاری کر لیتے ہیں، کیونکہ وہ صفاتِ الہیہ کے نمونہ ہوتے ہیں، ان کے ہاتھ خدا کے ہاتھ، ان کی زبان خدا کی زبان ہوتی ہے پھر وہ خدا کے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں اور خدائی زبان سے بولتے ہیں، ان کی زبان کا وہی اثر ہوتا ہے جو زبان خدا کا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود (423)

ٹھوکر سے پانی:

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر پانی جاری کیا تھا، لیکن اس اعجاز کو بھی دیکھئے کہ حضور علیہ السلام نے پتھر پر ٹھوکر مار کر دریا بہا دیئے۔

ابن سعد وحبیب وابن عساکر حضرت سعید سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

(422)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، ج3، ص69، حدیث:4152

(423)۔۔: اس کا ارشاد درحقیقت اللہ تعالی کا ارشاد ہے اگرچہ بظاہر اللہ تعالی کے بندے کے منہ سے نکلے

ایک مرتبہ اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ مقامِ ذوالمجاز جو عرفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تشریف لے گئے، ابو طالب کو پیاس لگی اور سخت پیاس لگی اور انہوں نے خدمتِ اقدس میں تشنگی کی شکایت کی، حضور علیہ السلام نے یہ سن کر۔

فأهوى بعقبه إلى الأرض وفي رواية: إلى صخرة فركضها ،قال : فإذا أنا بالماء لم أر مثله، فشربت حتى رويت،فركضها ثانية فعادت كما كانت

ایک پتھر کو ایڑی لگائی، ابو طالب کہتے ہیں پس ناگاہ وہاں ایک بہت بڑا چشمہ جاری ہو گیا ایسا چشمہ میری آنکھوں نے اس سے قبل نہ دیکھا تھا، میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا پھر آپ نے ایڑی لگائی اور پانی بند ہو گیا۔(424)

اللہ اکبر !حضرت موسیٰ علیہ السلام تو عصا مارتے ہیں پھر کہیں پانی نکلتا ہے، مگر یہاں عصا مارنے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں تو پائے اقدس میں کلیم کے عصا جتنی طاقت ہے سچ ہے۔

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ اُن کی آنکھیں
جلتے بُجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

الغرض انبیاء کرام میں حضرت موسیٰ کی ذات تھی، چٹان کی رگیں پانی کی سوتیں بن گئیں مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے چمڑہ کا مشکیزہ گوشت و پوست کی مبارک انگلیاں سوکھے کنویں دہانِ مبارک کی کلیاں متعدد بار پانی کا خزانہ ثابت ہوئیں، یعنی کلیم نے صرف پتھر سے اور حضور علیہ السلام نے ہر جگہ سے دریا بہادیئے اور یہ پانی کا معجزہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کئی بار ظہور میں آیا، جو آپ کو اس نقشہ سے معلوم ہو گا۔

---

(424)۔۔:سیرت حلبیہ، باب وفات عبد المطلب و کفالتہ۔۔۔الخ، ص128
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات والخصائص الواقعۃ، باب نبع الماء من الارض، ج1، ص208 ماخوذاً

نقشہ رحمت

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
1	ذوالمجاز	عرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے	سیرت حلبیہ (i)	بحالت سفر صرف ابو طالب ہمراہ تھے	حضور علیہ السلام نے زمین یا پتھر پر ایڑی ماری عظیم الشان چشمہ جاری ہو گیا۔
2	ایک سفر کا واقعہ		صحیح بخاری (ii)	چالیس آدمیوں نے پیا اور اپنے برتن اور مشکیزے بھر لئے	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مشکیزے کو ہاتھ لگا دیا پانی بڑھ گیا
3	زوراء	بوقت نماز عصر	صحیح بخاری (iii)	تین سو اشخاص نے وضو کیا	برتن میں دست مبارک رکھ دیا، انگشتان مبارک سے پانی کے فوارے پھوٹ پڑے
4	کسی سفر میں	نماز کے وقت	صحیح بخاری (iv)	اسی 80 آدمیوں نے پانی پیا	ایک لگن میں دست اقدس رکھا انگلیوں سے پانی بہنے لگا

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
5	کسی سفر میں		صحیح بخاری[v]	ستر 70 آدمیوں نے وضو کیا	ایک پیالہ میں دست اقدس رکھا انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے
6	حدیبیہ	صلح کے موقعہ پر	صحیح بخاری[vi]	پندرہ سو نمازیوں نے پانی پیا اور وضو بھی کیا	چمڑے کے مشکیزے میں دست مبارک رکھا انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا۔
7	حدیبیہ	یہ دوسرا واقعہ ہے	صحیح بخاری[vii]	ڈیڑھ ہزار 1500 اشخاص نے پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا	کنویں کا پانی سوکھ گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمائی پانی ابل پڑا یہاں تک کہ کنویں کی منڈیر تک آ گیا
8		بحالت سفر	امتاع الاسماع[viii]	ہمراہیوں نے پیا تعداد معلوم نہیں	حضرت جابر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طشت میں وضو کرایا انگلیوں سے پانی نکلا اور طشت بھر گیا

نمبر شمار	نام مقام	کیفیت	نام کتاب	پیاسوں کی تعداد	کس طرح پانی جاری فرمایا
9	تبوک	بحالت سفر	صحیح مسلم (ix)	پورا قافلہ تھا	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی نہر میں ڈالا تھا نہر پانی سے بھر کر ابل پڑی
10		بوقت عصر	صحیح بخاری (x)	چودہ سو اشخاص نے وضو کیا اور پانی پیا	ذرا سے پانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں رکھ دیں پانی جوش مارنے لگا
11	ایک دن نماز فجر کے بعد	آفتاب نکل آیا نماز فجر قضا ہو گئی	صحیح مسلم (xi)	تمام لوگوں نے پیا	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا پانی لوگوں کو پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔
12	حضرت حبان صدائی کے ہمرہ	ایک سفر	مسند امام احمد بن حنبل (xii)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے فرمایا وضو کر لو	وضو کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں ہاتھ ڈال دیا پانی ابلنے لگا
13	ایک سفر	ابن مسعود راوی ہیں	صحیح بخاری (xiii)	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبارک پانی کی طرف دوڑو	ایک برتن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی پیش ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں رکھ دیں پانی کے فوارے جارے ہو گئے

حوالہ جات نقشہ رحمت

(i)۔۔:سیرت حلبیہ،باب وفات عبد المطلب و کفالتہ۔۔۔الخ،ج1،ص170

(ii)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،2/492،حدیث:3572

(iii)۔۔:حوالہ سابق،ص493

(iv)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،2/492،حدیث:3575بتغیرِ قلیل

(v)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،ج2،ص493،حدیث:3572

(vi)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،ج2،ص494،حدیث:3576

(vii)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب غزوۃ الحدیبیۃ،ج3،ص69،حدیث:4151

(viii)۔۔:امتاع الاسماع،سادس عشر:نبع الماء من بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم،ج5،ص88

(ix)۔۔: صحیح مسلم،کتاب الفضائل،باب المعجزات،ص963،حدیث:5947ماخوذاً

(x)۔۔: صحیح بخاری،کتاب الاشربہ،باب شرب البرکۃ والماء المبارک،ج3،ص595،حدیث:5639

(xi)۔۔: صحیح مسلم،کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ،باب قضاء الصلاۃ الفائتۃ۔۔الخ،ص268،حدیث:1562ماخوذاً

(xii)۔۔:مسند امام احمد بن حنبل،مسند الشامیین،حدیث حبان بن صدائی،ج6،ص170،،حدیث:17544

(xiii)۔۔: صحیح بخاری،کتاب المناقب،باب علامات النبوۃ فی الاسلام،ج2،ص495،حدیث:3579ملخصاً

انتباہ:

نقشہ ہذا میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں، وہ ایک ہی واقعہ کی متعدد حکایتیں نہیں ہیں، ہر ایک علیحدہ اور مستقل واقعہ ہے نقشہ کو دیکھنے سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ہر واقعہ کا عنوان موقع و محل علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ فرق امتیاز ہر ایک کو مستقل واقعہ بنا دیتا ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ کو عصا مارنے کی ضرورت پڑی، پھر کہیں پانی جاری ہوا اور وہ بھی صرف پتھر سے اور مخصوص ایام میں، مگر سید عالم ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ ﷺ جہاں سے چاہتے ہیں اور جس وقت چاہتے ہیں بغیر عصا کے پانی جاری فرما لیتے ہیں۔

امام ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طہارت کا ارادہ فرماتے اور پانی نہ پاتے تو مَدَّ اَصَابِعَہ

فَتَفَجر منها الماء حتى يقضى طهوره

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگشتِ مبارک اٹھاتے، اس سے پانی جاری ہو جاتا اور آپ طہارت فرما لیتے۔ (425)

اُنگلیاں پائیں وہ پیاری پیاری جن سے دریائے کرم ہیں جاری
جوش پر آتی ہے جب غم خواری تشنے سیراب ہوا کرتے ہیں

دودھ کی نہریں:

اور پھر اس پر غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ نے پتھر سے پانی جاری فرما کر بنی اسرائیل کی پیاس بجائی، مگر مصطفیٰ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی نہریں جاری فرما کر صحابہ کی تشنگی دور کی، گویا کلیم نے پانی سے اور حبیب نے دودھ اور پانی دونوں سے سیراب فرمایا۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن میں سرِ راہ آبیٹھا، حضرت ابو بکر میرے قریب سے گزرے اور میں نے ان سے قرآن کی چند

(425)۔۔: خصائص کبریٰ، زیادۃ ایضاح لہذا الباب، ج2، ص335

آیات کے متعلق دریافت کیا، میرا مقصود یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کھلاویں گے، مگر وہ یونہی تشریف لے گئے پھر عمر فاروق آئے، ان سے بھی ایک آیت کا مطلب پوچھا ان سے بھی غرض وہی تھی، مگر وہ بھی تشریف لے گئے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے دیکھا۔

فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي، وَعَرَفَ مَا فِي وَجْهِي

اور دیکھ کر تبسم فرمایا، یعنی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ لیا۔

پھر فرمایا کہ میرے ساتھ چلے آؤ، میں پیچھے پیچھے ہولیا، حضور دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا پایا، حضور نے فرمایا: ابوہریرہ اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ میں نے خیال کیا کہ اصحاب صفہ ستر آدمی ہیں ان میں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہو گی، اگر مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی (لیکن پیٹ پھر بھی نہ بھرتا) خیر اطاعت رسول مقدم تھی، میں نے اصحابِ صفہ کو بلایا، وہ حاضر ہوگئے، حضور علیہ السلام نے وہ دودھ کا پیالہ مجھے دے دیا اور فرمایا کہ ان سب کو پلاؤ، میں نے یکے بعد دیگرے سب کو پلایا اور وہ سب سیر ہوگئے، پھر آخر میں وہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا حضور نے پیالہ کو اپنے دستِ اقدس پر رکھا۔

اور مجھے دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا اے ابوہریرہ، اب میں رہ گیا ہوں، یا تم، میں نے عرض کی سچ ہے یارسول اللہ حضور نے فرمایا: اچھا بیٹھ اور اب تو پی، میں نے پینا شروع کیا فرمایا اور میں نے پیا، پھر حضور یہ ہی فرماتے رہے کہ پی پی۔

حَتَّى قُلْتُ: لاَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ، مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا

آخر میں نے عرض کی، یارسول اللہ مجھے اس ذاتِ مقدس جس نے اپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے اب تو میرا پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔ (426)

ناظرین! یہ دودھ کا پیالہ تھا مٹکا نہ تھا کتنا بڑا، خود ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک آدمی کے لیے بھی کافی نہ تھا اور اصحابِ صفہ ستر اصحاب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے

---

(426)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی واصحابہ۔۔ج4، ص234، حدیث 6452

کہ اپ نے ایک پیالہ دودھ کو دودھ کا سمندر بنادیا، ستر اصحابِ صفہ نے پیا، حضرت ابوہریرہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانی پڑی کہ اب گنجائش نہیں ہے۔

کیا اس پیالے کو کوئی بڑی سے بڑی جماعت ختم کرسکتی تھی، ہرگز نہیں، لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا، سب کے لیے کافی ہوتا ہے، اس پیالہ کو ختم کردینے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس نے اس پیالہ میں دودھ کی نہریں جاری کردی تھیں، یہ ہی وجہ ہے کہ یہ پیالہ اس وقت دودھ سے خالی ہوا، جب حضور علیہ السلام نے نوش فرمایا۔

چنانچہ حدیث بالا کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ جب ابوہریرہ خوب سیر ہو کر پی چکے تو انہوں نے وہ پیالہ حضور علیہ السلام کو واپس دے دیا۔فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمَّى وَشَرِبَ الفَضلَةَ اور حضور نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور بسم اللہ پڑھ کر اس پیالہ کا بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔(427)

کیوں جناب بُوہُریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے سَتّر صاحبوں کا دودھ سے مُنہ پھر گیا

کون سا پانی افضل ہے

بعض علماء فرماتے ہیں، سب پانیوں سے افضل ماءِ زمزم ہے،شبِ معراج اسی پانی سے قلبِ اقدس دھویا گیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ مائے کوثر افضل ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ جو پانی آپ کی انگشتانِ مبارک سے جاری ہوا۔(428) جس سے پندرہ سو پیاسوں کی پیاس بجھی وہ تمام

---

(427)۔۔:سابق حوالہ

(428)۔۔:الاشباہ والنظائرِ، الفن الرابع، کتاب الطھارۃ، ص 341

اس کی شرح میں حضرت علامہ و شیخ احمد بن محمد حموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام پانیوں میں سب سے افضل وہ پانی ہے جو نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک اُنگلیوں سے نکلا، اس کے بعد آبِ زمزم، اس کے بعد آبِ کوثر، پھر اس کے بعد دریائے نیل کا پانی افضل ہے اور اس کے بعد باقی نہروں کا پانی افضل ہے۔(غمز عیون البصائرِ، الفن الرابع فی الالغاز الطھارۃ، ج4، ص469)

پانیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

چنانچہ امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب ایک سفر میں پانی کی شکایت کی گئی تو حضور علیہ السلام نے بچا ہوا پانی طلب فرمایا، وہ ایک برتن میں آپ کے سامنے پیش ہوا، آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا۔ دستِ مبارک سے پانی پھوٹ پڑا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

حَيَّ عَلَى الطَّهُورِ المُبَارَكِ، وَالبَرَكَةُ مِنَ اللّٰهِ

وضو کے اس مبارک پانی کی طرف دوڑو اور برکت خدا کی طرف سے ہے۔(429)

اگرچہ اس حدیث میں صراحتاً یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ حضور کی انگلیوں والا پانی ہی سب پانیوں سے افضل ہے، لیکن حضور کا اس کو خصوصیت کے ساتھ مبارک فرمانا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

لہذا یہ پانی اس لیے بھی سب پانیوں سے افضل ہے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے نکلا ہے، اور حضور کا جزہے، اور یہ قطعی بات ہے کہ جو چیز حضور کا جزہے، وہ کائنات سے افضل ہے، لہذا یقیناً یہ پانی بھی تمام پانیوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(45) خطابتِ نبوی

خطابت اور تقریر، نبوت کا نہایت ہی ضروری عنصر ہے، اسی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو فرعون کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تو آپ کو یہ دعا کرنی پڑی۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آبِ زم زم سارے پانیوں سے حتّٰی کہ جنت کے کوثر و سلسبیل سے بھی افضل ہے ورنہ فرشتے کوثر لاتے اور کیوں نہ ہو کہ یہ پانی حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں سے پیدا ہوا۔ اس لیے افضل وہ پانی ہے جس کے چشمے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُنگلیوں سے چھوٹے اس پانی سے (بھی) افضل حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مُنہ شریف کا لُعاب ہے کہ ان دونوں پانیوں کو حضور سیّدُ الانبیاء علیہ السلام سے نسبت ہے۔ (مرآۃ المناجیح، باب علامات النبوۃ، الفصل الاول، ج8، ص114)

(429)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص495، حدیث:3579 ملخصًا

﴿وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي (۲۷) يَفْقَهُوا قَوْلِي (۲۸)﴾

خداوند! میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔[430]

گویا موسیٰ کلیم کو کمال خطابت حاصل کرنے کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنی پڑی۔

مگر سید الانبیاء حبیب خدا محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو خود پیش گاہِ الٰہی سے یہ وصف کامل عطا کیا گیا تھا اور رب تعالیٰ نے اپنے محبوب میں ہر کمال کو جمع فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحدیث نعمت کے طور پر خود ارشاد فرماتے ہیں: أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ میں فصیح ترین عرب ہوں، میں کلماتِ جامعہ لے کر مبعوث ہوا ہوں۔[431]

خطابت کے اجزاء:

اعلیٰ درجہ کے خطیب کے لیے متعدد امور کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً آواز کا شیریں ہونا، کلام کا مختصر اور جامع ہونا اور تنافر حروف[432]، ضعف تالیف،[433] غرابت،[434] مخالفتِ قیاس[435] لغوی سے خالی ہونا اور گفتگو کا مقتضیٰ حال[436] کے مطابق ہونا اور ہر شخص کی فہم کے مطابق بات کرنا۔

اگر رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو، آواز اس کی شیرینی دلآویزی طرزِ بیان اور فصاحت و بلاغت پر تبصرہ کیا جائے، تو اس کے لیے دفتر درکار ہیں، یہاں ہم خطبہ کے آخری اور مہتم بالشان جز جس کو اثر انگیزی سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں، کیونکہ

---

(430)۔۔: پارہ 16، طٰہٰ، آیت: 27، 28

(431)۔۔: شرح السنہ للبغوی، کتاب الجمعۃ، باب فرض الجمعۃ، 4/202

صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، باب قول النبی "بعثت بجوامع الکلم"، ج4، ص498، حدیث: 7273

(432): کلمہ میں ایک ایسا وصف ہے جو کلمہ کو زبان پر ثقیل بنادیتا ہے اور اس کلمے کا بولنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(433): مشہور نحوی قاعدے کے خلاف ہو تو اسے ضعف تالیف کہتے ہیں۔

(434): یعنی اس کا معنی ظاہر نہ ہو۔

(435): جب کوئی کلمہ صرفی قاعدے کے مطابق نہ ہو تو اسے مخالف قیاس کہتے ہیں۔

(436): حالت جس گفتگو کا تقاضا کرتی ہے، اس کے مطابق ہونا

اسی جز کو حضرت موسیٰ کی دعا سے شدید لگاؤ ہے۔

خطباتِ نبوی کی اثر انگیزی:

(1) خطبات نبوی کی اثر انگیزی اور رفعت در حقیقت معجزہ تھی، پتھر سے پتھر دل بھی حضور کی گفتگو کو سن کر چند لمحوں میں موم ہو جاتا تھا، مکہ معظمہ میں ایک مرتبہ حضور نے سورہ والنجم کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ تو یہ اثر ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے سرکش اور سخت دل کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔[437]

(2) مکہ میں ایک شخص ضماد نامی جو جھاڑ پھونک کرنا جانتے تھے، آئے اور یہ سن کر کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون ہے، بغرض علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نے ان کے سامنے ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ انہوں نے عرض کی، ذرا پھر دہرائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تقریر کئی بار دہرائی، تو اخیر میں ضماد نے کہا۔

فقال: واللہ سمعت قول الکھنۃ و قول الشعراء فما سمعت مثل ھؤلاء الکلمات

خدا کی قسم میں نے شاعروں کے قصیدے کاہنوں اور ساحروں کے کلام سنے ہیں لیکن یہ تو چیز ہی اور ہے۔[438]

(3) ایک دفعہ نو مسلم قبیلہ ہجرت کر کے مدینہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امداد کی ضرورت سمجھی، مسجد نبوی میں جمعہ کے دن لوگ جمع ہوئے اور آپ نے خطبہ دیا، جس میں یہ آیت بھی تلاوت فرمائی ﴿یَاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمُ ۔۔۔الخ﴾

---

(437)۔۔: صحیح بخاری، کتاب سجود القرآن، باب ماجاء فی سجود القرآن۔۔الخ، ج1 ص366، حدیث:1067

(438)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ص335، حدیث:2008 ملتقطاً

الطب النبوی لابی نعیم، باب فی تقدیم المعرفۃ فی صناعۃ الطب، 1/195، رقم:44

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔[439]

اس کے بعد فرمایا: درہم، کپڑا، غلہ بلکہ چھوارا کا ایک ٹکڑا جو ہو، راہِ خدا میں دو (اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت جو تھی وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے، تاہم حضور کی رقت انگیز اور موثر تقریر نے یہ اثر کیا کہ جس کے پاس جو کچھ تھا دے دیا، بعض نے اپنے کپڑے تک اتار دیئے، کسی نے گھر کا غلہ حاضر کر دیا) ایک انصاری اپنے گھر سے اشرفیوں کا توڑا اٹھالائے، جو اس قدر بھاری تھا کہ ان سے مشکل سے اٹھتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں آپ کے سامنے غلہ اور کپڑے کے دو بڑے بڑے ڈھیر لگ گئے۔[440]

غرض کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک خطبات میں اس درجہ کا اثر تھا کہ جب دو قبیلوں میں اشتعال پیدا ہوتا، تو سرکار کے چند فقرے جوشِ محبت کا دریا بہادیتے۔

(4)۔ غزوہ بدر سے پہلے ایک دفعہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر نکلے، مسلمان اور منافقین یکجا بیٹھے ہوئے تھے، مسلمانوں نے تو سلام کیا، مگر منافقین نے ایک گستاخانہ فقرہ استعمال کیا، یہ چنگاری تھی جس نے سارے خرمن[441] کو آگ لگادی، قریب تھا کہ جنگ وجدل برپا ہو جائے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند الفاظ مبارکہ نے اس آگ پر پانی ڈال دیا۔

(سلام علیٰ جماعتہ فیھا المسلم والکافر)[442]

(5) واقعہ افک میں اوس و خزرج میں اس قدر اختلاف پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ خاص مسجد نبوی میں تلواریں نیام سے نکل پڑیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ فرما تھے، اپنے

---

(439)۔۔: پارہ4، النسآء، آیت: 01

(440)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق۔۔۔الخ، ص394، حدیث: 2351

(441): غلے کے ڈھیر، کھلیان

(442)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس، ج2، ص209، حدیث: 2691 ماخوذاً

سلسلہ تقریر کو جاری رکھا جس کا اثر یہ ہوا کہ محبت و شفقت کی لہریں پھر جاری ہو گئیں۔[443]

(6)۔غزوہ مصطلق سے واپسی پر ایک واقعہ پیش آیا، مہاجرین و انصار میں شدید اشتعال پیدا ہوا، قریب تھا کہ دستِ و گریباں ہو جائیں، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمائی کہ چند لمحوں میں مہاجرین وانصار شیر و شکر تھے۔[444]

وعظ و نصیحت کے اثرات:

وعظ و نصیحت میں جو خطبات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے ان کی اثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ انسان تو انسان جمادات بھی موثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے، ایک صحابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتے تھے:

(7) وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَومًا بَعدَ صَلَاةِ الغَدَاةِ مَوعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَت مِنهَا العُيُونُ وَوَجِلَت مِنهَا القُلُوبُ

صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا موثر اور بلیغ وعظ فرمایا کہ آنکھیں اشک ریز ہو گئیں، اور دل کانپ اٹھا۔[445]

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک اور مجلس وعظ کی تاثیر کی کیفیت یوں بیان فرمائی:

(8) قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِتنَةَ القَبرِ الَّتِي يَفتَتِنُ فِيهَا المَرءُ، فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ المُسلِمُونَ ضَجَّةً

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس میں فتنہ قبر جس میں انسان

---

(443)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب تعدیل النساء۔۔الخ، ج2، ص197، حدیث:2661بتغیرٍ

(444)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ "سواء علیہم استغفرت لہم۔۔۔ج3، ص355، حدیث:4905
سیرت مصطفیٰ، ص308

(445)۔۔:سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ۔۔ج4، ص308، حدیث:2685

کی آزمائش ہو گی، بیان فرمایا تو مسلمان چیخ اٹھے۔[446]

(9) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سعید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے خطبہ دیا اور آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے۔ وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ

قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے اور پھر جھک گئے، لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ جو جہاں تھا وہیں سر جھکا کر رونے لگا۔ راوی کہتے ہیں ہمیں بھی ہوش نہ رہا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قسم کس بات پر کھا رہے ہیں۔[447]

(10)۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، یہ خطبہ اس قدر موثر تھا کہ میں نے ایسا خطبہ نہیں سنا، حضور نے اثنائے تقریر میں فرمایا: لوگو! جو میں جانتا ہوں وہ تم بھی جانتے تو ہنستے کم روتے زیادہ، اس مبارک فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ لوگ منہ پر کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔[448]

حضور کے خطبات کے بے جان چیزوں پر اثرات:

یہ تو خطباتِ نبوی کے انسانوں پر اثرات تھے، لیکن جمادات جو فہم و عقل کے مالک نہیں ہیں، ان پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات کا کیا اثر ہوتا تھا، وہ مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم کیجئے:

(11)۔ امام ابو نعیم و بزار و ابن عدی حضرت ابن عمر[449] سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی:

---

(446)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ج 1، ص 463، حدیث: 1373

(447)۔۔: سنن نسائی، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، ص 399 حدیث: 2435

(448)۔۔: صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ المائدۃ، باب لاتسئلوا عن اشیاء۔۔ الخ، ج 3، ص 218، حدیث: 4621

(449)۔۔: یہاں کاتب کی غلطی کے سبب ابن عمران لکھا گیا تھا، ہم نے کثیر کتب میں دیکھا، یہ روایت ابن عمر سے ہی مروی ملی۔ اس لئے بندہ ناچیز نے متن میں درستی کر دی ہے۔۔ جاوید قادری

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ تم نے اللہ کی قدر جیسے کہ ہے، نہ جانی۔[450]
جب زبان اقدس سے یہ کلمات نکلے تو لکڑی کے منبر سے یہ آواز آئی۔فَقَالَ المِنبَر هَكَذَا فجَاء وَذهب ثَلَاث مَرَّات ایسا ہی ہے یعنی صحیح فرمایا ہے، پھر منبر تین مرتبہ آگے پیچھے ہوا۔[451]

(12)۔ امام احمد و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابن عمر سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھے ہوئے فرمارہے تھے:
يَأخُذ الجَبَّار سمواته وأرضه بِيَدِهِ ثمَّ يَقُول أَنا الجَبَّار أَين الجبارون أَين المتكبرون ويتميل رَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم عَن يَمِينه وَعَن يسَاره
قیامت کے دن زمین و آسمان خدا کی مٹھی میں ہوں گے، جبار فرمائے گا متکبرین کہاں ہیں، جبارین کہاں ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے جاتے تھے اور دائیں بائیں مائل بھی ہوتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور کے خطبہ کے جلال سے۔حَتَّى نظرت إِلَى المِنبَر يَتَحَرَّك من أَسفَل شَيْء مِنهُ حَتَّى أَنِّي أَقُول أساقط هُوَ برَسُول الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم قدم پاک کے نیچے منبر حرکت کر رہا تھا اور منبر اس قدر متحرک ہوا کہ ہمیں یہ کہنا پڑا کہ یہ حضور کو ساتھ لے کر زمین پر آرہے گا۔[452]

---

(450)۔۔: پارہ 17، الحج، آیت: 74
(451)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی انواع الجمادات، باب تحرک المنبر، ج2، ص129
مسند البزار، مسند ابن عباس، ج12، ص27، حدیث: 5398
(452)۔۔: صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ ولجنۃ والنار،، باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، ص1149، حدیث: 7051، 7052
خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی انواع الجمادات، باب تحرک المنبر، ج2، ص129 ماخوذاً
سنن ابن ماجہ، باب فیما انکرت الجہمیۃ، ج1، ص131 حدیث: 198

الغرض اشرف انبیاء محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطبہ میں کمال عطا ہوا تھا جو کسی نبی ورسول میں نہ تھا اور آپ میں وصف خطابت اس درجہ کا تھا، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعا کے بعد بھی نہ حاصل ہوا تھا۔

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

(46)شفائے امراض

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

سیدنا مسیح علیہ السلام کا اندھوں اور برص والوں کو تندرست، اور مردوں کو زندگی بخشنے کا ذکر قرآنِ حکیم میں موجود ہے، رب العزت جل مجدہ فرماتا ہے:

﴿وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ﴾

اور تم اچھا کر دیتے، مادر زاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے اور تم نکالتے قبروں سے مردوں کو زندہ کر کے میرے حکم سے۔ (453)

آیتِ بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین مرضوں کے ازالہ کی قوت دی گئی تھی، مگر حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن ہر مرض کی دوا اور ہر بیماری کے لیے فوری شفا ہے۔

دکھ درد میں لوگ ڈاکٹروں اور حکیموں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، مگر صحابہ کرام دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفا چاہتے ہیں۔ شفاخانہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مریض آتے ہیں اور حضور علیہ السلام کبھی لعابِ دہن لگا کر اور کبھی دستِ اقدس پھیر کر امراض کو دفع فرما دیتے ہیں۔

---

(453)۔۔:پارہ7،المآئدۃ،آیت:110

دواؤں کے استعمال سے یہ یقین نہیں کہ ضرور شفا ہو گی، مگر لعابِ رسول کی یہ خصوصیت ہے کہ لگاتے ہی فوراً شفا ہوتی ہے، نہ انتظار کرنا پڑتا ہے اور نہ امید باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ہوتی ہے شفا دم میں دم آتا ہے بے دم میں
محبوبِ خدا کا ہے کیا خوب شفا خانہ

اب ہم اس باب میں شفائے امراض کی چند حدیثیں نقل کرتے ہیں، جن سے ناظرین یہ اندازہ کر سکیں گے کہ اگر مسیح کلمۃ اللہ تین مرضوں کے ازالہ کی قوت رکھتے تھے تو مصطفیٰ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء ہر مرض کے لیے شافی الامراض ہیں۔

اندھے کا بینا ہونا:

امام بیہقی و طبرانی حبیب ابن فدیک (454) سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انکی آنکھیں بظاہر اچھی معلوم ہوتی تھیں مگر دکھائی کچھ نہ دیتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا؟ عرض کی:

وَقعت رجلي على بيض حَيَّة فأصيب بَصرِي فنَفَثَ رَسُولُ الله صلى الله عَلَيهِ وَسلم فِي عَينَيهِ فأبصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا پاؤں سانپ کے انڈوں پر پڑ گیا، جب سے بینائی جاتی رہی، حضور نے دم کر دیا، اسی وقت بینائی واپس آگئی۔ (455)

مادرزاد اندھے کا بینا ہونا:

امام ترمذی و حاکم حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا خدمتِ

---

(454)۔۔: معجم الصحابہ اور معجم کبیر للطبرانی میں ان کا نام حبیب بن فریک لکھا ہے۔ ان تمام سے سمجھ یہی آتا ہے کہ "حبیب بن فدیک، فویک اور فریک" یہ تینوں ایک ہی راوی کے نام ہیں۔ جاوید قادری

(455)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماننفثہ فی عینین۔۔ الخ، ج6، ص173
خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب آیاتہ فی ابراء الابکم۔۔۔ الخ، ج2، ص115
معجم کبیر للطبرانی، حبیب بن فریک، ج4، ص25، حدیث: 3546

اقدس میں حاضر ہوا، عرض کی: دعا کیجئے، رب تعالیٰ میری آنکھیں اچھی کر دے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاوضو کر، پھر دورکعت نماز پڑھ، پھر یہ دعا کر:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسأَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّد نَبِيِّ الرَّحمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّي ان يكشف عن بصرى قال وقد كشف الله عن بصره

اے رب! میں سوال کرتا ہوں اپنے نبی کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں متوجہ ہوتا ہوں، آپ کے وسیلہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب کی طرف تاکہ میری آنکھیں کھل جائیں۔ یہ دعا کرتے ہی اللہ نے ان کی آنکھیں روشن کر دیں۔(456)

حضرت قتادہ کی آنکھ:

امام ابو نعیم ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں حضرت قتادہ کی دونوں آنکھیں تیر کے لگنے سے ان کے رخسار پر بہہ آئیں، حضرت قتادہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔فأعادهما مكانهما وبزق فيهمَا فعادتا تبرقان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں کو خانہ چشم میں رکھ کر لعابِ دہن لگا دیا، دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں۔(457)

امام ابو نعیم ویلیٰ جدِ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ کی آنکھ احد کی لڑائی میں بھی پھوٹ کر ان کے رخسانہ پر بہہ آئی، قتادہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔فغمز عينه براحته فَكَانَ لَا يدرِي أَي عَينَيهِ أُصِيبَت

---

(456)۔۔:خصائص کبریٰ، باب دعارد البصر للاعمی، ج2، ص347
سنن ترمذی، احادیث شتی، باب، ج5، ص336، حدیث:3589بتغیرٍ
المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الدعاء، والتکبیر۔۔۔الخ، ج1، 707، حدیث:1929
المجالس الوعظیہ فی شرح احادیث خیر البریہ، المجلس الحادی عشر، ج1، ص252
(457)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ وقعت فی الغزوات، باب ماوقع فی غزوۃ بدر۔۔الخ، ج1، ص338

حضور نے اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کو بند کر دیا تو یہ حال ہوا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ پھوٹی تھی۔[458]

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت قتادہ کی آنکھیں دو دفعہ پھوٹ کر ان کے رخسار پر بہہ آئیں، جنگِ بدر میں اور جنگِ احد میں، مگر سبحان اللہ کہ حضور علیہ السلام نے دونوں مرتبہ ان کی آنکھیں تندرست فرمادیں۔

حضرت ابوذر کی آنکھ:

ابو یعلیٰ عبد الرحمن بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ[459] کی آنکھ پھوٹ گئی۔فبزق فِيهَا النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم فَكَانَت أصح عَينَيهِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگادیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی آنکھ خدا کی بنائی آنکھ سے زیادہ روشن ہوگئی۔[460]

علامہ زرقانی: فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ، معجزہ عیسوی سے اقویٰ ہے، کیونکہ حضرتِ عیسی ان آنکھوں کو تندرست فرماتے تھے، جو اپنے مقام پر ہوتی تھیں، صرف قوتِ بینائی ان میں نہ ہوتی تھی، لیکن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعجاز دیکھئے کہ آپ ان آنکھوں کو تندرست فرمارہے ہیں جن کی نہ صرف قوتِ بینائی جاچکی ہے، بلکہ آنکھ خانہ چشم سے نکل کر پھوٹ چکی ہے۔

علامہ زرقانی کے اصل الفاظ یہ ہیں:فهذا أبلغ من إبراء الأكمه، لأن عينيه في

---

(458)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ وقعت فی الغزوات، باب ماوقع فی غزوۃ احد۔۔الخ، ج1، ص360

(459)۔۔: یہ مشہور روایت حضرت قتادہ کے بارے میں ہے، البتہ خصائص کبریٰ، الکتب الحدیثیہ کے نسخے میں صفحہ 541 پر اسی مقام پر حاشیے میں لکھا ہے: شاید یہاں قتادہ کی جگہ غلطی سے ابوذر کا نام لکھا گیا ہے، کیوں کہ حضرت ابوذر غزوہ احد میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔۔۔جاوید قادری

(460)۔۔: مسند ابی یعلی، مسند قتادہ بن نعمان، ج3، ص120، حدیث:1550

مکانهما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایسی آنکھوں کو تندرست فرمانا حضرت عیسی کے **إبراء الأكمه** (461) سے اقویٰ ہے، کیونکہ وہاں آنکھ اپنے مقام پر موجود ہے۔ (462)

ڈوبی ناویں تراتے یہ ہیں — ہلتی نیویں جماتے یہ ہیں
ٹوٹی آسیں بندھاتے یہ ہیں — چھوٹی نبضیں چلاتے یہ ہیں
جلتی جانیں بجھاتے یہ ہیں — روتی آنکھیں ہنساتے یہ ہیں

مولیٰ علی کو آشوبِ چشم:

امام بخاری سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کی ایک شام حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا، جب صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی کو طلب فرمایا، صحابہ نے عرض کی انہیں آشوب چشم ہے۔ اور یہ آشوبِ چشم بھی اتنا سخت تھا کہ جس کے متعلق مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک صحابی سلمہ بن اکوع (463) حضرتِ علی کا ہاتھ پکڑ کر حضور کی خدمت میں لائے تھے۔

فَبَصَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي عَينَيهِ فَبَرَأَ حَتَّى لَم يَكُن بِهِ وَجَعٌ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈال دیا، فوراً آنکھیں اچھی ہو گئیں گویا کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔ (464)

---

(461)۔۔: یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
ترجمہ کنزالایمان: اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے (کو)۔ (پارہ 3، اٰل عمرٰن، آیت: 49)

(462)۔۔: شرح زرقانی علی المواہب، الفصل الثانی، فیما خصہ اللہ تعالی بہ۔۔۔ الخ، ج7، ص101

(463)۔۔: کسی بھی متن حدیث میں اس مقام پر سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا نام نہیں ملا، جبکہ خصائص کبری میں حضرت سلمہ سے ایک روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ہو سکتا مصنف نے اسی لئے تفسیری ترجمہ کرتے ہوئے صحابی کا نام بھی ذکر کر دیا ورنہ اس مقام پر حدیث کے الفاظ صحیح مسلم اور دیگر کتب میں یہ ہیں: فَأُتِيَ بِهِ۔۔ جاوید قادری

(464)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، ج2، ص312، 313، حدیث: 3009
مسند امام احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث سہل بن سعد، 8/430، حدیث: 22884
صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ج3، ص85، حدیث: 4210

حضرت علی پر لعابِ مبارک کے اثرات:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ مبارک کا صرف یہ ہی اثر نہ ہوا کہ آپ کی دکھتی آنکھیں اچھی ہو گئیں، بلکہ لعابِ مبارک کے کافی اثرات رونما ہوئے، خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا ہے

فَمَا وَجَدتُ بَرَدًا، وَلَا حَرًّا،وَلَا رَمِدَت عَينَايَ

اس وقت سے میں سردی اور گرمی بھی محسوس نہیں کرتا اور نہ اب کبھی میری آنکھیں دکھنی آئیں۔ (465)

حضرت علی کا لباس:

امام طبرانی و ابونعیم حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی سخت گرمیوں میں موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ويلبس فِي البرد الشَّديد الثَّوبَينِ الخفيفين وَمَا يُبَالِي اور سخت سردیوں میں باریک کپڑے پہنتے تھے اور سردی کی کوئی پروا نہ کرتے تھے۔ (466)

حضرت شبرمہ فرماتے ہیں: میں نے مقام ذی قارن میں حضرت علی کو دیکھا کہ سخت سردی میں آپ نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ آپ اپنے اونٹ کو کھینچ رہے تھے اور آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، جب میں نے اس کا سبب پوچھا تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ مبارک کے اثرات ہیں۔ (467)

برص کے مریض کی صحت:

حضرت معاذ بن عفراء کی بیوی کو برص کا مرض تھا انہوں نے دربارِ رسالت میں شکایت

---

(465)۔۔: معجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ علی، ج4، ص133، حدیث:3796

(466)۔۔:خصائص کبریٰ، باب ماوقع فی غزوۃ خیبر۔۔الخ، ج1، ص418

دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی بعث السرایا۔۔الخ، ج4، ص213

(467)۔۔: خصائص کبریٰ، باب ماوقع فی غزوۃ خیبر۔۔الخ، ج1، س419 ماخوذا

کی۔فمسح علیها بعصا فأذهب الله البرص منها حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا مبارک ان کے جسم پر پھیرا، برص کا مرض فوراً جاتا رہا۔(468)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا دستِ مبارک پھیر کر مرض برص کو دور فرماتے تھے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عصا مبارک سے شفائے کامل عطا فرما رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عصا مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ جتنی طاقت رکھتا ہے سچ ہے۔

محبوبِ خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا دنیامیں کوئی آیا نہیں ہے

جلے ہوئے ہاتھ کا اچھا ہونا:

امام بیہقی محمد بن حاطب سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر پکتی ہوئی ہانڈی گر گئی اور میرا ہاتھ جل گیا، میری والدہ مجھے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے کر حاضر ہوئیں:

وَجَعَلَ يَتفُلُ عَلَيهَا،وَيَقُولُ: أَذهِبِ البَاسَ رَبَّ النَّاس فبَرِئَتُ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ پر دم کیا اور فرمایا:اذهب الباس، اسی وقت جلا ہوا ہاتھ اچھا ہو گیا۔(469)

مہلک زخم کا اچھا ہونا:

امام بیہقی محمد بن ابراہیم سے روایت کرے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بِرجلِهِ قرحَة قد أعيت الأَطِبَّاء اس کے پاؤں میں زخم تھا جس کے علاج سے اطباء عاجز آ چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی پر لعاب لگا کر زخم پر مل

---

(468)۔۔:شرح زرقانی علی المواہب، الفصل الثانی، فیما خصہ اللہ تعالی بہ۔۔۔الخ،ج7،ص101 ملتقطاً

(469)۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب مانفقثہ فی عینین۔۔الخ،ج6،ص174 ماخوذاً

خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب آیاتہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فی ابراء۔۔۔۔الخ،ج2،ص115

دیا۔[470] زخم اسی وقت اچھا ہو گیا۔

تم سے اس بیمار کو صحت ملے جس کو دے دیں حضرتِ عیسیٰ جواب

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا:

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا، حضرتِ سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔فَنَفَثَ فِيهِ ثَلاَثَ نَفَثَاتٍ، فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ دم فرمایا، زخم اسی وقت اچھا ہو گیا۔[471]

ٹوٹے ہوئے ہاتھ کا اچھا ہونا:

امام بیہقی حبیب ابن یساف سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، میرے کندھے پر ایک ضرب لگی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ فَأَتيت النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم فتفل فِيهَا وألزقها وبرأت وَقتلت الَّذِي ضَرَبَنِي

میں حضور کی خدمت میں آیا، آپ نے لعابِ دہن لگا کر میرا ہاتھ جوڑ دیا، پھر میں نے اسی ہاتھ سے اس شخص کو قتل کر دیا جس نے مجھے زخمی کیا تھا۔[472]

لکنت کا دُور ہونا:

بشر[473] بن عقربہ جہنی کہتے ہیں، میرے والد جنگِ احد میں شہید ہو گئے میں روتا ہوا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتا ہے؟، کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں تیرا والد اور عائشہ تیری والدہ ہو جائیں، پھر حضور نے میرے سر پر اپنا ہاتھ

---

(470)۔۔:حوالہ سابق

(471)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخیبر، ج3، ص84، حدیث:4206

(472)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیونات، ج2، ص، 116

(473)۔۔:ان کا نام بشیر ہے لیکن انہیں بشر بھی کہا جاتا ہے۔جاوید قادری

مبارک پھیرا۔

فَكَانَ أثر يَده من رَأسِي أسود وسائره أَبيض وَكَانَت فِي لساني عقدَة فتفل فِيهَا فانحلت

تو میرے جن بالوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ پھر گیا وہ سیاہ رہے اور باقی سفید، میری زبان میں گرہ تھی، آپ ﷺ نے لعابِ دہن ڈال دیا، فوراً گرہ کھل گئی۔ (474)

شافع	نافع	رافع	دافع
کیا کیا	رحمت	لاتے	یہ ہیں

ورم کا تحلیل ہونا:

ابن سعد عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسما بنت ابو بکر کی گردن میں ورم تھا۔فَجعل النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم يمسحها فَذهب الورم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ اقدس ان کی گردن پر (475) پھیر دیا ورم جاتا رہا۔ (476)

دستِ مبارک پھیر کر بال اگا دیئے:

ابن سعد طبقات میں ہلب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ ہلب ابن یزید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وَهُوَ أَقرع فَمسح رَأسه فنبت شعره ان کے سر پر بال نہ تھے، حضور ﷺ نے دست مبارک پھیرا، اسی وقت بال اُگ آئے۔ (477)

دستِ مبارک پھیر کر سو برس کی عمر کر دی:

امام بیہقی عبد اللہ بن بسر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے عبد اللہ کے سر پر

(474)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب الشعر الذی وضع یدہ۔۔الخ، ج2، ص139

(475)۔۔: یعنی کپڑے کے اوپر سے ہاتھ پھیرا

(476)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب آیاتہ ﷺ فی ابراء۔۔الخ، ج2، ص116 ماخوذاً

(477)۔۔: الطبقات الکبری، الھلب بن یزید بن عدی۔۔الخ، ج1، ص107، رقم:1874

ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ يَعِيشُ هَذَا الغُلَامُ قَرنًا وَكَانَ في وجهه ثألول قَالَ: لَا يَمُوتُ هَذَا حتى يذهب الثألول مِن وَجهِهِ

یہ لڑکا ایک قرن (478) زندگی پائے گا، ان کے چہرہ پر ثولول (479) تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے مرنے سے پہلے دور ہو جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (480)

مجنون کا اچھا ہونا:

ابو نعیم حضرت وازع سے روایت کرتے ہیں کہ میں مجنون بچے کو دربارِ رسالت میں لے کر حاضر ہوا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چہرہ پر دستِ مبارک پھیر دیا اور دعا بھی فرمائی۔فَلم يكن بعد دَعوَة النَّبِي صلى الله عَلَيهِ وَسلم أَعقل مِنهُ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد وہ لڑکا سب میں زیادہ عقل مند ہو گیا۔ (481)

بشر بن معاویہ کا ہاتھ:

امام بخاری تاریخ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت بشر بن معاویہ اپنے والد کے ہمراہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ اور سر پر دستِ اقدس پھیر دیا جس کا اثر یہ ہوا۔وَكَانَ لَا يمسح شَيئا إِلَّا برأَء کہ بشر جس مریض پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے اس کو شفا ہو جاتی۔ (482)

ناظرین! حضرت بشر کے ہاتھ میں یہ طاقت یہ برکت کہاں سے آ گئی، ان کے ہاتھ میں بیمار کو اچھا کر دینے کی قوت کیوں پیدا ہو گئی، ان کے ہاتھ ساری دنیا کے ہاتھوں سے کیوں ممتاز ہو گئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سر پر حضور علیہ السلام کا مبارک ہاتھ پھر گیا تھا۔ یہ حضور

---

(478): دس، بارہ، تیس، اسّی یا ایک سو بیس برس کا زمانہ، دراز مدت

(479): مسّے، پھنسیاں

(480)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی اخبارہ بعمر من سماھا۔۔الخ، ج6، ص503

(481)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی ضروب الحیوانات، باب آیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ابراء الاکمہ۔۔الخ، ج2، ص117

(482)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات التی وقعت۔۔۔الخ، باب ماوقع فی وفد بنی البکاء، ج2، ص47

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اسی کا تصرف اور اسی کا فیض تھا، جو حضرت بشر کے ہاتھ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفائے امراض کا معجزہ ملا تھا، مگر مصطفیٰ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے دوسروں کے ہاتھوں میں ہر مرض کے ازالہ کی طاقت عطا فرما دی تھی۔

(47) احیائے اموات

دیکھیں جاں بخشیٔ لب کو تو کہیں خضرو مسیح
کیوں مَرے کوئی اگر ایسی مسیحائی ہو

مردے کو زندہ کرنا حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے اعظم معجزات سے ہے، تفسیر معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ نے چار اشخاص کو زندہ فرمایا۔

1۔ عازر حضرت مسیح کے دوست جن کو تین دن بعد قبر سے نکالا۔

2۔ ایک بڑھیا کا بیٹا جس کا جنازہ لے جایا جا رہا تھا۔

3۔ محصل چنگی کی لڑکی جو ایک دن کی مری ہوئی گھر میں پڑی تھی۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ ان تینوں کی اولاد بھی ہوئی۔(483)

4۔ چوتھے سام ابن نوح کو بھی آپ نے زندہ کیا۔

جب یہ قبر سے نکلے تو قیامت کے خوف کی وجہ سے ان کے بال سپید ہو گئے تھے، حالانکہ قاعدہ یہ تھا کہ ان لوگوں کے جسم قبر میں سلامت رہتے تھے، سام نے زندہ ہوتے ہی پوچھا کیا قیامت آگئی؟ حضرت مسیح نے فرمایا، نہیں، سام نے کہا: تو پھر میں زندگی نہیں چاہتا اور اس شرط پر مرنا چاہتا ہوں کہ سکراتِ موت کی تکلیف سے محفوظ رہوں، حضرت مسیح علیہ السلام

---

(483)۔۔: تفسیر جلالین، پارہ 3، اٰل عمرٰن، تحت الآیۃ:49، ص 51 بتغیرٍ

نے دعا فرمائی اور یہ اسی وقت انتقال کر گئے۔[484]

قرآن حکیم نے دو مقام پر حضرت مسیح کے معجزات میں احیائے اموات کے معجزہ کا ذکر کیا ہے۔[485] مگر یہ تفصیل نہ بیان فرمائی کہ مسیح علیہ السلام کے دستِ اقدس نے کتنے مردے زندہ کیے، تاہم تفاسیر بلکہ انجیل مقدس کے مطالعہ سے بھی یہ ہی ظاہر ہوتا ہے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف چار ہی مردے زندہ کیے جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

لیکن سید الانبیاء محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے اعجاز کا کیا پوچھنا ہے، حضور تو روح عالم اور جانِ کائنات ہیں، اور آپ کی مقدس روح یعسوب الارواح[486] ہے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں یہ جہان کی جان ہے توجہان ہے

چنانچہ یہ پھولوں میں مہک، کلیوں میں چٹک، دریا میں روانی، آبشاروں میں جوش سمندر میں تلاطم، ہوا میں تیزی، دن میں نور، سورج میں چمک، چاند میں دمک، ستاروں میں جھلک، غرضیکہ باغ عالم میں بہار، زمین و آسمان کو قرار چمنستان اسلام میں شادابی ملتِ ابراہیمی کی سرسبزی اسی جان عالم روح کائنات کے دم قدم سے ہے۔

ہے اُنہیں کے دم قدم کی باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالَم نہیں

لہٰذا افضل کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مردے زندہ کرنا کیا دشوار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سوکھے درخت اور پتھروں کو زندہ فرمادیا اور صرف زندہ ہی نہیں کیا، بلکہ حضور کی برکت سے ان جمادات میں صفاتِ انسانی پیدا ہو گئیں۔

---

(484)۔۔: تفسیر معالم التنزیل، پارہ 3، اٰل عمرٰن، تحت الآیۃ: 49، ج 1، ص 40
تفسیر جلالین، پ 3، اٰل عمرٰن، تحت الآیۃ: 49، ص 51

(485)۔۔: پارہ 3، اٰل عمرٰن، آیت: 49

(486)۔۔: روحوں کی بادشاہ ہے۔

حضور علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیئے:

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، عرض کی سرکار میری لڑکی فلاں جنگل میں مرگئی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے ہمراہ اس جنگل میں تشریف لے گئے۔

وَنَادَاهَا بِاسمِهَا يَا فُلَانَةُ أَجِيبِي بِإِذنِ اللهِ فَخَرَجَت وَهِيَ تَقُولُ: لَبَّيكَ وَسَعدَيكَ

اور اس کا نام لے کر آواز دی وہ لڑکی لبیک وسعدیک کہتی ہوئی قبر سے باہر آگئی۔(487)

امام بیہقی سے روایت ہے کہ ایک شخص کو حضور علیہ السلام نے دعوت اسلام دی تو اس نے کہا، اگر آپ میری لڑکی زندہ کر دیں تو میں ایمان لے آؤں گا چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کے ہمراہ لڑکی کی قبر پر تشریف لے گئے۔

فقال صلى الله تعالى عليه وسلم يا فلانة قالت لبيك وسعديك فقال صلى الله تعالى عليه وسلم اتحبين أن ترجعي إلى الدنيا فقالت لا والله يا رسول الله إني وجدت الله خيرا لي من أبوي

اوراس کا نام لے کر آواز دی، لڑکی نے لبیک وسعدیک کہا، حضور نے فرمایا کیا تو دنیا میں واپس آنا چاہتی ہے، لڑکی نے کہا، یارسول اللہ نہیں، کیونکہ میں نے اللہ عزوجل کو اپنے والدین سے زیادہ مہربان پایا ہے۔(488)

امام بیہقی کی اس حدیث پر غور کیجئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ حضرت مسیح کے معجزہ کے بالکل مشابہ ہے، حضرت مسیح علیہ السلام نے سام ابن نوح کو زندہ کیا تھا، لیکن سام نے دنیاوی زندگی نہ چاہی، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کو زندہ کیا، مگر لڑکی نے دنیا میں واپس آنا پسند نہ کیا۔

---

(487)۔۔:الشفا بتعریف حقوق المصطفی، فصل فی احیاء الموتی، ج1، ص320

(488)۔۔:شرح الشفاء، فصل فی احیاء الموتی وکلامہم، ج1، ص651

غرض کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے اموات، معجزہ دیا گیا تھا تو حضور علیہ السلام کو بھی احیائے اموات کا منصب عطا ہوا، بلکہ حضور علیہ السلام کے صدقے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو بھی یہ منصب ملا، چنانچہ امام ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

ایک صحابیہ کی دعا سے مردہ زندہ ہو گیا:

ہم ایک انصاری کی عیادت کو گئے، ابھی ہم ان کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس انصاری کی والدہ بہت بوڑھی تھیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا لڑکا انتقال کر گیا ہے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دربارِ ایزدی میں یوں عرض کی:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعلَمُ أَنِّي أَسلَمتُ لَكَ، وَهَاجَرتُ إِلَى رَسُولك صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ رَجَاءَ أَن تُغِيثَنِي عِندَ كُلِّ شِدَّةٍ وَرَخَاءٍ، فَلَا تَحمِل عَلَيَّ هَذِهِ المُصِيبَةَ اليَومَ، فَكَشَفَ عَن وَجهِهِ حَتَّى اَكلنَا مَعَهُ

اے اللہ تو جانتا ہے میں تیرے لیے اسلام لائی اور ہجرت کی، تیرے رسول کی طرف یہ امید رکھتے ہوئے کہ تو ہر شدت اور نرمی کے وقت مجھے اپنی رحمت میں رکھے گا، پس میرے اوپر یہ مصیبت نہ ڈال۔ پس اس لڑکے کے چہرہ سے جب کپڑا اٹھایا تو وہ زندہ ہو گیا اور ہم نے اس کے ساتھ کھانا بھی کھایا۔

حضور نے حیوانات بھی زندہ کیے:

امام ابو نعیم حضرت کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بکری کو ذبح کرکے کھانا تیار کیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، حضور علیہ السلام نے حضرتِ جابر کو فرمایا، اپنی قوم کو بلالو، جابر کا خاندان آیا اور حضور نے ان سے فرمایا کھاؤ مگر ہڈی نہ توڑنا۔ حضرتِ جابر فرماتے ہیں سب نے سیر ہو کر کھالیا۔

وَفضل فِي الجَفنَة شبيه مَا كَانَ فِيهَا اور کھانا اتنا کا اتنا ہی رہا
اس کے بعد حضور نے تمام ہڈیاں جمع کرنے کا حکم دیا، جب تمام ہڈیاں جمع ہو گئیں تو
فَوضع يَده عَلَيهَا ثمَّ تكلم بِكَلَام لم أسمعهُ فَإِذا الشَّاة قد قَامَت حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر کچھ پڑھا جو ہمیں سنائی نہ دیا، ناگاہ بکری زندہ ہو گئی۔ (489)

لَب زُلال چشمۂ کن میں گندھے ہیں وقت خمیر
مردے زندہ کرنا اے جان تم کو کیا دُشوار ہے

حنینِ جذع

ابن ابی حاتم کتاب مناقب الشافعی میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو جو معجزات و عطیات اللہ عزوجل نے عطا فرمائے وہ کسی نبی کو نہیں ملے، کسی شخص نے پوچھا کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیائے موتیٰ (مردوں کو زندہ کرنے) کے بالمقابل حضور علیہ السلام کو کیا عطا ہوا؟ سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حنين الجذع فَهَذَا أكبر من ذَاك
حنین جزع کا واقعہ موجود ہے، جو عیسیٰ کے احیائے موت سے اکبر ہے۔ (490)
حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے منہ سے نکلتی ہے، اور جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنا کو کہتے ہیں۔

مختصر واقعہ:

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو شروع شروع میں کوئی منبر نہ تھا۔

(489)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثلاثون، فی ذکر موازنۃ الانبیاء۔۔۔الخ، ص366، 367
(490)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب حنین الجذع، ج2، ص128 ماخوذاً
دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی حنین الجذع، ج6، ص68 ماخوذاً

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ایک کھجور کے خشک تنا کے ساتھ تکیہ لگا کر دیا کرتے تھے۔

کچھ دن بعد صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے لیے تین سیڑھی کا ایک منبر تیار کر دیا، جب حضور علیہ السلام نے پہلی بار اس منبر پر رونق افروز ہو کر جمعہ کا خطبہ دیا اور وہ کھجور کا تنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا، تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں:

فَصَاحَتِ النَّخلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا(491)

حضرت جابر ابن عبد اللہ فرماتے ہیں: فَسَمِعنَا لِذَلِكَ الجِذعِ صَوتًا كَصَوتِ العِشَارِ کھجور کے اس تنا سے حاملہ اونٹنی کی سی آواز آتی تھی۔ جو ہم نے سنی۔(492)

صحابہ کرام حیران ہوئے کہ کھجور کے خشک تنا سے رونے کی آواز آرہی ہے، مگر یہ کسے معلوم تھا کہ اس تنا کو کس حسن والے کی جدائی رلا رہی ہے۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حنت الخَشَبَة فأقبل النَّاس عَلَيهَا حَتَّى كثر بكاؤهم کہ جب وہ تنا رونے لگا تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ بھی اس کے ساتھ رونے لگے۔(493)

ستون کی دیکھ کر حالت صحابہ سر بسر روئے
تمامی حاضرانِ مجلس خیر البشر روئے
رلائے جب کہ چوبِ خشک کو آقا کی مہجوری
کہو پھر عین غیرت سے نہ کیونکر ہر بشر روئے

(491)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص497، حدیث:3584
دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل العشرون، ذکر حنین الجذع، ص238، ماخوذاً
(492)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص497، حدیث:3585
(493)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب حنین الجذع، ج2، ص127 ملتقطاً

آخر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے۔فَاحتَضَنَهُ فسكن وَقَالَ :لَو لم احتضنه لحن إِلَى يَوم القِيَامَة

اور اس کو گلے سے لگالیا، پھر وہ چپ ہو گیا حضور نے فرمایا: اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ لکڑی قیامت تک روتی رہتی۔(494)

تقابل:

احیائے اموات کا مطلب یہ ہے کہ مردہ جسم میں دوبارہ حیات کا اعادہ کیا جائے، حضرت عیسیٰ انسان ہی کے مردہ جسم کو باذن اللہ زندہ فرماتے تھے، اور یہ مردہ جسم وہ ہے جس میں حیات آسکتی ہے، بلکہ ایک وقت میں موجود تھی۔

لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ اس سے بھی عجیب تر ہے، یہ خشک لکڑی جمادِ محض ہے اور ایسی چیز جس میں عادتاً نہ حیات آسکتی ہے اور نہ روح حیوانیہ کی یہ صلاحیت رکھتی ہے۔ اور نہ کسی وقت اس میں حیات موجود تھی۔

غور کیجئے یہ نباتاتی جسم چوبِ خشک (495) زندہ ہوئی، اس میں انسانی صفات پیدا ہو گئیں، چنانچہ اس کھجور کے تنا کا رونا چلانا بخاری و مسلم سے اور تھر تھر کانپنا نسائی سے ثابت ہے۔(496)

گویا اس چوبِ خشک کو فراقِ محبوب کا احساس اور فقدانِ شرف کا علم بھی حاصل ہو گیا، بلکہ اس کھجور کے تنا سے ایک عاشقانہ رنگ ظاہر ہوا۔

معلوم ہوا وہ مسیح علیہ السلام تھے جنہوں نے انسان کے مردہ جسم کو زندہ کیا، یہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء ہیں، جو ایک خشک لکڑی کو باذن اللہ زندہ فرما کر عقل و شعور، فہم و ادراک، حزن و ملال جیسی صفاتِ انسانی اس میں پیدا فرما رہے ہیں۔

---

(494)۔۔:حوالہ سابق

(495):خشک لکڑی

(496)۔۔:سنن نسائی، کتاب الجمعۃ، باب مقام الامام فی الجمعۃ، ص240، حدیث:1393

ہاں دمِ عیٰسی سے نابینا بھی بینا ہوگئے
قم باذن اللہ کہا مردے بھی زندہ ہوگئے
لیکن اس اعجاز پر عیسی بھی شیدا ہوگئے
مصطفیٰ نے خشک لکڑی کو زندہ کردیا

رحمتِ عالم کی حنانہ پر رحمت

دارمی عبد اللہ بن بریدہ سے اور امام بغوی و ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب منبر تیار ہوا اور حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، تو کھجور کا خشک تنا فراقِ رسول میں چیخ چیخ کر رونے لگا، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور کھجور کے تنا پر دستِ شفقت رکھ کر فرمایا: اے خشک لکڑی کیوں روتی ہے؟ حِنانہ نے عرض کی، گیسوؤں والے آقا، تیری جدائی رلاتی ہے۔ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسکن أَن تشأأغرسك فِي الجنَّة فيأكل مِنك الصالحون وَأَن تشأ أَن أعيدك رطبا كَمَا كنت فَاختَارَ الآخِرَة

چپ ہو جاتو کہے تو تجھے جنت کا درخت بنادوں اور نیک بندے تیرے پھل کھائیں، اور کہے تو تجھے دنیا میں کھجور کا ایک سرسبز شاداب درخت بنادوں، اس نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔ (497)

قارئین کرام! یہ بھی کیا منظر ہو گا کہ شہنشاہِ عرب و عجم مالک رقاب امم صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک لکڑی سے گفتگو فرمارہے ہوں گے اور اس خشک لکڑی کا کیا مرتبہ ہے 'کیسے نصیب ہیں کہ سرکارِ اس سے اس کی مرضی پوچھ رہے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے، کہ اگر تو کہے تو تجھے جنتی درخت بنادیا جائے، معلوم ہوا کہ جنت کے سیاہ و

(497)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب حنین الجذع، ج2، ص126 ملخصًا
دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل العشرون، ذکر حنین الجذع، ص238، بتغیرٍ

سپید کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے، ورنہ کیا کوئی جنت میں کسی درخت کی کمی یا زیادتی کر سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ جنت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک ہے، اور اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کا اختیار نہیں بلکہ ساری خدائی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہے۔

یہ اِکرام ہے مصطفیٰ پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفیٰ کا

رسول و مسیح

حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرند بنانا، پھر ان کا زندہ ہو کر اڑنے کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ﴾ میں بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی صورتیں پھر اس میں پھونکتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے۔ (498)

آیتِ بالا میں دو باتیں قابلِ غور ہیں:

(1) ایک تو یہ کہ مٹی سے پرندوں کی صورت بنانا۔

(2) اور دوسری اس صورت میں روح پھونکنا اور اس کا زندہ ہو کر اڑنا۔

شِقِ اوّل:

نہ کمال ہے اور نہ معجزہ کیونکہ ہم بھی مٹی سے پرندوں کی صورت بنا سکتے ہیں۔ بازاروں میں مٹی کی چڑیا بھی بکتی ہے، غرض کہ شقِ اول صرف تمہید ہے اور

شِقِ ثانی:

بالیقین معجزہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پھونک مارنے سے وہ مٹی کی مورت زندہ

---

(498)۔۔:پارہ 3، اٰل عمرٰن، آیت:49

ہو کر اڑ جاتی تھی۔

یہ سمجھنے کے بعد اس پر غور کیجئے کہ ایک تو کسی چیز کو منہ سے پھونک مار کر زندہ کرنا ہے اور دوسرے یہ کہ نہ پھونک مار کر افاضہ حیات کیا جائے اور نہ نفخِ روح ہو بلکہ محض کسی کے پاس سے گزر جانے یا اس کو ہاتھ لگانے سے وہ چیز زندہ ہو جائے۔ان طریقوں میں طریق دوم بہت افضل ہے کیونکہ طریق اول میں پھونک مار کر مٹی کی صورت بنا کر وہ چیز زندہ ہو رہی ہے اور طریق ثانی میں صرف ہاتھ لگا کر اشیاء کو زندہ کیا جا رہا ہے۔

ان مقدمات کے سمجھ لینے کے بعد حضور علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کا موازنہ کیجئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام پہلے مٹی سے پرندہ کی صورت بناتے ہیں پھر اس میں پھونک مارتے ہیں پھر وہ مٹی کی مورت زندہ ہو کر اڑتی ہے۔

لیکن فہم و عقل اور صفاتِ انسانی سے پھر بھی خالی ہوتی ہے گویا معجزہ عیسوی کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت مسیح کے پھونک مارنے کے بعد وہ مٹی کی مورت زندہ ہوتی تھی، مگر عقل و فہم اور انسانوں کی طرح باتیں کرنے کی صفات اس میں پیدا نہیں ہوتی تھیں، لیکن سید المرسلین حبیب رب العالمین علیہ الصلوۃ والتسلیم کی نرالی شان ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں تصویر حرام ہے اس لیے مٹی سے پرند کی شکل نہیں بنائی جاتی، حضور نے پتھروں درختوں اور نباتات کو زندہ فرما دیا، مگر کیسے، پھونک مار کر افاضہ روح نہ کیا بلکہ جب حضور کسی پتھر یا درخت کے قریب سے گزرے یا آپ نے اس کو اپنا دستِ اقدس لگایا تو وہ پتھر زندہ ہو گئے، اور نہ صرف زندہ ہوئے بلکہ صفاتِ انسانی ان میں پیدا ہو گئیں، وہ بولنے لگے انسانوں کی طرح فہم و شعور، عقل و ادراک کے وہ مالک ہو گئے، چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

ستونِ حنانہ:

کھجور کے تنا کا مفصل واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں، وہ خشک لکڑی زندہ ہو گئی اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کلام کیا، حضور کی عظمت و بزرگی کو پہچانا اس کو رشک ہوا کہ اب سرکار

صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر خطبہ نہیں دیتے اور میں اس شرف سے محروم ہو گیا ہوں پھر وہ عشقِ رسول میں رویا، چیخا تھر تھر کانپا، گویا نہ صرف وہ زندہ ہی ہوا بلکہ اسمیں صفات انسانی پیدا ہو گئیں، یہ تمام باتیں اس خشک لکڑی میں کیسے آگئیں، حضور نے اس میں نفخ روح نہ کیا تھا بلکہ محض حضور علیہ السلام کے تکیہ لگانے سے وہ خشک لکڑی زندہ ہوگئی، بلکہ انسان بنی، بلکہ جنتی ہو گئی۔

جمادات کا زندہ ہونا:

امام ابو نعیم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضر موت کا بادشاہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہم کیسے مان لیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، حضور علیہ السلام نے چند کنکریاں دستِ اقدس میں اٹھائیں۔ فَقَالَ هَذَا يشهد أَنِّي رَسُول الله فسبح الحَصَى فِي يَده اور فرمایا کنکریاں شہادت دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، چنانچہ سنگریزوں نے تسبیح کی، اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (499)

غور کیجئے یہ سنگریزے جو جماد محض ہیں، حضور علیہ السلام کے دستِ اقدس میں آنے سے زندہ ہوگئے، بولنے لگے حضور کو پہچاننے لگے، کنکروں کا تسبیح کرنا پرندوں کے اڑنے سے افضل ہے، اور دست اقدس میں ان سنگریزوں کا زندہ ہو جانا حضرت مسیح کے نفخ روح سے اقویٰ ہے۔

ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مثنوی میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ابو جہل مٹھی میں چند کنکریاں لایا، عرض کی بتایئے میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ فرمایا: میں بتاؤں یا جو تیری مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں مختصر یہ کہ

---

(499)۔۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواع الجمادات، باب تسبیح الحصی والطعام، ج2، ص125
دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الخامس عشر، ذکر اخذ القرآن۔۔۔الخ، ج1، ص139، ملتقطاً

لا الٰہ گفت و الا اللّٰہ گفت
گوہر احمد رسول اللّٰہ سُفت

یعنی سنگریزوں نے بزبان فصیح کلمہ طیبہ پڑھا، جس کی آواز بوجہل کو بھی سنائی دی۔(500)

دیکھیے یہ سنگریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے۔ اسی کی مٹھی میں زندہ ہوئے، کلمہ پڑھنے لگے حضور کو پہچاننے لگے، حالانکہ یہاں نہ نفخ روح ہے نہ حکم ہے نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو چھوا ہے، محض حضور کے اشارہ سے یہ کنکر زندہ ہوئے اوران میں صفاتِ انسانی پیدا ہو گئیں سچ ہے۔

سنگریزوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے
ناخنوں میں تیرے اعجاز میسحائی ہے

پتھروں کا زندہ ہونا:

امام مسلم حضرت جابر بن عبداللہ سے راوی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ان بمکۃ حجرا کان یسلم علیّ قبل ان ابعث کہ مکہ میں ایک پتھر تھا جو قبل بعثت مجھے سلام کرتا تھا، میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔(501)

درختوں اور پہاڑوں کا زندہ ہونا:

امام ترمذی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ ہم مکہ میں تھے حضور علیہ السلام کسی طرف روانہ ہوئے۔ فَمَا استَقبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيكَ يَا رَسُولَ اللهِ

توجو پہاڑ اور درخت بھی حضور کے سامنے آیا، اس نے اس طرح سلام عرض کیا:السلام

---

(500)۔۔۔:مثنوی مولوی معنوی مترجم، ج1، ص234،235 ملخصًا

(501)۔۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی وتسلیم الحجر ا۔۔۔الخ، ص962، حدیث:5939

علیک یارسول اللہ۔[502]

غور کیجئے، یہ پہاڑ، درخت اور ڈھیلے محض حضور علیہ السلام کے گزرنے سے زندہ ہوگئے سمجھنا، دیکھنا، بولنا وغیرہ صفاتِ انسانی ان میں پیدا ہوگئیں۔

ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام جان عالم اور روحِ کائنات ہیں، جبھی تو صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گزرنے سے یہ جمادات زندہ ہوگئے۔

پتھروں اور درختوں کا چلنا:

امام بیہقی حضرت اسامہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگل میں حضور نے مجھ سے فرمایا یہاں کھجور کے درخت اور پتھر ہیں، میں نے عرض کی ہاں، فرمایا:انطَلِق فَقُل لَهُنَّ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَأمُرُكُنَّ أَن تقاربن وَقُل لِلحِجَارَةِ مِثلَ ذَلِكَ جاؤَ ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ قریب قریب ہو جاؤ۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور کا حکم سنایا، پتھر اور درخت یکجا جمع ہوگئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قضائے حاجت فرمائی، پھر مجھ سے فرمایا کہ ان سے کہو کہ علیحدہ ہو جائیں، اسامہ فرماتے ہیں:والذی نفسی بیدہ لرایتھن یفترقن حتی اعدن الی مواضع ھن

مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ درخت اور پتھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے مقام واپس چلے گئے۔[503]

ناظرین کرام ! یہ درخت اور پتھر حضرت اسامہ کی زبان سے حضور کا حکم سن کر زندہ ہوئے، ان کا آنا جانا، ملنا جلنا اور بغیر پاؤں کے چلنا، حضرتِ مسیح علیہ السلام کے معجزہ پرندوں

---

(502)۔۔:سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب، ج5، ص359، حدیث:3646
کنزالعمال، حرف الف، کتاب الفضائل من قسم الاول، لمعجزات ودلائل النبوۃ، ج12، ص365، حدیث:35370

(503)۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ذکر المعجزات الثلاث التی۔۔الخ، ج6، ص25
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات التی وقعت۔۔الخ، ج2، ص61

کے اڑنے سے بہت ہی اقویٰ ہے، اور پھر ان کا حضور کے کلام کو سننا سمجھنا، حضور کو پہچاننا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا یہ امور اور زائد ہیں۔

دیواروں کا آمین کہنا:

امام ابو نعیم حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔فَمَا بَقِي فِي البَيت جدر وَلَا بَاب إِلَّا أَمن(و فی روایتہ) فأمنت أسكفة الباب وحوائط البيت آمين آمين آمين

تو گھر کے دروازوں، اینٹوں اور چوکھٹوں نے تین بار آمین، آمین، آمین کہا۔(504)

دیکھئے حضور نے دعا فرمائی، مکان کے دروازہ اور دیوار سے امین کی آواز آئی، یہ دیواریں زندہ ہو کر بولنے لگیں، ان میں صفت سمع اور نطق پیدا ہو گئی، یہ اشیاء صرف حضور کی فیضِ صحبت سے زندہ ہو گئیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مسیح نے پہلے مٹی سے پرند کی صورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری پھر وہ زندہ ہو کر اڑی۔

مگر محمد مصطفٰی حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے وہ دکھایا جو مسیح علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے، یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کے قریب سے گزرے یا جس چیز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ لگایا، وہ زندہ ہو گئی، اور صفاتِ انسانی ان میں پیدا ہو گئیں، یعنی

جو بات لب حضرت عیسیٰ نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبش داماں سے نکالا

(504)۔۔:مواہب لدنیہ، الباب الرابع، فی اعمامہ وعماتہ۔۔الخ، ج1، ص422ملتقطاً
خصائص کبریٰ، ذکر معجزاتہ فی انواعہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فی انواع الجمادات، باب تامین اسکفۃ الباب۔۔۔الخ ج1، ص128

(48)ذخیرۂ بیوت کی اطلاع

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ایک آیت لایاہوں اور وہ یہ ہے کہ ﴿ وَاُنَبِّئُکُم بِمَا تَاکُلُونَ وَ مَاتَدَّخِرُونَ ﴾ میں تمہیں خبر دیتاہوں جو تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ (505)

اس آیت سے حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ آپ لوگوں کے گھروں کی ذخیرے اور کھانے کی اطلاع دیتے تھے، مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب الغیب کی خبریں سناتے ہیں، ملک السموات والارض میں جو کچھ ہو گا یا ہونے والا ہے، سب کی اطلاع دیتے ہیں۔

امام بخاری حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ایک مقام پر کھڑے ہوئے۔فَأَخبَرَنَا عَن بَدءِ الخَلقِ، حَتَّى دَخَلَ أَهلُ الجَنَّةِ مَنَازِلَهُم، وَأَهلُ النَّارِ مَنَازِلَهُم اور ابتدائے آفرینش سے لے کر انتہا تک کی تمام خبریں بیان فرمادیں حتی کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو دوزخ میں داخل فرمادیا۔ (506)

امام مسلم عمرو (507) بن اخطب انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن میں

وَأَخبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ (508) إِلَى يَومِ القِيَامَةِ قیامت کے تمام حالات وواقعات بیان

---

(505)۔۔:پارہ3،اٰل عمرٰن، آیت:49

(506)۔۔: صحیح بخاری، کتاب بداء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالی "وھو الذی یبدء الخلق۔۔الخ، ج2، ص375، حدیث:3192

(507)۔۔:یہاں عمر لکھا تھا جو کہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلم شریف اور دیگر کئی کتب میں بھی عمرو ہی لکھا ہے اس لئے ہم نے متن میں درستی کر دی ہے۔جاوید قادری

(508)۔۔:مسلم شریف اور دیگر کئی کتب کے الفاظ یہ الفاظ مذکور ہیں:فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ تخریج بھی انہی الفاظ کی لکھی گئی ہے۔۔جاوید قادری

فرمادیئے ہیں۔[509]

ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حضرتِ مسیح نے گھروں میں جمع شدہ چیزوں کی اطلاع دی تھی تو محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء نے ساری کائنات میں جو کچھ ہو گا، ہو گیا، ہونے والا ہے سب کی اطلاع صحابہ کرام کو دے دی، اور پھر ایک دِن کی قلیل مدت میں حضور علیہ السلام کا ساری دنیا کے وقائع و حوادث اور عجائب و غرائب کی اطلاع دینا دوسرا معجزہ ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ابتدائے دنیا سے لے کر انتہا تک کے تمام حالات کو وَفِي إِيرَاد ذَلِك كُله فِي مجلِس وَاحِد أَمر عَظِيم من خوارق العَادة ایک مجلس میں بیان فرمادینا ایک بہت ہی بڑا معجزہ ہے۔[510]

عالم میں کیا ہے جس کی کہ تجھ کو خبر نہیں
ذرّہ ہے کون سا تری جس پر نظر نہیں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دل کی باتیں بتائیں:

امام بیہقی و ابو نعیم حضرت ابن عمر سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ انصاری اور ایک ثقفی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، حضور علیہ السلام نے ثقفی سے فرمایا: سل عن حَاجَتك وَإِن شِئت أَنبَأتك بِالَّذِي جِئت تسأَل عَنه قَالَ فَذَاك أعجب إِلَيّ

تم جو پوچھنے آئے ہو پوچھو اور اگر تم کہو تو میں بتاؤں کہ کیا تم پوچھنے آئے ہو، ثقفی نے عرض کی حضور! یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ آپ میرے دل میں جو سوال ہے اس کی اطلاع دیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نماز، روزہ اور غسل جنابت کے مسائل پوچھنے آئے

(509)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فیما یکون۔۔۔الخ، ص1184، حدیث: 7267

(510)۔۔: عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ وھوالذی یبدا الخلق۔۔۔۔الخ، ج15، ص110، تحت الحدیث: 2

ہو۔ ثقفی نے عرض کی، مجھے قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ إِن ذَلِك الَّذِي جِئت أَسأَلك عَنهُ میں یہ ہی مسئلے پوچھنے آیا تھا۔

پھر حضور علیہ السلام نے انصاری کے سوالات بھی بتائے کہ طواف رمی جمار و حلق راس کے مسائل پوچھنے آیا ہے، انصاری نے عرض کی: وَالَّذِي بَعثك بِالحَقِّ إِن هَذَا الَّذِي جِئت أَسأَل عَنهُ مجھے بھی اس ذاتِ مقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق دے کر معبوث فرمایا ہے میں یہ ہی مسائل پوچھنے آیا تھا۔(511)

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھایئے اُمّی تِری دانائی کی

امام احمد، ابویعلی، بزار، بیہقی، ابونعیم، حضرت وابصہ سے راوی، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کروں۔

فَقَالَ من قبل أَن أسأله عَنهُ يَا وابصة أخبرك بِمَا جِئت تَسأَلنِي عَنهُ قلت اخبرني يَا رَسُول الله قَالَ جِئت تَسأَلنِي عَن البر وَالإِثم قلت أَي وَالَّذِي بَعثك بِالحَقِّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوال سے قبل فرمایا: اے وابصہ جو کچھ تو مجھ سے پوچھنے آیا ہے میں بتادوں میں نے عرض کی حضور فرمایئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو "بر اور اثم" کے متعلق پوچھنے آیا ہے، میں نے عرض کی بے شک میں یہی سوال لے کر آیا ہوں۔(512)

ناظرین کرام! غور کیجیے، حضرت مسیح علیہ السلام نے ذخیرہ بیوت کی اطلاع دی تھی، مگر

---

(511)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فیما اخبر بہ من۔۔۔ الخ، باب اخبارہ رجالا بماحد۔۔۔ الخ، ج2، ص171
معجم کبیر للطبرانی، مجاہد عن ابن عمر، ج12، ص425، حدیث:13566 ماخوذاً
(512)۔۔: خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات فیما اخبر بہ من۔۔۔ الخ، باب اخبارہ رجالا بماحد۔۔۔ الخ، ج2، ص171

حضور علیہ السلام نے قلب کی باتیں، دل کے ارادے، ضمیر کے وسوسوں کی اطلاع دی، ثابت ہوا کہ دلوں کی کیفیتیں ان کے ارادے اور وسوسے حضور علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں ہیں کیونکہ

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

جنتی ہونے کی اطلاع:

امام ابویعلیٰ بسند صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دربارِ رسالت میں ایک شخص نے عرض کی:

يَا رَسُولَ اللهِ أَفِي الجَنَّةِ أَنَا أَم فِي النَّارِ؟ قَالَ: فِي الجَنَّةِ ثُمَّ قَامَ إِلَيهِ آخَرُ فَقَالَ: أَفِي الجَنَّةِ أَم فِي النَّارِ؟ قَالَ:فِي النَّارِ

یارسول اللہ !میں جنتی ہوں یا دوزخی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جنتی ہے، پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم !میں جنتی ہوں یا دوزخی، حضور نے فرمایا تو دوزخی ہے۔ (513)

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو یہ بھی معلوم ہے کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے، چنانچہ اس قسم کی متعدد احادیث پیش کی جا سکتی ہیں، جنہیں ہم بنظر اختصار چھوڑتے ہیں۔

(49) تکثیر طعام

انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار تھوڑی سی روٹی اور مچھلی میں کئی سو آدمیوں کو شکم سیر کر دیا، لیکن سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ تقدس سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار اس قسم کے برکات ظاہر ہوئے۔ چنانچہ اب ہم تکثیر طعام کے چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

---

(513)۔۔:مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن عمر، ج10، ص66، حدیث:5702

ایک صاع جو اور ایک بکری سے ہزاروں اشخاص کی شکم سیری:

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب میں تمام مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تناول فرمانا چاہتے ہیں۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے، انہوں نے ایک صاع جو نکالے، گھر میں ایک بکری تھی، جو میں نے ذبح کی، بیوی نے آٹا گوندھا اور گوشت دیگچی میں چڑھادیا، اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں عرض کی سرکار ہم نے کھانا کا انتظام کرلیاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ہمراہ تشریف لے چلئے۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ والہ وسلم نے تمام اہل خندق کو پکارا اور فرمایا، آؤ جابر نے دعوت عام کی ہے اور مجھ سے فرمایا جب تک میں نہ آجاؤں چولہے سے دیگچی نہ اتاری جائے، اور نہ روٹی پکائی جائے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اہل خندق کو اپنے ہمراہ لے کر تشریف لائے۔

فأخرجت لَهُ عجينا فبصق فِيهِ وَبَارك ثمَّ عمد إِلَى برمتنا فبصق وَبَارك فأقسم بِاللهِ لقد أكلُوا وهم ألف حَتَّى تَرَكُوهُ وانحرفوا وان برمتنا لتغط كَمَا هِيَ وان عجيننا ليخبز كَمَا هُوَ

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے اور دیگچی میں لعابِ دہن ڈال کر دعائے برکت فرمائی، جابر کہتے ہیں خدا کی قسم ہزار اشخاص نے شکم سیر ہو کر کھایا اور گوشت اور آٹے میں کسی قسم کی کمی نہ ہوئی۔ (514)

2۔ چند روٹیوں سے اسی 80 آدمیوں کا سیر ہونا:

امام بخاری و مسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو طلحہ نے اپنی

(514)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، ج3، ص52
صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استباعہ غیرہ الی دار من یثق۔۔الخ، ص867، حدیث:3515
خصائص کبریٰ، ذکر المعجزات الواقعۃ فی الغزوات، باب ماوقع فی غزوۃ الخندق، ج1، ص376، 377

بیوی ام سلیم سے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز میں ضعف پایا ہے، غالباً یہ بھوک کی وجہ سے ہے، کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔فَأَخرَجَت أَقرَاصًا مِن شَعِيرٍ

توام سلیم نے چند جو کی روٹیاں نکالیں اور حضرت انس کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجیں ۔جب حضرت انس حضور کی خدمت میں آئے تو حضور نے فرمایا: اَرسَلَكَ أَبُو طَلحَةَ انس تم کو ابو طلحہ نے کھانا دے کر بھیجا ہے۔

حضرت انس نے عرض کیا: ہاں پھر حضور علیہ السلام تمام صحابہ کے ساتھ اُٹھے اور حضرت ابو طلحہ کے مکان پر تشریف لائے، حضرت انس نے تشریف آوری کی اطلاع دی، تو حصرت ابو طلحہ نے اپنی بیوی ام سلیم سے کہا: يَا أُمَّ سُلَيمٍ قَد جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ، وَلَيسَ عِندَنَا مَا نُطعِمُهُم؟ فَقَالَت: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعلَمُ

اے اُم سلیم! حضور تو اپنے صحابہ کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس ان سب کے کھانے کو کچھ نہیں ہے، ام سلیم نے جواب دیا۔ اس راز کو اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، ام سلیم جو کچھ ہے لاؤ انہوں نے وہی روٹیاں پیش کر دیں جو حضرت انس کے ہاتھ بھیجیں تھیں، حضور کے حکم سے ان کو چورا کر دیا گیا اور گھی کا برتن ان روٹیوں کے چورے پر انڈیل دیا گیا، پھر حضور نے کچھ پڑھا اور دس دس آدمیوں کو کھلانا شروع کیا۔فَأَكَلَ القَومُ كُلُّهُم وَشَبِعُوا، وَالقَومُ سَبعُونَ أَو ثَمَانُونَ

تمام قوم نے شکم سیر ہو کر کھایا، جن کی تعداد ستر 70، اسی 80 کے قریب تھی۔(515)

انس کی والدہ نے چند روٹی بھیجیں خدمت میں
انہیں اسی80 صحابہ کو کھلایا مرے آقا نے

---

(515)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص494، حدیث:3578
خصائص کبریٰ، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل فی الابواب، باب معجزاتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فی تکثیر الطعام۔۔۔ الخ، ج2، ص77

3۔ کھانے میں حیرت انگیز برکت:

امام ابو نعیم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کیا تو ام سلیم نے تھوڑا سا حیس[516] خدمتِ اقدس میں حضرت انس کے ہاتھ بھیجا، جب حضرت انس یہ کھانا لے کر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا: حضرت ابو بکر و عمر عثمان و علی اور میرے صحابہ اور اصحابِ صفہ اور جن کو تم بازار میں دیکھو بلالاؤ، حضرت انس فرماتے ہیں:

أتعجب من قلَّة الطَّعَام وَمن كَثْرَة من يَأْمُرنِ

کہ میں حیران تھا کہ کھانا تو ذرا سا ہے اور سرکار سب کو مدعو فرما رہے ہیں۔

خیر میں نے تعمیلِ حکمت کرتے ہوئے سب کو جمع کیا، حتی کہ آدمیوں سے گھر اور حجرہ بھر گیا، پھر مجھ سے فرمایا، کھانا لاؤ، میں نے وہی حیس پیش کر دیا۔

فَغمسَ فِيهِ ثَلَاثَة أَصَابِع فَجعل يَرْبُو ويرتفع فَجعلُوا يتغدون وَيخرجُونَ حَتَّى إِذا فرغوا أَجمَعُونَ بَقِي فِي التور نَحْو مَا جِئْت بِهِ

آپ نے اپنی تین انگلیاں کھانے میں رکھ دیں، انگشتانِ مبارک کی برکت سے کھانا بڑھنے لگا، اور طشت میں ابھرنے لگا، سب نے کھایا اور طشت میں جتنا کھانا میں لایا تھا اتنا ہی باقی رہا۔[517]

4۔ تھوڑے سے کھانے سے ایک سو اسی ۱۸۰ اشخاص کی سیری:

امام بیہقی و طبرانی حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ صنعت للنَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم طَعَاما وَلأبي بكر قدر مَا يكفيهما اور اتنا کھانا بنایا جو صرف حضور اور حضرت ابو بکر کے لیے کافی ہو۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا تین اشراف انصار سے اور بلالو، ایوب کہتے ہیں میں اپنے دل میں کہنے لگا اب کیا ہو گا، کھانا تھوڑا ہے اور صرف دو

(516): ایک کھانا جو گھی، کھجور، پنیر اور ستّو وغیرہ کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ ایک قسم کا حلوا

(517)۔۔: دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثانی والعشرون، فی ربو الطعام بحضرتہ۔۔ الخ، ج2، ص252، 253

خصائص کبریٰ، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل فی الابواب، باب معجزاتہ ﷺ فی تکثیر الطعام۔۔۔ الخ، ج2، ص77

آدمیوں کو کفایت کر سکتا ہے، میں اسی شش و پنج میں تھا کہ سرکار نے پھر حکم دیا۔ میں نے تعمیل کی، اور وہ آئے اور انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، پھر حضور نے فرمایا:

ادع لي سِتِّينَ إِلَى أَن أكل من طَعَامه ذَلِك مائَة وَثَمَانُونَ رجلا من الأَنصَار

کہ ساٹھ آدمی اور بلاؤ حتی کہ اسی طرح ایک سو اسی اشخاص نے یہ کھانا شکم سیر ہو کر کھایا۔(518)

5۔ ایک صاع آٹے اور ایک بکری سے 130 اشخاص کی شکم سیری:

امام بخاری حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور کے ہمراہ ایک سو تیس آدمی تھے، حضور علیہ السلام حضور علیہ السلام نے فرمایا، کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے، ایک شخص نے ایک صاع آٹا گوندھا۔ پھر ایک چرواہے سے حضور علیہ السلام نے ایک بکری خریدی، وہ ذبح کی گئی اور آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا، حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں:

وَايمُ اللهِ، مَا فِي الثَّلاَثِينَ وَالمِائَةِ إِلَّا قَد حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِن سَوَادِ بَطنِهَا، إِن كَانَ شَاهِدًا أَعطَاهَا إِيَّاهُ، وَإِن كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَه

خدا کی قسم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف وہ کلیجی ایک سو تیس اشخاص میں تقسیم کر دی حتی کہ جو غائب تھا اس کا حصہ رکھ لیا گیا۔

پھر گوشت تیار ہوا، دو پیالوں میں بھرا گیا، سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔فَفَضَلَت القَصعَتَانِ، فَحَمَلنَاهُ عَلَى البَعِيرِ حتی کہ گوشت ان پیالیوں میں سے بچ گیا جسے ہم نے

(518)۔۔: معجم کبیر للطبرانی، ج4، ص185، حدیث:4090ابو محمد الحضرمی عن ایوب
خصائص کبریٰ، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل فی الابواب، باب معجزاتہ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم فی تکثیر الطعام۔۔۔ الخ، ج2، ص80

اونٹ پر لاد لیا۔[519]

6۔ حضرت ابوہریرہ کا توشہ دان:

امام بیہقی و ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں، مجھ پر تین مصیبتیں سخت پڑی ہیں، ایک تو حضور علیہ السلام کی وفات، دوسرے حضرت عثمان کی شہادت اور تیسرے میرے توشہ دان کا گم ہو جانا۔ لوگوں نے پوچھا کیسا توشہ دان؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہم ایک غزوہ میں حضور کے ہمراہ تھے، حضور نے مجھ سے فرمایا، ابوہریرہ، تمہارے پاس کچھ ہے، میں نے عرض کی کچھ کھجوریں ہیں، ارشاد ہوا وہ لے آؤ میں لایا، آپ نے ان کو دستر خوان پر پھیلا دیا۔

فَإِذا هُوَ إِحدَى وَعِشرُونَ تَمرَة

تو وہ اکیس کھجوریں تھیں

آپ ایک ایک کھجور کو خدا کا نام پڑھ کر رکھتے جاتے تھے، پھر آپ نے سب کو ملا دیا، پھر آپ نے حکم دیا کہ دس دس آدمی کھائیں اور اس طرح ساری فوج سیر ہو گئی، اور کچھ کھجوریں بچ گئیں، وہ میں نے توشہ دان میں ڈال لیں، اور ان کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا: یَا أَبَا هُرَيرَة إِذا أردت أَن تَأخُذ مِنهُ شَيئا فَادخُل يدك فِيهِ

ابوہریرہ جب تمہیں کھجوروں کی ضرورت ہو تو اس توشہ دان میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، جب مجھے ضرورت ہوتی تو میں توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اور کھجوریں نکل آتیں، اور حضور کے زمانہ سے لے کر حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کے زمانہ خلافت تک میں اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا۔

فَأَخَذتُ مِنهُ خَمسِينَ وَسقًا فِي سَبِيلِ اللهِ

---

(519)۔۔: صحیح بخاری، کتاب الھبۃ و فضلھا۔۔۔ الخ، باب قبول الھدیۃ من المشرکین، ج2، ص181، حدیث:2618
خصائص کبریٰ، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل فی الابواب، باب معجزاتہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فی تکثیر الطعام۔۔۔ الخ، ج2، ص80

اور 50 وسق تو میں نے اسی میں سے راہِ خدا میں خیرات کر دیں۔

مگر کھجوریں ختم نہ ہوئیں، پھر حضرت عثمان کے ہنگامہ شہادت میں میرا گھر لوٹا گیا اور اس کے ساتھ ہی میرا توشہ دان بھی جاتا رہا۔[520]

(7) بکری کے دست میں برکت:

امام احمد و طبرانی حضرت ابو رافع سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کے لیے ایک بکری ذبح کی اور اس کا گوشت پکایا۔ چونکہ آپ کو دست کا گوشت مرغوب تھا، اس لیے آپ نے ایک دست مانگا، میں نے حاضر کر دیا، پھر دوسرا مانگا میں نے حاضر کیا، جب تیسری بار حضور نے طلب فرمایا تو میں نے عرض کی، سرکار بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لَو سَكَتَّ لَنَاوَلتَنِي مِنهَا مَا دَعَوتُ بِه

ابو رافع! اگر تم خاموش رہتے تو جس قدر دست میں مانگتا تم دیتے رہتے۔[521]

(8) گھی میں برکت:

امام مسلم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ اُمِّ مالک کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک برتن میں کچھ گھی حضور کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔ جب ان کے بچے سالن مانگتے اور گھر میں سالن نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو جس میں حضور کی خدمت میں گھی بھیجتیں تھیں، اٹھالاتیں۔

فَتَجِدُ فِيهِ سَمنًا اس میں بقدرِ ضرورت گھی نکل آتا تھا۔

ایک دن انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا، پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو حضور نے فرمایا: لَو تَرَكتِيهَا مَا زَالَ قَائِمًا

اگر تم نے اس کو نہ نچوڑ لیا ہوتا تو ہمیشہ اس میں سے گھی نکلا کرتا۔[522]

---

(520)۔۔: دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی مزود ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، ج6، ص110، 111 ملتقطاً

(521)۔۔: مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی رافع، ج9، ص228، حدیث: 23920

(522)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ، ص963، حدیث: 5945

(9) ابو یعلیٰ و طبرانی و ابو نعیم و ابن عساکر حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم نے اپنی بکری کے دودھ سے گھی نکال کر جمع کیا، اور حضور کی خدمت میں ہدیۃً حاضر کیا، حضور نے قبول فرمایا اور کپی خالی کر کے واپس دے دی، اور وہ خالی کپی ایک کیل سے گھر میں ٹانک دی گئی۔

فَجَاءَت أُمَّ سُلَيمٍ، فَرَأَتِ العُكَّةَ مُمتَلِئَةً تَقطُر

جب اُم سلیم گھر آئیں تو دیکھا کہ وہ خالی کپی گھی سے بھری ہوئی ہے، اور گھی اس سے ٹپک رہا ہے۔

حیران ہو گئیں، اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَتَعجَبِينَ أَن كَانَ اللهُ أَطعَمَكِ كَمَا أَطعَمتِ نَبِيَّه

تعجب کیوں کرتی ہو، اللہ نے تم کو کھلایا جیسے تم نے اللہ کے نبی کو کھلایا۔ (523)

(10) کھجوروں میں حیرت انگیز اضافہ:

امام بخاری حضرت جابر سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنے اوپر بہت سا قرض چھوڑ کر وفات پائی، قرضداروں نے تقاضا کیا، تو میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی، سرکار میرے والد نے اپنے اوپر قرض چھوڑ کر انتقال کیا ہے۔ وَلاَ يَبلُغُ مَا يُخرِجُ سِنِينَ مَا عَلَيه

اور حضور کھجوروں کی جو پیداوار میرے باغ میں ہے، اس سے کئی برس تک یہ قرض ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ میرے ساتھ نخلستان میں تشریف لے چلئے تاکہ آپ کے ادب سے قرض دار مجھ پر سختی نہ کریں، حضور علیہ السلام ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ فَمَشَى حَولَ بَيدَرٍ مِن بَيَادِرِ التَّمرِ فَدَعَا ثُمَّ جَلَسَ عَلَيهِ اور کھجوروں کے ڈھیر کے گرد چکر لگا کر دعائے برکت

---

(523)۔۔: مسند ابی یعلی، ابو عمران الجونی عن انس، ج7، ص218، حدیث: 4213

فرمائی، پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ان کھجوروں میں اتنی برکت ہوئی کہ تمام قرض ادا ہو گیا، اور جتنی کھجوریں قرض داروں کو دی گئیں تھیں، اتنی ہی بچ رہیں۔(524)

بہت دائن تھے جابراور ایک انبار خرما کا
ادائے قرض کرکے پھر بچایا میرے آقا نے

(11) جو کی مقدار میں برکت:

امام مسلم و بیہقی و بزار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے غلہ مانگا تو حضور علیہ السلام نے:

فَأَطعَمَهُ شَطرَ وَسقِ شَعِيرٍ، فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأكُلُ مِنهُ وَامرَأَتُهُ وَضَيفهُمَا، حَتَّى كَالَهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:لَو لَم تَكِلهُ لَأَكَلتُم مِنهُ، وَلَقَامَ لَكُم

اس کو نصف وسق عطا فرمایا، اس میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ روز اپنے لیے اپنی بیوی اور اپنے مہمانوں کے لیے اس میں سے خرچ کرتا تھا اور کمی نہ ہوتی تھی، ایک دن اس نے اس کو تولا اور خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور نے فرمایا، اگر تم اس کو نہ تولتے تو ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتا، (یعنی قیامت تک کھاتے رہتے کمی نہ ہوتی)۔(525)

(12) دو عدد کھجوروں کی برکت:

ابن سعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں، ایک دن مجھے بھوک لگی تو میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا، مسجد میں چند صحابہ کو دیکھا، انہوں نے مجھ سے کہا، ہم بھی بھوکے ہیں پھر ہم دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کو اطلاع دی، آپ نے کھجوروں کا ایک طباق منگایا اور

(524)۔۔: صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج2، ص495، حدیث:3580

(525)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص963، حدیث:5946

فَأَعطَى كُلَّ رَجُلٍ تَمرَتَينِ فَقَالَ: كُلُوا هَاتَينِ التَّمرَتَينِ وَاشرَبُوا عَلَيهِ مِنَ المَاءِ فَإِنَّهُمَا سَيُجزِيَانِكُم يَومَكُم هَذَا

ہر شخص کو دو دو عدد کھجور عطا فرمائیں، اور فرمایا ان دو کھجوروں کو کھا کر پانی پی لو سارے دن کے لیے کافی ہو جائیں گی۔(526)

13۔روٹی کے چند ٹکڑوں سے اسی 80 ہزار کی سیری:

امام مسلم حضرت انس سے راوی وہ فرماتے ہیں ایک دن میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا، دیکھا کہ حضور علیہ السلام نے اپنا بطن مبارک باندھا ہوا ہے، اور اصحاب سے گفتگو فرما رہے ہیں، میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ حضور نے اپنا بطنِ مبارک کیوں باندھ رکھا ہے تو انہوں نے کہا بھوک کی وجہ سے میں گھر آیا۔ اور حضرت ابو طلحہ کو تمام ماجرا سنایا، انہوں نے میری والدہ سے پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ تو انہوں نے کہا:

كِسَرٌ مِن خُبزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَإِن جَاءَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَحدَهُ أَشبَعنَاهُ

چند روٹی کے ٹکڑے اور تین چار کھجوریں ہیں، اگر حضور تنہا تشریف لے آویں، تو صرف انہیں کافی ہو گا۔

پھر حضرت طلحہ نے مجھ سے کہا کہ چپکے سے حضور کو بلا لاؤ میں حاضر ہوا اور دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ سرکار! میرے والد آپ کو بلاتے ہیں، مگر حضور علیہ السلام نے تمام صحابیوں سے فرمایا: میرے ساتھ چلو جب سرکار مکان کے دروازہ تک پہنچے۔

فَدخلت وَأَنَا حَزِين لِكَثرَة من جَاءَ بِهِ

میں عین غمگین (حالت میں) گھر میں داخل ہوا، کیونکہ سرکار کے ہمراہ کافی آدمی تھے۔

---

(526)۔۔:شعب الایمان، الزھد و قصر الامل، ج13، ص65، حدیث:9960
سبل الہدیٰ والرشاد، الباب الخامس: فی تکثیرہ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم فی التمر، ج9، ص474

خیر حضور علیہ السلام مع صحابہ کے تشریف لائے تو میری والدہ نے عرض کی، یارسول اللہ! ہمارے پاس اتنا طعام نہیں ہے جو اتنے آدمیوں کے لیے کافی ہو، حضور نے فرمایا، فکر مت کرو، اللہ برکت دے گا، چنانچہ ہم نے وہی روٹی کے چند ٹکڑے اور کچھ کھجوریں حاضر کیں، حضور علیہ السلام نے دعائے برکت فرمائی اور آٹھ آٹھ آدمیوں کو کھلانا شروع کیا۔

حَتَّى دخل عَلَيهِ ثَمَانُون رجلا كلهم يَأْكُل حَتَّى يشبع

حتی کہ 80اشخاص نے شکم سیر ہو کر کھایا۔(527)

(14) آدھ سیر جو سے ستر 70، اسی 80 اشخاص کی سیری:

ابن سعد و ابن ابی شیبہ طبرانی و ابو نعیم حضرت ابوہریرہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں ایک رات حضور علیہ السلام نے فرمایا، اصحابِ صفہ کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا وہ سب حاضر ہوئے، حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں "صَنیع" جو ایک قسم کا کھانا (جو کہ) جو سے تیار کیا جاتا ہے، رکھا، ابوہریرہ فرماتے ہیں: أَظُنهُ قدر مد میں گمان کرتا ہوں کہ وہ آدھ سیر ہو گا۔

پھر حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس اس کھانے پر رکھ کر سب سے فرمایا کھاؤ۔

فأكلنا مِنهَا مَا شِئنَا وَكُنَّا مَا بَين السّبعين إِلَى الثَّمَانِينَ

ہم سب نے جتنا جی چاہا کھایا اور ہم ستر 70 اسی 80 آدمی تھے۔(528)

15۔ تھوڑے سے کھانے میں غیر معمولی برکت:

امام طبرانی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے حضور علیہ السلام کے لیے کھانا تیار کیا، اور مجھے حضور کے بلانے کے لیے بھیجا، میں دربارِ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور کے کان میں چپکے سے عرض کی کہ تشریف لے چلئے، مگر حضور علیہ السلام

(527)۔۔:، خصائص الکبری، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل۔۔الخ، باب معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تکثیر الطعام۔۔۔الخ، ج2، ص76، ملتقطاً

(528)۔۔:خصائص کبریٰ، ذکر بقیۃ المعجزات التی لم تدخل۔۔الخ، باب معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تکثیر الطعام۔۔الخ، ج2، ص81

نے صحابہ کو بھی ساتھ لے لیا۔فَقَامَ مَعَهُ خَمسُونَ رَجُلًا
اور 50 صحابہ حضور کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا دس دس کو کھلاؤ، سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور کھانا اسی طرح باقی بچ گیا اس میں کمی نہ ہوئی۔ [529]

(16) تھوڑی سی زادِراہ سے چودہ 14 سو اشخاص کی سیری:

امام مسلم حضرت سلمہ بن اکوع سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ نکلے، صحابہ بھوک سے اس قدر بے تاب ہوئے کہ اونٹیاں ذبح کرنا چاہیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو زادِراہ جمع کرنے کا حکم دیا، اور ایک چادر بچھائی گئی اور اس پر تمام زادِراہ کا ڈھیر کیا گیا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں:

فَحَزَرتُهُ كَرَبضَةِ العَنزِوَنَحنُ أَربَعَ عَشرَةَ مِائَةً، قَالَ: فَأَكَلنَا حَتَّى شَبِعنَا جَمِيعًا، ثُمَّ حَشَونَا جُرُبَنَا

اس تمام زادِراہ کی مجموعی مقدار نے صرف اس قدر زمین کا احاطہ کیا جس پر ایک بکری بیٹھ جائے اور صحابہ کی تعداد چودہ سو تھی، مگر سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، حتی کہ کھانا بچ گیا، اور سب نے اپنے توشہ دان بھی بھر لیے۔

جب سب کھا چکے تو حضور علیہ السلام نے پانی طلب فرمایا، ایک صحابی ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے آپ نے اس کو پیالہ میں انڈیل دیا چودہ سو اشخاص نے اس ایک پیالے کے پانی سے وضو کر لیا۔ [530]

(17) تھوڑی سے زادِراہ میں عظیم برکت:

امام مسلم ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو سخت بھوک لگی، اتنی تکلیف ہوئی کہ صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ ! اگر اجازت ہو تو اپنی سواریاں ذبح کر لی جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور اگر ایسا کیا گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔

---

(529)۔۔:المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ منتصر، ج8، ص270، حدیث:8605

(530)۔۔: صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب استحباب خلط الازواد۔۔الخ، ص737، حدیث:4518

آپ بچا ہوا زادِ راہ تمام لوگوں سے جمع کیجئے اور اس پر دعائے برکت فرمادیجئے چنانچہ حضور علیہ السلام نے ایک چادر بچھائی اور زادِ راہ جمع کرنے کا حکم دیا، کوئی کھجوریں لایا اور کوئی روٹی کے چند ٹکڑے اور اس طرح چادر پر قلیل مقدار کھانے کی جمع ہوگئی۔ پھر حضور علیہ السلام نے دعائے برکت فرمائی پھر تمام لوگوں سے فرمایا: اپنے برتن بھر لیں

فَأَخَذُوا فِي أَوعِيَتِهِم،حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي العَسكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ، وَفَضَلَت فَضلَة سارے لشکر نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا۔[531]

(18) تھوڑے سے جو کی برکت:

امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی وہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد میرے گھر میں إِلَّا شَطرُ شَعِيرٍ فَأَكَلتُ مِنهُ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ، فَكِلتُهُ فَفَنِي

تھوڑے سے جو کے سوا اور کچھ نہ تھا تو میں نے اسی کو ایک مدت طویلہ تک کھایا اور وہ ختم نہ ہوا پھر میں نے اس کو تولا (وزن کیا) تو وہ ختم ہوگیا۔[532]

(19) تھوڑے سے گوشت میں عظیم برکت:

ابن سعد حضرت علی سے راوی وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملا تو ہم بھوکے ہی سو گئے صبح ہوتے ہی میں نے ایک درہم سے گوشت اور گندم خریدی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی انہوں نے گوشت اور روٹی پکائی پھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، سرکار ہم نے کھانا پکایا، تشریف لے چلئے، حضور علیہ السلام تشریف لائے ہماری ہانڈی چولہے پر جوش مار رہی تھی۔ حضور نے فرمایا: اس میں سے ایک پیالہ بھر کر حضرت عائشہ کو دو میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر فرمایا ایک پیالہ گوشت

---

(531)۔۔: صحیح مسلم، کتاب الایمان، الدلیل علی ان من مات علی التوحید۔۔الخ، ص42، حدیث:139 ملتقطاً

(532)۔۔: صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب نفقۃ نساء النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔۔الخ، ج2، ص371، حدیث:3097

حضرت حفصہ کو دو، میں نے ان کو بھی دیا۔

حَتَّى غَرَفتُ لِجَمِيعِ نِسَائِهِ التِّسعِ

حتیٰ کہ میں نے اس ہانڈی سے حضور کی نوؤں بیبیوں کو ایک ایک پیالہ بھر کر دے دیا۔

پھر حضور نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہماسے فرمایا: اب تم اپنے والد اور خاوند کے لیے پیالہ بھرو، میں نے پیالہ بھر کر حاضر کر دیا، اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اغرِفِي فَكُلِي فَغَرَفتُ ثُمَّ رَفَعتُ القِدرَ وَإِنَّهَا لَتَفِيضُ

اب تم اپنے لیے بھرو میں اپنے لیے ایک پیالہ بھر لیا اور پھر چولہے سے ہانڈی اتاری تو وہ اسی طرح بھری ہوئی تھی۔(533)

20۔ایک روٹی اور ایک زنبیل کھجوروں سے 40 آدمیوں کی شکم سیری:

ابن سعد اسماء بنت یزید ابن مسکن سے راوی وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہماری مسجد میں حضور علیہ السلام نے مغرب کی نماز ادا فرمائی، تو میں اپنے گھر گئی اور فَجِئتُهُ بِعَرقٍ وَأَرغِفَة ایک زنبیل کھجور اور ایک روٹی لائی اور عرض کی: سرکار تناول فرمایئے، آپ نے اپنے اصحاب کو بھی بلایا، اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: لَرَأَيتُ بَعضَ العَرقِ لَم يَتَعَرَّقهُ وَعَامَّةُ الخُبزِ وَإِنَّ القَومَ أَربَعُونَ رَجُلا کہ ان کھجوروں کی زنبیل اور روٹی میں کسی قسم کی کمی نہ آئی اور کھانے والے چالیس آدمی تھے۔(534)

قارئین کرام! ہم نے بطور نمونہ یہ چند احادیث نقل کر دی ہیں، اگر اس مضمون کی احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے تاہم ان سے ظاہر ہے کہ اگر حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ تھوڑی مچھلی اور روٹی سے کئی سو اشخاص کو شکم سیر کر دیا تھا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار ذرا سے کھانے سے ہزاروں اشخاص کے پیٹ بھر دیئے، اور پھر لطف یہ کہ کھانا اسی طرح باقی رہا، اور اس میں کسی

---

(533)۔۔: الطبقات الکبری لابن سعد، ذکر علامات النبوۃ بعد نزول الوحی۔۔الخ، ج1، ص146،147

(534)۔۔: الطبقات الکبری لابن سعد، ام عامر الاشھلیۃ، ج8، ص244،245، رقم:4292

قسم کی کمی نہ ہوئی۔

کئے ہیں سیر صدہا ایک بکری صاع بھر جو میں
لعاب اور دست اقدس جب لگایا میرے آقا نے

(50)رفعِ سماء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رفع سما کا منصب ملا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا، لیکن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں پر تشریف لے جانا پسند نہ فرمایا، اور ہم غلاموں کے پاس زمین پر ہی رہنا اختیار کیا، چنانچہ ابو نعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

قَد عُرِضَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ البَقَاءُ عِندَ وَفَاتِهِ فَاختَارَ مَا عِندَ اللّٰهِ وَقُربَهُ عَلَى البَقَاءِ فِي الدُّنيَا , فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَرَفَعَ رُوحَهُ إِلَيهِ وَلَوِ اختَارَ البَقَاءَ فِي الدُّنيَا لَكَانَ كَالخَضِرِ وَإِليَاسَ وَعِيسَى عَلَيهِمُ السَّلَامُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور پر یہ پیش کیا کہ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا آخرت میں تو حضور علیہ السلام نے آخرت اور قرب الٰہی کو اختیار فرمایا۔ اس لیے حضور کی وفات ہوئی اور اللہ نے آپ کی روح مبارک کا اپنی طرف رفع فرمالیا، اور اگر حضور علیہ السلام بقاءِ دنیا کو منظور فرماتے تو خضر اور الیاس اور عیسیٰ علیہم السلام کی طرح ہوتے۔(535)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بقاء دنیا اور رفع آسمانی کو اختیار نہ فرمایا اور اگر حضور چاہتے تو آپ پر ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہ ہوتی۔ اور آپ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمانوں پر زندہ ہوتے،، مگر چونکہ حضور نے آخرت کو اختیار کیا، اس لیے آپ پر ایک آن کے لیے موت طاری ہوئی، اور اب حضور علیہ السلام اپنے مقام اعلیٰ و ارفع میں تشریف فرما ہیں۔ بجسدہ زندہ ہیں۔ یعنی

تُو زندہ ہے واللہ تُو زندہ ہے واللہ !
مِرے چشمِ عالَم سے چھپ جانے والے

(535)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثلاثون: فی ذکر موازاۃ الانبیاء۔۔۔ الخ، ص370، حدیث:563

دارمی حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں حضور نے وصال فرمایا، اسی مرض کی حالت میں حضور نے منبر پر رونق افروز ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

(1)إِنَّ عَبدًا عُرِضَت عَلَيهِ الدُّنيَا وَزِينَتُهَا فَاختَارَ الآخِرَة کہ اللہ نے اپنے بندے پر دنیا اور اس کی زینت کو پیش کیا، تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا۔

نبی علیہ السلام کے ان کلمات کا مطلب اور کسی صحابی نے تو نہ سمجھا، مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رونے لگے، وہ سمجھ گئے کہ حضور اپنی ذات کے متعلق فرمارہے ہیں۔(536)

2۔ نیز مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ جب ملک الموت حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی: إِنَّ اللّٰهَ أَرسَلَنِي إِلَيكَ فَإِن أَمَرتَنِي أَن أَقبِضَ رُوحَكَ قَبَضتُ وَإِن أَمَرتَنِي أَن أَترُكَهُ تَرَكتُه

یارسول اللہ مجھے اللہ نے بھیجا ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں روح قبض کروں اور اگر اجازت نہ ہو تو قبض نہ کروں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عزرائیل تم ایسا کروگے، یعنی میرا حکم مانوگے، عزرائیل نے عرض کی: وأُمرتُ أَن أطيعَك ہاں میں حکم کیا گیا ہوں، اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔

عزرائیل کی یہ گفتگو سن کر حضور علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا حضرت جبرائیل نے عرض کی: يَا مُحَمَّد إِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشتَاقَ إِلَى لِقَائِكَ

یارسول اللہ رب تعالی آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے قبضِ روح کی اجازت عطا فرمائی اور حضرت عزرائیل نے روحِ

---

(536)۔۔: سنن دارمی، باب وفاۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ج1، ص215 حدیث:78

اقدس کو قبض کیا اور سرکار کا وصال ہو گیا۔[537]

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ آپ دنیا میں رہیں، یا آخرت کو اختیار فرمائیں، مگر حضور علیہ السلام نے آخرت کو اختیار فرمایا۔

مرزائیوں کا اعتراض:

مرزائی اور عیسائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے سے حضور علیہ السلام کی تنقیصِ شان ہوتی ہے، کیونکہ جو آسمان پر ہے وہ زمین پر رہنے والے سے افضل ہے۔

حیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمین میں شاہِ جہاں ہمارا[538]

(مقولہ میرزائی)

جواب: یہاں تین امور قابلِ ذکر ہیں: (1) حیات (2) آسمان پر ہونا (3) قربِ خداوندی۔ ہم یہاں تینوں امور پر مختصر سی بحث کرتے ہیں۔

(51) اوّل حیات

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے۔ گویا ابھی تک ایک آن کے لیے ان پر موت طاری نہ ہوئی، مگر وعدہ الٰہیہ کہ

﴿كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ ؕ﴾

---

(537)۔۔۔:مشکاۃ المصابیح، کتاب احوال القیامۃ وبدء الخلق، باب ہجرۃ اصحابہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم من مکۃ ووفاتہ، الفصل الثالث، ج2، ص406، حدیث:5972

(538)۔۔۔: یہ شعر مرزا قادیانی لعنتی کا ہے، اس اس سے مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کا انکار اور قربِ قیامت میں ان کی نزول کا انکار کرنا ہے۔ جاوید قادری

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔[539]

کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری ہو گی۔ گویا فرق صرف اتنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے وعدہ الٰہی کے مطابق موت کا ذائقہ چکھ لیا۔ اور حضرت عیسیٰ زمانہ آئندہ میں موت کا ذائقہ چکھیں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی تک ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوئی ہے تو اس کا جواب مذکورہ بالا حدیث میں موجود ہے، کہ حضور علیہ السلام نے بقا دنیا پر آخرت کو ترجیح دی، اگر حضور چاہتے تو آپ پر ایک آن کے لیے بھی موت طاری نہ ہوتی۔

اور وعدہ الٰہی کے مطابق جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام پر آئندہ زمانہ میں موت طاری ہو گی، اسی طرح حضور علیہ السلام کے لیے ہوتا، گویا اگر حیات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو جب بھی حضرت عیسی علیہ السلام حضور سے افضل ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری حیات ہیں تو حضور علیہ السلام پر ایک آن کے لیے موت طاری ہوئی اس کے بعد حضور اسی طرح زندہ ہیں، جس طرح کہ دنیا میں آپ کی زندگی تھی۔ اور اب حضور اپنے مقام اعلیٰ وارفع میں بجسدہ العنصری حیات ہیں۔

اَنبیا کو بھی اَجل آنی ہے ۔۔۔ مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات ۔۔۔ مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

(52) آسمان پر ہونا

آسمان پر ہونا ایسی فضیلت ہے، جو عام ہے، ملائکہ بھی آسمان پر ہیں اسی طرح عامہ مومنین کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، اور اپنے مرتبے کے مطابق کوئی آسمان اول پر اور کوئی آسمان دوم پر رہتی ہیں، لہذا حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا آپ کو حضور علیہ السلام سے افضل ثابت نہیں ہوتا، بلکہ آسمان پر زندہ جانے کا شرف تو حضور علیہ السلام

---

(539)۔۔:پارہ4،ال عمرٰن، آیت:185

کے غلاموں کو بھی حاصل ہے، چنانچہ امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

أَنَّ قَومًا مِن أُمَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ رُفِعُوا كَمَا رُفِعَ عِيسَى عَلَيهِ السَّلَامُ وَذَلِكَ رُفِعَ عَامِرُ بنِ فُهَيرَةَ مَولَى أَبِي بَكرٍ الصِّدِّيقِ وَالنَّاسُ يَنظُرُونَ

ہمارے نبی علیہ السلام کی امت میں سے بھی حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر زندہ اٹھائے گئے، چنانچہ عامر بن فہیرہ صحابی جو حضرت ابو بکر کے آزاد کردہ غلام تھے، آسمان پر زندہ اٹھالیے گئے، اوران کولوگوں نے آسمان کی طرف رفع (بلند) ہوتے دیکھا۔[540]

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا ارشاد:

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی اعتراض کا نہایت معقول جواب دیا ہے فرماتے ہیں:

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفٰے اولیٰ دست
کہ ایں بہ زیر زمیں آن باوج سماء ست

یعنی کہ مجھ سے ایک عیسائی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ حضور علیہ السلام سے افضل ہیں، کیونکہ وہ آسمان پر ہیں اور حضور زمین پر جلوہ فرما ہیں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ۔

بگفتش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سر دریا گہر تہِ دریا است

"میں نے کہا کہ تیرا یہ استدلال باطل ہے، دیکھ لے حباب یعنی بلبلہ پانی کے اوپر ہوتا ہے اور آبدار موتی پانی کے نیچے ہوتا ہے۔[541]

لہٰذا تیرا یہ کہنا کہ چونکہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں، اس لیے حضور علیہ السلام سے افضل ہیں، یہ غلط ہے اور یہ کلیہ باطل ہے کہ اوپر والی چیز نیچے والی چیز سے افضل ہوتی

---

(540)۔۔:دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثلاثون: فی ذکر موازاۃ الانبیاء۔۔۔ الخ، ص370، حدیث:563

(541)۔۔:ملفوظات شاہ عبدالعزیز مترجم، ص19

ہے۔ پھر آپ نے ترازو منگایا، ایک پلہ میں سیر اور ایک پلہ میں چھٹانک رکھا، چھٹانک والا پلہ اوپر ہو گیا سیر والا پلہ جھک گیا، آپ نے فرمایا: بتا! سیر افضل ہے یا چھٹانک؟ اس نے کہا: سیر، شاہ صاحب نے فرمایا: اسی طرح بلا تمثیل ہمارے آقا و مولیٰ کا مرتبہ بھاری تھا، وہ نیچے رہ گئے اور جن کا مرتبہ ہمارے حضور سے کم تھا، وہ اوپر تشریف لے گئے۔

کیا یہ حقیقت ہے؟

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے سیر اور چھٹاک کی مثال دے کر یہ بتایا کہ حضور کے مراتب بہت وزنی ہیں۔ یہ مثال ہی نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب و کمال اتنے وزنی ہیں کہ فرشتہ آپ کو تولتا ہے تو تمام بنی نوع انسان سے حضور کا وزن زیادہ ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابو نعیم، ابو یعلیٰ، ابن عساکر حضرت شداد بن اوس سے راوی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شقِ صدر کی حدیث میں فرمایا کہ تین فرشتے آئے انہوں نے شقِ صدر کی خدمت سر انجام دی۔

ثمَّ قَالَ للأولِ زنه بِعشرَة من أمته فوزنوني بهم فرجحتهم ثمَّ قَالَ زنه بِمِائَة من أمته فوزنوني بهم فرجحتهم ثمَّ قَالَ زنه بِأَلف من أمته فوزنوني بهم فرجحتهم فَقَالَ دَعوه فَلَو وزنتموه بأمته كلهَا لرجحهم

پھر ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ تولو اس نے تولا تو میرا وزن زیادہ ہوا، پھر کہا ان کو ان کی امت کے سو آدمیوں کے ساتھ تولو انہوں نے تولا، پھر بھی میرا وزن زیادہ ہوا، پھر کہا کہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ تول۔ اس نے تولا تو بھی میرا وزن زیادہ ہوا۔ آخر فرشتے نے کہا، انہیں چھوڑ دو اگر ان کو ان کی تمام امت کے ساتھ بھی تولا جائے گا تو ان کا وزن زیادہ ہو گا۔[542]

---

(542)۔۔: تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، باب تطہیر قلبہ من الغل، ج3، ص475
خصائص کبریٰ، الفائدۃ، ج1، ص96

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ واقعی حضور کے کمال و مراتب کا وزن تمام انسانوں کے فضائل وکمال سے زیادہ ہے۔

(53)سوم قربِ الہیٰ

نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ چرخ پر حضرت عیسیٰ کا مقام، مقامِ نبوی سے افضل نہیں ہے، کیونکہ جس خط پاک پر حضور علیہ السلام اب جلوہ فرما ہیں، وہ ساری کائنات اور عرش اعظم و سدرۃ المنتہیٰ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے، جس کی تفصیل اسی کتاب کے باب تعمیر کعبہ میں گزر چکی ہے، رہا قربِ خداوندی تو حضور علیہ السلام کے قرب سے حضرت عیسی علیہ السلام کو کیا نسبت ہے، حضرت عیسیٰ آسمانوں پر ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مقام ﴿ دَنَا فَتَدَلّٰی﴾ و خلوت خانہ ﴿قَابَ قَوسَینِ﴾ میں باریابی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں ملک مقرب اور نبی مرسل کی بھی رسائی نہیں ہے۔

نہ حجاب چرخ و مسیح پر نہ کلیم و طور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی ادھر وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

(54)انزالِ مائدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا: خدا سے دعا کیجئے ہم پر آسمان سے کھانے کا خوان اترے، حضرت مسیح نے دعا فرمائی، اتوار کے دن کھانا اترا اور اسی لیے یوم نزول نعمت کو عیسائیوں نے یوم تعطیل قرار دیا، گویا حضرت مسیح علیہ السلام نے دعا فرمائی، پھر کھانا اترا۔
مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نرالی شان ہے، حضور علیہ السلام کے پاس بلا طلب واستدعا آسمان سے کھانا آتا تھا، چنانچہ امام احمد، دارمی و نسائی حضرت سلمہ بن نفیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ! آپ کے پاس جنت یا آسمان سے کھانا اترتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:نَعَم "۔ قَالَ: وَبِمَاذَا؟ قَالَ: " بِمِسخَنَةٍ

ہاں انہوں نے کہا کیا؟ فرمایا مسخنہ[543] میں۔[544]

بلکہ بعض اوقات خود رب العزت جل مجدہ خاص طور پر بذریعہ جبریل جنتی کھانا ارسال فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبرئیل حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

إِنَّ رَبَّكَ يُقرِئُكَ السَّلَامَ، وَأَرسَلَنِي إِلَيكَ بِهَذَا القِطفِ لِتَأْكُلَهُ، فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم

آپ کا رب آپ کو سلام عرض کرتا ہے اور اس قطف[545] کے ساتھ مجھ کو بھیجا تاکہ آپ اس کو تناول کر لیں۔[546]

امام قاضی عیاض شفا میں جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام بیمار ہوئے۔فَأَتَاهُ جِبرِيلُ بِطَبَقٍ فِيهِ رُمَّانٌ وَعِنَبٌ فَأَكَلَ مِنهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ

تو جبریل ایک طباق میں انار اور انگور لے کر حاضر ہوئے جن کو حضور علیہ السلام نے تناول فرمایا۔[547]

نیز انزالِ مائدہ کی نظیر وہ احادیث بھی ہیں جو ہم نے تکثیر طعام میں نقل کی ہیں کہ تھوڑا سا طعام حضور علیہ السلام کی دعا سے بڑھ جاتا تھا اور ہزار صحابہ شکم سیر ہو جاتے تھے۔

حضرت مریم اور جنتی طعام:

قرآن حکیم میں ہے کہ جب حضرت زکریا یا حضرت مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو کھانا

(543)۔۔:ہانڈی جس میں کھانا گرم کیا جائے

(544)۔۔:مسند امام احمد بن حنبل، مسند الشامیین، حدیث سلمہ بن نفیل، ج6، ص39، حدیث:16961

(545)۔۔:انگور کا خوشہ

(546)۔۔: معجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ محمد ج6، ص257، حدیث:6341

(547)۔۔:الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، القسم الاول، الباب الرابع، فصل و مثل ھذا فی سائر الجمادات۔۔الخ، ج1، ص307

دیکھ کر فرماتے یہ کہاں سے آیا تو حضرت مریم فرماتیں:

﴿قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ(۳۷)﴾

یہ اللہ کی جانب سے ہے اللہ عزوجل جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔[548]

گویا حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جنت سے کھانا آتا تھا تو اسی طرح حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقدس گھر میں آسمان سے کھانا اترتا تھا۔

چنانچہ ابو یعلیٰ حضرت جابر سے راوی وہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ کئی دن تک حضور نے کچھ نہ تناول فرمایا، اس لیے حضور حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور کھانا طلب کیا، حضرت فاطمہ نے عرض کی کچھ نہیں ہے تھوڑی دیر بعد آپ کی ہمسایہ نے دو روٹی اور ایک گوشت کا ٹکڑا ہدیہ کیا حضرت فاطمہ نے اس کو برتن میں ڈھک کر رکھ دیا اور حضور علیہ السلام کو اطلاع دی، حضور تشریف لائے تو وہ برتن لینے گئیں، دیکھا تو برتن گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا ہے، آپ حیران ہو گئیں کہ کھانا تھوڑا تھا، مگر بڑھ گیا ہے، آپ نے حضور علیہ السلام کے سامنے کھانا پیش کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کہاں سے آیا حضرت فاطمہ نے جواب دیا کہ۔ هُوَ من عِند الله ان الله يرزق من يَشَاء بِغَير حِسَاب

یہ اللہ کی جانب سے ہے، اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا: الحَمد لله الَّذِي جعلك يَا بنية شَبيهَة بِسَيِّدَة نسَاء بني إِسرَائِيل

حمد ہے اس کو جس نے اے بیٹی تم کو سیدۃ النساء بنی اسرائیل یعنی حضرت مریم کی مثل بنایا کیونکہ جب ان کو اللہ رزق دیتا تو وہ بھی اسی طرح کہا کرتی تھیں۔[549]

---

(548)۔۔: پارہ 3، آل عمران، آیت: 37

(549)۔۔: خصائص کبریٰ، باب معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تکثیر الطعام۔۔ الخ، ج 2، ص 83

(55) تکلیم فی المهد

جب عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں گفتگو فرمائی اور اپنی والدہ مریم کی طہارت و پاک دامنی کی گواہی دی اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بحالت شیر خوارگی کلام فرمایا، چنانچہ حصرت امام ابن سبع فرماتے ہیں:ان مهده يَتحَرَّك بتحريك المَلَائِكَة وَ أول كَلَام تكلم بِهِ أَللہ أكبر كَبِيراً

کہ حضور کے گہوارہ مقدس کو ملائکہ حرکت دیتے تھے اور آپ نے بحالت شیر خوارگی جو پہلا کلام فرمایاوہ یہ ہے أللہ أكبر كَبِيراً۔[(550)]

بلکہ تکلیم فی المهد کا شرف حضور علیہ السلام کے غلاموں کو بھی حاصل ہوا، اور دودھ پیتے بچے نے حضور علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دی، چنانچہ امام بیہقی و دارقطنی و حاکم و خطیب بغدادی حضرت معرض الیمامی رحمۃ اللہ علیہ[(551)] سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں حج، (حجۃ الوداع) میں حضور کے ہمراہ تھا، پھر میں مکہ کے ایک گھر میں داخل ہوا، وہاں حضور تشریف فرما تھے اور چہرہ انور چاند کی مانند دمک رہا تھا، پھر میں نے عجیب بات یہ دیکھی کہ۔

جَاءَ رَجُلٌ مِن أَهلِ اليَمَامَةِ بِغُلَامٍ يَومَ وُلِدَ ،وَلَفَّهُ فِي خِرقَةٍ

اہل یمامہ سے ایک شخص ایک بچہ کو جو اسی روز پیدا ہوا تھا کپڑے میں لپیٹ کر خدمتِ اقدس میں حاضر لایا۔ حضور علیہ السلام نے اس بچہ سے فرمایا، میں کون ہوں؟

قَالَ:أَنتَ رَسُولُ اللهِ

لڑکے نے کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔[(552)]

---

(550)۔۔:خصائص کبریٰ، باب کلامہ ﷺ فی المهد، ج1، ص91

(551)۔۔:یہاں کاتب کی غلطی کے سبب مقرض النجامی لکھا گیا تھا جو بندہ ناچیز کو مقرض النجامی سے کوئی روایت نہ مل سکی تلاش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ معرض الیمامی ہیں نا کہ مقرض اسی لئے ہم نے متن میں درست کر دی ہے ۔جاوید قادری

(552)۔۔:دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی شہادۃ الرضیع۔۔۔الخ، ج6، ص59

مأخذ و مراجع

	کتب تفاسیر
.1	معالم التنزیل فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر بغوی، محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی،(510ھ)دار طیبہ
.2	تفسیر کبیر،ابوعبداللہ محمد بن عمر رازی الملقب فخر الدین رازی(606ھ)، دار الفکر
.3	تفسیر بیضاوی، ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر شیر ازی بیضاوی(685ھ)، دار الفکر
.4	مدارک التنزیل و حقائق التاویل المعروف تفسیر نسفی، ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی(710ھ) دار الکلم الطیب
.5	تفسیر خازن، علاء الدین علی بن محمد المعروف بالخازن(741ھ)، دار الکتب العربیۃ الکبریٰ
.6	تفسیر ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی بصری دمشقی(774ھ)، دار الطیبہ للنشر والتوزیع
.7	تفسیر جلالین، جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی(864ھ)، قدیمی کتب خانہ کراچی
.8	تفسیر روح البیان، حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ(1127ھ)، احیاء التراث العربی بیروت
.9	تفسیر عزیزی(فارسی)، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ(1239ھ)، مکتبہ حقانیہ
.10	اوضح التفاسیر، محمد محمد عبد اللطیف بن الخطیب(1402ھ)، المطبعۃ المصریہ
.11	حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، ابو جعفر احمد بن محمد صاوی المالکی(1825ء)، مکتبہ رحمانیہ
	کتب احادیث
.12	صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ(256ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت

صحیح مسلم، ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوری(261ھ)، دارالکتاب العربی	.13
سنن ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ضحاک ترمذی(279ھ)، دار الفکر بیروت	.14
سنن نسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب الخراسانی النسائی(303ھ) دارالکتب العلمیہ بیروت	.15
سنن ابی داوٗد، ابو داود سلیمان بن اشعث ازدی سجستانی(275ھ)، دار احیاء التراث العربی	.16
سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی(273ھ)، دارالمعرفۃ بیروت	.17
سنن دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن داری تمیمی قندی(255ھ)، دار المغنی للنشر والتوزیع	.18
مصنف عبد الرزاق الصنعانی، ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الحمیری، الیمانی، الصنعانی(211ھ)، المکتب الاسلامی	.19
مصنف ابن ابی شیبہ، ابوبن ابی شیبہ عبد اللہ بن محمد خواستی العبسی(235ھ)، دار التاج	.20
مسند امام احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی(241ھ)، دارالفکر	.21
مسند الحارث، ابو محمد الحارث بن محمد تمیمی بغدادی المعروف ابن ابی اسامہ(282ھ)، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، المدینۃ المنورۃ	.22
مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، ابو بکر احمد بن عمرو العتکی المعروف بالبزار(292ھ)، مکتبۃ العلوم والحکم	.23
مسند ابی یعلی، ابو یعلیٰ احمد بن علی التمیمی الموصلی(307ھ) دار المامون للتراث	.24
صحیح ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمی النیسابوری(311ھ)، المکتب الاسلامی	.25
صحیح ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد تمیمی دارمی البستی(354ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ	.26

.27	الاحادیث الطوال للطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد الشامی طبرانی(360ھ)، المکتب الاسلامی
.28	مسند الشامیین للطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد الشامی الطبرانی(360ھ)، مؤسسۃ الرسالہ بیروت
.29	المعجم الاوسط للطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد شامی الطبرانی(360ھ)، دار الحرمین
.30	المعجم الصغیر للطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد شامی الطبرانی(360ھ)، المکتب الاسلامی بیروت
.31	المعجم الکبیر للطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد شامی الطبرانی، المکتب الاسلامی بیروت(360ھ)، مکتبۃ ابن تیمیہ
.32	المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ابو عبد اللہ حاکم محمد بن عبد اللہ النیسابوری المعروف ان بیع(405ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت
.33	شرف المصطفیٰ، ابو سعد عبد الملک بن ابو عثمان الخرکوشی، النیسابوری(406ھ)، دار البشائر
.34	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی(430ھ)، دار الفکر
.35	سنن کبریٰ للبیہقی، ابو بکر احمد بن حسین البیہقی(458ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت
.36	شعب الایمان، ابو بکر احمد بن حسین البیہقی(458ھ)، مکتبۃ الرشید
.37	مسند الفردوس بماثور الخطاب، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن الدیلمی الھمدانی(509ھ)، دار الکتب العلمیہ
.38	شرح السنہ للبغوی، محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی الشافعی، المکتب الاسلامی 516ھ)
.39	مشکاۃ المصابیح، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ ولی الدین الخطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ(740ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت

.40	معارج النبوۃ فی مدارج الفتوت، علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ (907ھ)، نوریہ رضویہ کمپنی لاہور
.41	المجالس الوعظیہ فی شرح احادیث خیر البریہ، علامہ شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیری الشافعی (956ھ)، دار الکتب العلمیہ
.42	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ (975ھ)، مؤسسۃ الرسالۃ
	کتب شرح حدیث
.43	شرح النووی علی مسلم، ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی (676ھ)، المطبعۃ المصریہ بالازھر
.44	شرح طحاوی، امام احمد بن محمد الطحاوی، دار البشائر الاسلامیہ 792ھ)
.45	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ابو محمد محمود بن احمد موسیٰ بدر الدین عینی (855ھ)، دار الفکر
.46	شرح الشفا لعلی السلطان القاری، ابو الحسن علی بن سلطان نور الدین الملا الھروی القاری (1014ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت
.47	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ابو الحسن علی بن سلطان نور الدین الملا الھروی القاری (1014ھ)، دار الفکر
.48	فیض القدیر شرح لجامع الصغیر، زین الدین محمد المعروف عبد الرؤوف المناوی القاھری (1031ھ)، دار المعرفۃ بیروت
.49	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (1052ھ)، مکتبہ رشیدیہ

.50	شرح زرقانی علی المواہب، محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی(1122ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.51	مراۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ(1391ھ)، نعیمی کتب خانہ
	کتب سیرت
.52	مغازی الواقدی، محمد بن عمر بن واقد سہمی اسلمی مدنی الواقدی(207ھ)، دارالاعلمی بیروت
.53	دلائل النبوۃ لابی نعیم، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی(430ھ)، المکتبۃ العصریہ بیروت
.54	الطب النبوی لابی نعیم، علامہ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی(430ھ)، دار ابن حزم
.55	دلائل النبوۃ للبیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بیہقی(458ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.56	الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ابو الفضل قاضی عیاض بن موسی(544ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.57	السیرۃ النبویۃ لابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی دمشقی(774ھ)، دارالمعرفۃ بیروت
.58	امتاع الاسماع بما للنبی من الاحوال والاموال، احمد بن علی بن عبد القادر، تقی الدین مقریزی (845ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.59	الخصائص الکبری، عبد الرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین سیوطی(911ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.60	المواہب اللدنیہ، احمد بن ابی بکر بن عبد الملک(923ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.61	سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، محمد بن یوسف صالحی شامی(942ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.62	السیرۃ الحلبیہ، ابو الفرج علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ(1044ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.63	مدارج النبوۃ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ(1052ھ)، مرکز اہل سنت برکات رضا، ہند
.64	نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز، رفاعۃ رافع بن بدوی الطحاوی(1290ھ)، دارالذخائر القاہرہ

.65	حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ(1350ھ)، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات، ہند
.66	جواہر البحار فی فضائل المختار صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ(1350ھ)، دار الکتب المصریہ
.67	سیرت مصطفی، حضرت علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ(1406ھ)، مکتبۃ المدینہ
	کتب فقہ
.68	فتاوٰی قاضی خاں، شمس الائمہ ابو الحسن فخر الدین حسن بن منصور الفرغانی المعروف قاضی خان(592ھ)، نولکشور لکھنؤ
.69	جواہر البیان فی اسرار الاحکام، امام المتکلمین مفتی نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ(1297ھ)، مکتبہ مہریہ رضویہ
.70	العطاالنبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، اعلی حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ(1340ھ) رضافاؤنڈیشن
.71	بہار شریعت، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ(1367ھ)، مکتبۃ المدینہ
	متفرق کتب
.72	الطبقات الکبری لابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد ہاشمی بصری بغدادی معروف ابن سعد(230ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت
.73	کتاب العظمۃ، ابو محمد عبد اللہ بن محمد انصاری المعروف ابو الشیخ الاصبہانی(369ھ)، دار العاصمۃ الریاض
.74	الایماء الی زوائد الامالی والاجزاء، نبیل سعد الدین سلیم جرار(532ھ)، اضواء السلف
.75	مثنوی مولوی معنوی مترجم، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ(672ھ)، حامد اینڈ کمپنی لاہور
.76	تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ابو القاسم علی بن حسن المعروف ابن عساکر(571ھ)، دار الفکر بیروت

.77	الصارم المسلول علی شاتم الرسول، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ حنبلی دمشقی(728ھ)، الحرس الوطنی السعودی
.78	آکام المرجان فی احکام الجان، محمد بن عبد اللہ شبلی دمشقی حنفی، بدرالدین ابن تقی الدین(769ھ) دار الکتب العلمیہ
.79	تاریخ الخلفاء للسیوطی، عبد الرحمن بن ابو بکر جلال الدین سیوطی(911ھ)، قدیمی کتب خانہ
.80	الاشباہ والنظائِر لابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم المعرف ابن نجیم مصری(970 ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت
.81	الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر المکرم، شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر مکی، ھیتمی، شافعی(974ھ)، مکتبہ مدبولی
.82	المنح المکیہ بشرح الھمزیہ، شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر مکی، ھیتمی، شافعی(974ھ)، دار المنہاج
.83	غمز عیون البصائِر فی شرح الاشباہ و النظائر، ابو العباس احمد بن محمد شہاب الدین حسینی حموی حنفی(1098ھ)
.84	الحدیقۃ الندیہ شرح طریقۃ المحمدیۃ، علامہ عبد الغنی نابلسی(1143ھ)مکتبہ فاروقیہ پشاور
.85	ملفوظات شاہ عبد العزیز مترجم، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ(1239 ھ)، پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی
.86	خلاصۃ الفتاویٰ، ابو الحسنات محمد عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ(1304ھ)، مکتبہ رشیدیہ
.87	قصیدۃ البردۃ مع شرحھا عصیدۃ الشھدۃ، شرف الدین محمد بن سعید البوصیری، مکتبۃ المدینہ
.88	مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید، محمد بن عمر نووی الجاوی(1316ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت



جواد اسلامک انسٹیٹیوٹ

بچوں، بچیوں، نوجوانوں کے لئے

- قاعدہ اور ناظرہ قرآن پاک کی آن لائن تعلیم اسلامی عقائد، آداب، اخلاق اور شرعی مسائل کی تعلیم

اسلامک اسکالرز کے لیے

- اپنی بکھری ہوئی تحاریر کو کتابی صورت (PDF) میں تیار کروائیں
- کمپوزنگ، فارمیشن، پروف ریڈنگ کی سہولیات مقالات، کتابیں اور رسائل وغیرہ کی مکمل سیٹنگ کی سہولت

اگر آپ کو لکھنے کا شوق ہے تو

- مختلف تربیتی، اخلاقی اور اصلاحی عنوانات پر لکھنے کی مشاورت
- لکھنے کے لیے مواد کی رہنمائی